

انوار البکيا

فی جیل

لغات القرآن

حصہ دوم

تالیف

علی محمد پی۔ سی۔ ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

القلم

مکتبہ شہید احمد شہید

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور



انوار البنا

فی حِلِّ

لغات القرآن

حصہ دوم

تالیف

علی محمد پی۔ سی۔ ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناسر

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکسیریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

وَمَا أُبَرِّئُكُمْ

يُوسُفُ ۚ الرَّعْدُ ۚ إِبْرَاهِيمُ

وَمَا أُبْرِي نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ

۵۳:۱۲ = مَا أُبْرِي۔ ما نفی کا ہے اُبْرِي مزارع واحد متکلم۔ اَبْرَاءُ (افعال) سے جس کے معنی ہر بری چیز۔ مرض وغیرہ سے بری کرنے اور نجات دلانے کے ہیں۔ مَا أُبْرِي نَفْسِي میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا ہوں۔

= لَا مَادَّةٌ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَمَادَةٌ اَمُو سے ہے جس کے معنی حکم دینے کے ہیں۔ اَمُو۔ حکم دینے والا۔ اَمَادٌ مبالغہ کا صیغہ بڑا حکم دینے والا۔ شرارت پر اکسانے والا۔ اَمَادَةٌ اَمَادُ سے صیغہ مؤنث ہے۔

= اِلَّا مَادِحَةً بَيِّنًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوں گی۔

۱۔ اِلَّا حرف استثناء متصل مَا بمعنی مَنْ۔ اِی کل نفس اَمَارَةٌ اِلَّا مِنْ رَحْمَتِهَا اللہ بے شک نفس تو برائی ہی کا حکم دینے والا ہے، سوائے اس نفس کے جس پر میرا پروردگار رحم کرے۔

۲۔ اِلَّا۔ استثناء منقطع مَا مصدر بہ غیر زمانیہ اِنَّ النَّفْسَ لَا مَادَّةٌ بِالسُّوَاءِ لکن رحمة رَبِّي هِيَ الَّتِي تَصْرِفُ عَنْهَا السُّوَاءَ بے شک نفس تو برائی ہی کا حکم دینے والا ہے لیکن میرے رب کی رحمت اس کو برائی سے بچا دیتی ہے۔

۳۔ اِلَّا حرف استثناء مَا مصدر یہ زمانیہ

اِی اِنَّ النَّفْسَ لَا مَادَّةٌ بِالسُّوَاءِ فِي كُلِّ وَقْتٍ اِلَّا فِي وَقْتِ رَحْمَةِ رَبِّي۔ یعنی بے شک نفس تو ہر وقت برائی ہی کا حکم دیتا ہے سوائے اس وقت کے کہ جب میرے رب کی رحمت ہو شروع آیت ۵۲ سے اختتام آیت ۵۳ تک اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ کلام حضرت یوسف کا ہے یا کہ زلیخا کا۔ مجاہد۔ سعید بن جبیر۔ عکرمہ۔ ابن ابی الہذیل۔ ضحاک۔ حسن۔ قتادہ اور سدی قائل ہیں کہ یہ حضرت یوسف کا کلام ہے اور وہ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ شانِ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں کلام میں جو نیک نفسی۔ عالی ظرفی۔ فروتنی اور خدا ترسی بول رہی ہے وہ خود گواہ ہے کہ ہر فقرہ اس زبان سے نکلا ہوا نہیں ہے جس سے هَيْتَ لَكَ وغیرہ الفاظ نکلے تھے ایسے پاکیزہ کلمات تو حضرت یوسف

ہی کی زبان مبارک سے نکل سکتے تھے۔

دوسری طرف امام ماوردیؒ - ابن تیمیہؒ اور ابن کثیر کے مطابق واقعہ کے سیاق و سباق اور معنوی لحاظ سے اَلْثَّنُ حَصْحَصَ الْحَقُّ سے لے کر غَفُورٌ رَحِيمٌ تک زینجا کا کلام ہی ہو سکتا ہے۔
۱۲: ۵۴ = اَسْتَخْلِصُهُ لِنَفْسِي - میں اس کو خالص کر لوں اپنی ذات کے لئے - یعنی میں اس کو ذاتی مشیر بنالوں - اَسْتَخْلِصُ اِسْتِخْلَاصًا (استفعال) سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے = حَقَلَمَ - ماضی واحد مذکر غائب - هُ ضمیر مفعول اس کا مرجع یوسف علیہ السلام ہے - اس (حضرت یوسف) نے اُس (حضرت یوسف) سے کلام کیا - گفتگو کی -

= مَكِينٌ - صاحب منزلت - معزز - محترم - مرتبہ والا - كَوْنٌ مصدر مَكِينٌ صفت مشبہ
۱۲- ۵۶ = مَكَّنَا - ماضی جمع متکلم - تَمَكَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر - ہم نے اس کو جلاؤ عطا کیا با اقتدار بنایا -

= يَتَّبِعُوا - وہ اترے - فروکش ہوئے - تَبَوَّءُ (تَفَعَّلَ) مصدر - مضارع واحد مذکر غائب - ب وء مادہ کے حروف ہیں -

= مِنْهَا - میں ہا ضمیر کا مرجع (الارض) (ارض مصر) ہے -

= نُصِيبُ - مضارع جمع متکلم (افعال) اَصَابَ يُصِيبُ اِصَابَةً - ہم سرفراز کرتے ہیں ہم پہنچاتے ہیں - صَوَّبَ مادہ -

۱۲: ۵۸ = مُنْكَرُونَ - اسم فاعل جمع مذکر - اِنْكَارٌ مصدر - نہ پہچاننے والے - ناواقف - نہ ماننے والے - انکار کرنے والے -

۱۲: ۵۹ = جَعَزَهُمْ - اس نے ان کے لئے تیار کر دیا - جَعَزَ يُجْعِزُ (تفعیل) سے بمعنی سامان تیار کر دینا - ماضی واحد مذکر غائب - هُ ضمیر جمع مذکر غائب (برادرانِ یوسف کے لئے) جَعَزَ - سامان - مال و اسباب - ساز و سامان -

= اِيتُونِي - ب - اَتَى يَأْتِي اِتْيَانٌ (ضرب) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر - جب اس کے صلہ میں ب - آئے تو متعدی ہو جاتا ہے - اِتَيْتُ ب - میرے پاس لا - اِتْتُونِي بِاِخْ لَكُمْ اپنے بھائی کو میرے پاس لاؤ - نِی میں نون وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم اتی مادہ -
= اُوْنِي - مضارع واحد متکلم - میں پورا کرتا ہوں - میں پورا کروں گا -

اُوْنِي يُوْنِي اِيفَاءٌ (افعال) اُوْنِي بِالْوَعْدِ - وعدہ پورا کرنا - اُوْنِي الشَّذَّ نذر پوری کرنا - اُوْنِي الْكَيْلَ پیمانہ پورا ماپنا - وَفَى مادہ -

= الْمُنْزِلِينَ - اسم فاعل - ج مذکر - انْزَالٌ مصدر - مہمان ٹھہرانے والے - اتار نیوالے -
(کہ مہمان کہ اس کی سواری - گھوڑا - اونٹ وغیرہ سے خیر مقدم کرتے ہوئے اتاراجاتا ہے)
لہذا میزبان کو مُنْزِلٌ کہتے ہیں -

= كَيْلٌ - غلہ - الْكَيْلُ غلہ سے پیمانہ بھرنا -

۶۰:۱۲ لَا تَقْرَبُونَ - فعل نہی - جمع مذکر حاضر - نون وقایہ - ضمیر متکلم محذوف - تم میرے پاس مت
آؤ - تم میرے نزدیک مت پھٹکو -

۶۱:۱۲ = سَتْرًا وُدٌ - مضارع جمع متکلم - مَوَادَّةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر - دَوَّدَ مادہ - ہم پھیر
کی کوشش کریں گے - نیز ملاحظہ ہو ۲۳:۱۲ -

= تَعْلَوْنَ - لام تاکید کے لئے - اور ہم ضرور کریں گے -

۶۲:۱ = لِفَتَيَانِهِ - جمع - فتی - واحد لام حرف جر - فِتْيَانٌ مضاف - ضمیر واحد مذکر
غائب مضاف الیہ - اپنے خادموں سے - فتی - بمعنی غلام - جوان - سخی -

= اِحْعَاؤُا - رکھ دو - بِنَادُو - جَعْلٌ سے امر جمع مذکر حاضر -

= بِسَاعَتِهِمْ - مضاف مضاف الیہ - ان کی پونجی - ان کا سامان تجارت - ملاحظہ ہو ۱۹:۱۲ -

= وَحَالِهِمْ - مضاف مضاف الیہ - ان کی خرجتیں - ان کے کجافے - بمراد - ان کے سامان
ہیں - ان کے مال و اسباب میں -

اصل میں اونٹ پر سواری کے لئے جو چیز رکھی جاتی ہے یعنی پالان وغیرہ - اس کو دَحْل
کہتے ہیں - مجازاً منزل - مسکن - خرجتیں اور سامان سفر کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے
دَحْلِہ اس کا اسباب سفر - اس کا کجاوہ -

= اَنَلَهُمْ يَعْرِفُونَهَا هَا - ضمیر واحد مؤنث غائب - بِصَاعَةٍ (بِصَاعَتِهِمْ) کی طرف
راجع ہے ای لعلہم یعرفون حق ردھا - یعنی جب وہ اپنی پونجی اپنے اسباب میں دیکھیں
و اخلاقی طور پر اس کے واپس کرنے کے حق کو یاد کریں کہ اس کے بدلہ میں غلہ تو ہم لے آئے
ہیں یہ نقدی غلہ دینے والوں کا حق ہے جو انہیں واپس ہونا چاہئے -

۶۳:۱۲ = نَكْتَلُ - مضارع مجزوم - جمع متکلم - اِكْتِيَالٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر - ہم ناپ بھر
غلہ لے لیں -

۶۴:۱۲ = اَمْنُكُمْ عَلَيْكُمْ - اَمْنٌ - مضارع واحد متکلم اَمِنَ (سَمِعَ) اَمِنٌ و
اَمَانٌ وَاَمْنَةٌ سے - اَمِنَ عَلَى کسی چیز کو کسی کی حفاظت میں دینا - اَمْنُكُمْ عَلَيْكُمْ میں اس کو

تمہاری حفاظت میں دیدوں۔ اس کو تمہارے سپرد کردوں۔

كَمَا اَمْنْتُكُمْ عَلَىٰ اَخِيهِ مِنْ قَبْلُ۔ جیسا کہ میں نے تمہیں محافظ بنایا تھا اس کے بھائی پر اس سے پہلے (کیونکہ اس وقت بھی ان بھائیوں نے ہی کہا تھا کہ وَرَقَالَهُ لِحَافِظُونَ۔ آیت ۱۲)

= قَالَ لَهُ خَيْرٌ حَافِظًا۔ حَافِظًا۔ منصوب بوجہ تمیز ہے یا بوجہ حال کے۔ جملہ میں ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے (تم کیا حفاظت کرو گے بہترین محافظ تو اللہ ہی ہے) ۶۵:۱۲ = مَا بَنَعِي۔ بَنَعِي۔ مضارع جمع معکلم۔ بَنَعِي يَبْنَعِي (ضَرَبَ) بَنَعِي سے۔ اس کے معنی کسی چیز کی طلب میں درمیانہ روی کی حد سے تجاوز کرنا کے ہیں خواہ تجاوز کر کے یاد کر کے۔ گوشت میں بَنَعِي کا لفظ محمود اور مذموم دونوں قسم کے تجاوز پر بولا جاتا ہے مگر قرآن میں اکثر جگہ مذموم کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مَا بَنَعِي میں مَا نفی کے لئے بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے۔ ہم نے بادشاہ کی تعریف میں اور اس کے احسان و کرم نوازی میں حد سے تجاوز نہیں کیا تھا۔ اور یہ اس کا ثبوت ہے کہ اس نے ہماری نقدی بھی واپس کر دی ہے۔

يَا مَا اسْتَفْهَمِيہ ہے اِیْ اِیْ شَيْءٍ نَطْلُبُ دَرَاءَ هَذَا۔ اس سے زیادہ ہمیں اور کیا چاہئے کہ بادشاہ نے ہمیں غلہ بھی پورا دیا اور ہماری نقدی بھی واپس کر دی۔

= نَمِيرُ۔ مَا رَیْمُرُ مَمِيرُ (باب ضَرَبَ) سے مضارع جمع متکلم

النَمِيرُ۔ مصدر خوراک۔ کھانا۔ مَا رَیْمَالَهُ۔ عیال کے لئے خوراک لانا۔ النَمِيرُ اسم فاعل خوراک لانے والا۔ نَمِيرُ اَهْلَنَا ہم اپنے اہل خانہ کے لئے خوراک لائیں گے۔

= نَزَدَا دُكَيْلَ بَعِيرٍ۔ ایک اونٹ کا بوجھ غلہ زیادہ لائیں گے۔

= ذَلِكْ كَيْلُ یَسِيرٍ یہ غلہ آسانی سے مل جاوے گا۔

۶۶-۱۲ = مَوْثِقًا۔ مصدر منصوب۔ دُثُوْقٌ بھی مصدر ہے۔ بختہ پیمان۔

مَوْثِقٌ۔ مضبوط عہد۔ دُثُوْقٌ مادہ۔ دُثُوْقٌ یُوْثِقُ (باب حسب)

= لَتَا تَنْتَنِی بِہ۔ لام تاکید بانون تفتیلہ۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تم اس کو میرے پاس ضرور لے آؤ گے

= یُعَاطِبُکُمْ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اَحَاطَہ سے۔ احاطہ کر لینا۔ گھیرے میں لینا گھیر لینا۔ بجز اس کے کہ تم گھیرے میں آ جاؤ۔ تمہارا احاطہ کر لیا جائے۔ تم کو بے بس کر دیا جائے

== یَبْنِي - یہ مادہ ب ن ی سے مشتق ہے یا حرفِ ندا۔ بَنِي مضاف مضاف الیہ مل کر منادی بَنَيْتُ ابْنِي بِنَاءً وَبْنِيَّةً وَبْنِيًّا کے معنی تعمیر کرنے کے ہیں قرآن مجید میں ہے وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (۲۰: ۷۸) اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے ابْنُ (بیٹا) بھی اسی سے ہے یہ اصل میں بَنِي تھا۔ اس کی جمع ابْنَاءُ اور تصغیر بُنْيَی آتی ہے بیٹا بھی چونکہ اپنے باپ کی عمارت ہوتا ہے اس لئے ابْنُ کہا جاتا ہے کیونکہ باپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا بانی بنایا ہے اور بیٹے کی تخلیق میں باپ بمنزلہ معمار کے ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جو دوسرے کے سبب اس کی تربیت - دیکھ بھال اور نگرانی سے حاصل ہو اے اس کا ابْنُ کہا جاتا ہے۔ نیز جسے کسی چیز سے لگاؤ ہو اے بھی اس کا ابْنُ کہا جاتا ہے۔ مثلاً فُلَانُ ابْنُ حَدِيبٍ فلاں جنگ جو ہے۔

بَنِي اصل میں بَنِيُون - بَنِيُون (ابْنُ کی جمع بحالت رفع) تھا۔ جب اس جمع مذکر سالم کو یائے مشکلم کی طرف مضاف کیا تو جمع کا نون بوجہ اضافت گر گیا۔ بَنِيُوِي ہو گیا۔ اب واو اور ی جمع ہوئے واو ساکن تھا اس لئے بقاعدہ مَرْمِيٌّ واو کو ی سے بدل کر ی کو ی میں او غام کیا ی ماقبل واو کے ضمہ کو حرف ماقبل ن کو دیا اور ی کی رعایت سے ن کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا اور ی کو گرا دیا۔ بَنِي رَہ گیا۔ یَبْنِي - اے میرے بیٹو۔

== مَا أُغْنِي - مَا نَفِي کے لئے ہے أُغْنِي اِغْنَاءُ (اِفْعَالٌ) سے مضارع واحد متکلم۔ اَغْنِي عَنْهُ دور کرنا۔ مَا أُغْنِي عَنْكَ - میں تم کو دور نہیں کر سکتا۔ میں تم کو بے نیاز نہیں بنا سکتا۔ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ - اللہ سے کسی شے میں۔ میں کسی شے میں تم کو اللہ سے بے نیاز نہیں کر سکتا (یعنی ہوگا تو وہی جو اللہ کو منظور ہے میری نصیحت کا مطلب یہ نہیں کہ تم اب مشیتِ ایزدی سے بے نیاز ہو جاؤ)

== اِنَّ الْحُكْمَ مِیْنِ اِنِّ نَافِیْہ -

== عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میرا توکل ہے۔

۶۸: ۱۲ = مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ - میں یُغْنِي کا فاعل حضرت یعقوب کی رائے ہے یا ان کا متفرق طور پر مصر میں داخل ہونا۔ یعنی حضرت یعقوب کی رائے یا ان کا علیحدہ علیحدہ ہو کر شہر مصر میں داخل ہونا ان کو تقدیر الہی سے نہ بچا سکا۔

== اِلَّا حَاجَةً - استثناء منقطع۔ سوائے اس کے کہ یہ ایک خواہش تھی حضرت یعقوب کے دل کی۔ حَاجَةً - خواہش۔ ارمان۔ ضرورت۔ غرض۔ اس کی جمع حَاجَاتٌ وَحَوَائِجٌ = قَضَہَا۔ ماضی واحد مذکر غائب ہا ضمیر مفعول برائے حَاجَةٍ۔ قَضَى یَقْضِی (ضرب)

قَضَاؤُ مُصَدَّر۔ پورا کرنا۔ حاجت پوری کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم دینا۔ وغیرہ۔

قَضَاهَا۔ جس کو اس نے پورا کیا۔

= اِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ۔ جو علم ہم نے اس کو دیا تھا اس کی وجہ سے وہ صاحب علم تھے۔ یعنی خوب جانتے تھے کہ انسانی تدبیر قضاۃ الہی کو ٹال نہیں سکتی لیکن مقصد کے حصول کے لئے اسباب کا مہیا کرنا ہر شخص پر فرض ہے نتیجہ تقدیر ایزدی پر منحصر ہے۔

۱۲: ۶۹ = اُدِی۔ اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اِیَوَاءُ (اِفْعَالُ) سے ماضی واحد مذکر غائب الْمَاوِی۔ اُوئی یا اُوئی (ضَرْبِ) اُوئی۔ مَادُوئی۔ جس کے معنی کسی جگہ نزول کرنے یا پناہ حاصل کرنے کے ہیں۔ اُدِی یا اُوئی اِلٰی۔ کسی کے پاس اترنا۔ کسی کے ساتھ مل جانا۔ اُدِی (اِفْعَالُ) کسی کو جگہ دینا۔ جیسا کہ آیہ ہدائیں ہے۔ اس کا مضارع یُووِی ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَ تُووِی اِلَیْكَ مَنْ تَشَاءُ (۵۱: ۲۳) اور جسے چاہو اپنے پاس ٹھکانہ دو۔

اُدِی اِلَیْهِ اَخَاہُ۔ اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔

= لَا تَبْتَئِسْ۔ فعل بنی واحد مذکر حاضر۔ اِبْتَئَسَ (اِفْتِعَالُ) سے۔ تو غمگین نہ ہو۔ تو غم نہ کھا۔ (ملاحظہ ہو ۱۱-۳۶) یُوسُفُ مادہ

= جَعَزَهُمْ بِجَهَادِهِمْ۔ ان کا سامان تیار کر دیا۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۵۹)

= السَّقَايَةِ۔ پانی پینے کا برتن۔ صَوَاعُ (پینے کا بڑا جام) صَاعُ پیمانہ کو بھی کہتے ہیں

= رَحْلٍ۔ شلیتہ۔ خرچن۔ کجاوہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۶۲)

۱۲: ۷۰ = الْعِیْرُ۔ قافلہ۔ کارواں یہ نوٹ ہے۔ اور عَادَ يَعِیْرُ سے مشتق ہے اس کی جمع عِیْرَاتُ اور عِیْرَاتُ ہے۔

صاحب المفردات لکھتے ہیں۔ الْعِیْرُ۔ قافلہ جو غنائی سامان لا کر لاتا ہے اس میں یہ لفظ عند بردار اونٹوں اور ان کے ساتھ جو لوگ ہوتے ہیں ان کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے مگر کبھی اس کا استعمال صرف ایسے اونٹوں کے لئے اور کبھی صرف ایسے لوگوں کے لئے بھی ہوتا ہے۔

۱۲: ۷۱ = تَفَقَّدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم گم کر رہے ہو۔ تم کھو رہے ہو۔

مَاذَا تَفَقَّدُوْنَ۔ تمہاری کونسی چیز گم ہو گئی ہے فَقَدَ مصدر (باب ضَرْبِ) تَفَقَّدَ (باب تَفَعَّلِ) اس نے جستجو کی۔ اس نے تلاش کیا۔ اس نے خبر لی۔ اس نے حاضری لی۔

و تَفَقَّدَ الطَّيْرَ (۲۰: ۲۷) اس نے پرندوں کی حاضری لی۔

۱۲: ۷۲ = تَفَقَّدَ صَوَاعَ الْمَلِكِ۔ ہم نے بادشاہ کا پیمانہ گم کر دیا ہے۔ مَفْقُودٌ گم شدہ

وَلَمِنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ۔ جو شخص اس کو لا کر دے گا (اس کے لئے) ایک بار شتر (علم) العام ہے۔

زَعِيمٌ۔ ذمہ دار۔ ضامن۔ زَعَامَةٌ۔ ضمانت دینا۔ ذمہ لینا۔ کفیل ہونا۔ زَعِيمٌ کی جمع زُعَمَاءُ ہے۔

۴۳:۱۲ = تَاللّٰہُ۔ خدا کی قسم۔ ت یہاں واڈ یا باء کے بدلے میں ہے۔

۴۵:۱۲ = فَهُوَ جَزَاءُكَ۔ وہ خود اپنی سزا ہے۔ یعنی چوری کی سزا میں خود چور صاحب مال کا غلام بن جائے گا۔

۴۶:۱۲ = بَدَأَ۔ اس نے شروع کیا۔ اس نے ابتداء کی۔ بَدَءٌ سے باب فتح ماضی واحد مذکر غائب۔ فعل میں فاعل کی ضمیر کا مرجع کون ہے۔ اس کے متعلق دو مختلف اقوال ہیں۔ (۱) اس کا مرجع المؤذن ہے۔ پکارنے والا۔ یعنی جس نے پہلے پکار کر کہا تھا۔ ایتھا العبرائیکم لَسَارِقُونَ (آیہ: ۴۰) (۲) اس کا مرجع حضرت یوسفؑ ہیں کیونکہ تلاش کے لئے وہ قافلہ کو بادشاہ کے حضور لے آئے تھے اور حضرت یوسفؑ نے خود ان کے متاع کی تلاشی لی اور اپنے سامنے دوسروں سے تلاشی کروائی قَبْلَ دَعَاءِ اَخِيهِ اپنے بھائی کے سامان (کی تلاشی) سے پہلے میں اَخِيهِ کی ضمیر واحد مذکر غائب بلا شک و شبہ حضرت یوسفؑ کی طرف راجع ہے جس سے اس امر کو تقویت پہنچتی ہے کہ بَدَأَ کے فاعل حضرت یوسفؑ خود تھے۔

= اَدْعِيَّتِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَدْعِيَّةٌ دَعَاءٌ کی جمع ہے دَعَاءٌ اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز بحفاظت رکھی جائے۔ شلیتہ۔ خرجی۔

الْوَعْيُ (ض) کے معنی عموماً بات وغیرہ کو یاد کر لینا کے ہیں۔ جیسے وَعَيْتُهُ فِي نَفْسِي میں نے اسے یاد کر لیا۔ قرآن مجید میں ہے لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا اُذُنٌ ذَاعِيَةٌ (۶۹: ۱۲) تاکہ اس کو تمہارے لئے یادگار بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد کریں۔ اِلَّا اِلْعَاءُ (اِنْفَاع) کے معنی سادو سامان کو دَعَاءِ (ظرف) میں محفوظ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے جَمَعَ فَاَدْعٰی (۴۰: ۱۸) مال جمع کیا اور اس کو بند رکھا۔ اَلْوَعَاءُ کے معنی بوری یا تھیلا جس میں دوسری چیزیں اکٹھی کر کے رکھی جائیں۔ اس کی جمع اَدْعِيَّةٌ ہے۔

= اِسْتَخْرَجَهَا۔ اس کو نکالا۔ اس کو نکالوایا۔ اِسْتَخْرَاجٌ (اِسْتِغْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ہا ضمیر مؤنث غائب اس کا مرجع السقایۃ ہے یا صَوْلٌ غ ہے جو مذکر مؤنث

ہر دو کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔

= كَذَبْنَا۔ ماضی جمع محکم كَيْدٌ۔ مصدر (باب صنوب) ہم نے خفیہ تدبیر کی۔
= دِينَ۔ قانون۔ مَا كَانَ لِيَاخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ۔ بادشاہ مصر کے قانون کے مطابق حضرت
یوسفؑ اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہاں چوری کی سزا جرمانہ اور تازیانہ تھی۔ لیکن یہ مشیت
ایزدی تھی کہ برادرانِ یوسف نے کہہ دیا کہ ہم چور کو وہی سزا دیں گے جو ہم خود دیتے ہیں۔ یعنی چور کا صاحب
مال کا غلام بن جانا۔

= نَوَقَّ دَرَجَاتٍ مِّنْ لَّشَاءٍ۔ ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں۔ یہاں علمی درجے مراد ہیں
جو حضرت یوسف کو اپنے بھائیوں کی نسبت اللہ کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔

= وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ اور ہر صاحب علم پر ایک دوسرا علمی فوقیت رکھتا ہے تا آنکہ
یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ پر جا ختم ہوتا ہے کہ علم کی ابتداء بھی اسی سے ہے اور انتہا بھی اسی پر ہے۔

۱۲: ۷۷ = اَسْرَهَا۔ اَسْرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِسْوَادٌ (افْعَالٌ) سے۔ اس نے چھپایا
اس نے چھپاتے رکھا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اس ضمیر کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
(۱) یہ اس قول کی طرف راجع ہے جو بعد میں آرہا ہے یعنی اَنْتُمْ سَوَّيْتُمْ مَكَانَاتِیْ کے الفاظ آپ نے
اپنے دل میں کہے اور ان کو ان پر ظاہر نہ کیا۔ بعض نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ اس بنا پر کہ یہ طریق
غیر مستعمل ہے۔

(۲) ضمیر اجابت کی طرف راجع ہے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا جواب دل میں چھپائے رکھا
اور ان پر ظاہر نہ کیا۔

(۳) ضمیر ان کے قول (مقالہ۔ گفتگو) کی طرف راجع ہے۔ یعنی انہوں نے یوسفؑ کے سارق ہونے
کے متعلق جو بات کہی وہ انہوں نے اس کی حقیقت کو اپنے دل میں چھپائے رکھا۔ اور ان پر ظاہر نہ کیا
(۴) ضمیر محذوف کی طرف راجع ہے یعنی یوسف علیہ السلام نے اپنے غصہ اور کبیدہ خاطر کی وجہ ان کے
قول کے نتیجہ میں پیدا ہوئی چھپائے رکھا اور ظاہر نہ کیا۔

= لَمْ يُبْدِهَا۔ لَمْ يُبْدِ مضارع نفی جہد لَمْ اصل میں يُبْدِي تھا۔ یہی بوجہ عمل لَمْ (اجتماع
ساکنین) گر گئی۔ اس نے اس کو ظاہر نہ کیا۔ هَا ضمیر کے متعلق اوپر اَسْرَهَا میں ملاحظہ ہو۔
= قَالَ۔ اِی قَالَ فِي نَفْسِهِ۔ اپنے جی میں کہا۔

= اَنْتُمْ سَوَّيْتُمْ مَكَانَاتِیْ۔ تم بہت بری جگہ ہو۔ تمہاری پوزیشن تو بہت ہی بری ہے (کہ تم نے
اپنے بھائی کو باپ سے چرایا اور اپنی بریت کے لئے طرح طرح کی کذب بیانی کی)

= تَصِفُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم بیان کرتے ہو۔ تم بتاتے ہو۔ وَصَفْتُ (باب ضرب) ۱۲: ۹ = مَعَاذَ اللَّهِ۔ مَعَاذَ مصدر میمی ہے اور اسم ہے اور مضاف اللہ مضاف الیہ۔ اللہ کی پناہ۔ تقدیر کلام۔ نَعُوذُ بِاللَّهِ مَعَاذًا مِمَّنْ اَنْ تَأْخُذَ۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم کسی آدمی کو پکڑ رکھیں (ما سوا اس آدمی کے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے) = اِذَا۔ حرف جزا ہے اصل میں اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں جواب اور جزاء کے لئے آتا ہے۔

= لَظَلِمُونَ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے۔

= اِسْتَيْسَسُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ مایوس ہو گئے اِسْتَيْسَسُوا (اِسْتَيْفَعَالُ) سے ی و س حروف مادہ۔ ویسے ثلاثی مجرد سے یَسِسُ (سَمِعَ) بھی انہیں معنوں میں آتا ہے لیکن باب استفعال سے اور ت مبالغہ کے لئے زائد لائے ہیں۔

= خَلَصُوا۔ خَلَصَ يَخْلُصُ (نَصَرَ) ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ الگ بیٹھے۔ وہ اکیلے بیٹھے۔

= نَجَّيَا۔ خَلَصُوا کی ضمیر جمع مذکر سے حال ہے۔ بوجہ مصدر ہونے کے حال ہے۔ باہم سرگوشی کرتے ہوئے۔ باہم مشورہ کرتے ہوئے (یعنی الگ ایک طرف جا کر مشورہ کرنے لگے) نَجَّوْا سرگوشی = مَفَرَّطُمْ فِي يَوْسَفَ۔ میں مَازائدہ ہے اور جملہ حالیہ ہے۔ فَرَّطَ يَفْرِطُ تَفْرِيطًا۔ (تَفَعِيلُ) (افعال) کے معنی حد سے بہت زیادہ تجاوز کر جانا۔ اور تَفْرِيطُ (تَفَعِيلُ) کے معنی حد سے بہت پیچھے رہ جانا۔ معنی کوتاہی کرنا۔

وَمِنْ قَبْلُ مَفَرَّطُمْ فِي يَوْسَفَ اور اس سے قبل تم یوسف کے بارہ میں کوتاہی کر چکے ہو۔ قصور کر چکے ہو۔

قرآن میں اور جگہ آیا ہے۔ مَفَرَّطُنَا فِي الْكِتَابِ (۶: ۳۸) ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ میں) کسی چیز کے لکھنے میں کمی نہیں کی۔

= لَنْ اُبْرَحَ۔ مضارع نفی تاکید بَلَنْ۔ واحد مستکمل۔ منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ يَبْرَحُ (سَمِعَ) کسی جگہ سے ہٹنا۔ پلٹنا۔ میں (یہاں سے) نہیں ہٹوں گا۔ اَلَا رَأَيْتَ۔ میں اس سرزمین مصر سے نہیں ہٹوں گا۔

= يَحْكُمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ فیصلہ کرے۔

۱۲: ۸۱ = وَمَا شَهِدْنَا اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا۔ ہم تو شاہد صرف اتنے ہی کے تھے جتنا ہم جانتے تھے

یعنی بنیامین کے متعلق قول و قرار دیتے وقت تو ہم نے صرف اتنی ہی ذمہ داری لی تھی جتنی ہمارے ظاہر علم میں آ سکتی تھی۔

= حَفِظِينَ۔ حافظ کی جمع بحالت نصب وجر۔ حفاظت کرنے والے۔ نگہبانی کرنے والے
وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَفِظِينَ۔ یعنی جو کچھ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوا۔ اس کے متعلق ہم کیا حفاظتی
قدم لے سکتے تھے۔ (یعنی بنیامین کا پیاناہ چرانا نہ ہمارے روبرو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوا اور نہ ہی
کسی اور طریقہ سے ہمارے علم میں آیا۔ لہذا ہم غائب کے متعلق کوئی حفاظتی قدم نہ لے سکتے تھے۔

۱۲:۸۲ = الْفُرْيَةِ۔ بستی۔ بستی کے رہنے والے اس کی جمع فُرُی ہے جو کہ جمع سماعی نہیں ہے
قیاسی ہے۔ کیونکہ قیاسی جمع فَعْلَةٍ کی فِعَالٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے ظَبْيَةٍ کی جمع ظَبَاؤُہ ہے
= الْعَيْرُ۔ قافلہ۔ کارواں۔ عَارَ يَعِيرُ سے مشتق ہے جس کے معنی چلنے کے ہیں یہ مؤنث ہے اور
اس کی جمع عَيْرَاتٌ ہے۔

= أَقْبَلْنَا فِيهَا۔ جس میں ہم آئے ہیں۔ أَقْبَلَ (افعال) سے بمعنی آگے آنا۔ متوجہ ہونا۔ رُخ کرنا
۱۲:۸۳ = بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا۔ ملاحظہ ہو ۱۲:۸۱۔

= بِهْمُ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب آئی ہے کیونکہ اس وقت حضرت یعقوبؑ کے تین بیٹے جدا تھے۔
حضرت یوسف۔ بنیامین۔ اور یہودا جس نے کہا تھا کہ میں تو اس ارض مصر سے نہیں ہٹوں گا۔ جب تک
کہ میرا باپ مجھے اجازت نہ دے یا اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ نہ کر دے۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۸۰۔

۱۲:۸۴ = تَوَلَّى عَنْهُمْ۔ اس نے ان سے منہ پھیر لیا

= يَا سَفِي۔ اصل میں يَا أَسْفَى تھا۔ یا اے مستکلم کو بوجہ تخفیف الف سے بدل دیا۔ ہائے
افسوس۔ والا سَفِ اشد الحزن علی ما فات۔ الا سَفِ کسی کھوئی چیز پر شدتِ غم کو
کہتے ہیں۔

صاحب المفردات نے لکھا ہے کہ۔ الا سَفِ۔ حزن اور غضب کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔
اور کبھی الا سَفِ کا لفظ حزن اور غضب میں سے ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے۔ اصل میں اس کے
معنی جذبہ انتقام سے خونِ قلب کے جوش مارنے کے ہیں۔ اگر یہ کیفیت اپنے سے کمزور آدمی پر پیش
آئے تو پھیل کر غضب کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور اگر اپنے سے طاقت ور آدمی پر ہو تو منقبض ہو کر
حزن بن جاتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے حُزن اور غضب کی حقیقت دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ لفظ
دو ہیں اور ان کی اصل ایک ہی ہے۔ جب کوئی شخص اپنے سے کمزور کے ساتھ جھگڑتا ہے تو غیظ

و غصب کا اظہار کرتا ہے اور حیب اپنے سے قوی کے ساتھ جھگڑتا ہے تو داویلا اور غم کا اظہار کرتا ہے
یا سَفٰی اَعْلٰی یُوسُفَ میں تہنیں لفظی ہے جو کلام کی لطافت اور خوبصورتی کو دوبالا کرتی ہے اس کی
اور مثالیں یہ ہیں اُوْهُمُ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْتَوْنَ عَنْهُ (۲۶:۶) اور وہ (دوسروں کو) اس
سے روکتے ہیں اور خود بھی، اس سے الگ رہتے ہیں

(۲) مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ - وَجُئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَقِيْنٍ (۲۲:۲۷) اور میں آپ کے پاس
ملکِ سبأ کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں۔

= كَظِيْمٌ - صفت مشبہ - مفرد یعنی كَاظِمٌ - كَظَمٌ - مصدر (ضرب) سخت غمگین جو اپنے
غم کو گھونٹ کر رکھے - ظاہر نہ کرے - اَلْكَظْمُ اصل میں مخرج النفس یعنی سانس کی نالی کو کہتے ہیں
چنانچہ محاورہ ہے اَخَذَ بِكَظْمِهِ اس نے اس کی سانس کی نالی کو پکڑ لیا یعنی غم میں مبتلا کر دیا۔
اَلْكَظْمُ - سانس رکنے کو کہتے ہیں اور خاموش ہو جانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے
كَظِمَ فَلَانٌ - اس کا سانس بند کر دیا گیا (مراد نہایت غمگین ہونا ہے) كَظَمَ الْخَيْطَ کے
معنی غم روکنے کے ہیں جیسے وَالْكَاطِمِيْنَ الْخَيْطَ (۱۳۴:۳) اور غصے کو روکنے والے ہیں۔
مَكْظُوْمٌ - مَعْلُوْمٌ مِنَ الْحُذُوْنِ - غم و اندوہ سے لبریز مگر لبوں پر خاموشی کی مہر۔
۱۲: ۸۵ = تَاللّٰہِ - خدا کی قسم - بخدا۔

= تَفْتَنُوْا - اصل میں لَا تَفْتَنُوْا تھا۔ افعال ناقصہ میں سے ہے چونکہ آیت میں تَاللّٰہِ تَفْتَنُوْا
ہے اس لئے حرفِ نفی حذف ہو گیا۔ کیونکہ قسم کے ساتھ جب علامت اثبات نہیں ہوتی تو وہ نفی
پر محمول ہوتی ہے۔ لَا تَفْتَنُوْا اِی لَا تَزَالُ - تو ہمیشہ رہتا ہے تو ہمیشہ رہیگا۔ تَاللّٰہِ تَفْتَنُوْا
تَذْكُرُوْا یُوسُفَ بخدا آپ تو یوسف (علیہ السلام) ہی کی یاد میں لگے رہیں گے۔

= حَوْضًا - مضاعف - بے کار - بیمار - جو چیز نکمی اور بے کار ہو جائے اور درخور اعتناء نہ ہے
در اصل یہ مصدر ہے - حَوْضٌ یَّحْوِضُ (سمع) حَوْضًا - باب نصر - ضرب سے
بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے - مصدر حَوْضٌ وَحَوْضٌ - بری بیماری میں مبتلا ہو کر
لاغر و ناتواں ہونا۔

= اَلْهَالِکِیْنَ - اسم فاعل - جمع مذکر (ضرب - سمع - فتح) ہلاک ہوئے - مرنے والے۔
۱۲: ۸۶ = اَشْکُوْا - اَشْکُوْا سے مضارع واحد مشکلم - میں کھولتا ہوں - میں شکوہ کرتا ہوں
میں اظہار غم کرتا ہوں - شَکَا - اَشْکُوْا شَکَوْتُ وَشَکَاوَةٌ وَشِکَايَةٌ شکایت کرنا۔
وَتَشْکِیْ اِلٰی اللّٰہِ (۱: ۵۸) اور خدا سے شکایت (سج و ملال) کرتی ہے۔

= بَتِّیٰ - مضاف مضاف الیہ بَتِّیٰ اس انتہائی حزن و ملال اور غم کو کہتے ہیں جس کو انسان ہزار کوشش کے باوجود چھپانہ سکے - بَتِّیٰ میری زبوں حالی -

۸۷:۱۲ = فَتَحَسَّسُوا مِنْ - امر جمع مذکر - تم تلاش کرو - تم پتہ لگاؤ -
تَحَسَّسٌ (تَفَعَّلٌ) تَحَسَّسَ مِنْهُ - خبر دریافت کرنا - تَحَسَّسَ الْخَبْرَ - خبر معلوم کرنے کی کوشش کرنا
الْحَاسَّةُ اس قوت کو کہتے ہیں کہ جس سے عوارض حسیہ کا ادراک ہوتا ہے اس کی جمع حَوَاسُّ
ہے جس کا اطلاق مشاعر خمسہ (سمع - بصر - شم - ذوق - لمس) پر ہوتا ہے -

= لَا تَأْيِسُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - تم ناامید نہ ہو یَا سُوئے سے (باب سمع) يَتَيْسُ يَتَيْسُ
يَا سَا - اسم فاعل يَتَيْسُ (نیز ملاحظہ ہو ۸۰:۱۲)

= رَوْحُ اللَّهِ - مضاف مضاف الیہ - رَوْحٌ - فیض رحمت - راحت -

۸۸:۱۲ = دَخَلُوا عَلَيْهِ - وہ اس کے پاس گئے - (یعنی حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچے)
= مَسَّنَا الضُّرُّ - ہمیں (سخت) تکلیف پہنچی ہے - ہم سخت مصیبت میں ہیں (غلہ کی ناداری کی وجہ)
= مُزْجِلَةٌ - اسم مفعول واحد مؤنث مُزْجِی - واحد مذکر - اِزْجَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر - حقیر - قلیل
بے قدر -

= فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ - ہمیں پورا ماپ دیدیں - (یعنی اگرچہ ہماری پونجی حقیر ہے لیکن ہم غلہ کی
پوری مقدار کی درخواست کرتے ہیں) بِضَاعَةٌ مُّزْجِلَةٌ - حقیر سی قیمت -
= تَصَدَّقْ عَلَيْنَا - اے تفضل عَلَيْنَا دزدنا عَلٰی حَقِّنَا - ہم پر مہربانی کیجئے اور ہمارے حق سے
بھی ہمیں زیادہ عنایت کیجئے - اس فضل یا زیادہ کو صدقہ کہا گیا ہے اس سے حقیقی صدقہ مراد نہیں ہے
= اَلْمُتَّصِدِّقِينَ - اسم فاعل جمع مذکر - خیرات یا صدقہ دینے والے - یہاں زیادہ دینے والے - رعایت
دینے والے مراد ہیں -

۸۹:۱۲ = اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُونَ - جب تم نادان تھے - جب تم لاعلمی کی وجہ سے اپنے فعل کی
قباحت کے ادراک سے قاصر تھے - یہاں جہالت بمعنی لاعلمی آیا ہے

۹۰:۱۲ = عَاثَكَ - استفہام حیرت اور حیرانی کا ہے - کیا سچ مچ تو (یوسفؑ ہے)

= لَدَنْتَ یُوسُفَ - لام ابتدائیہ ہے - اَنْتَ مبتدأ اور یوسف اس کی خبر ہے (جملہ خبریہ ہے)
= عَلَيْنَا میں ضمیر جمع متکلم حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت بنیامین دونوں کے لئے بھی ہوتی
ہے اور جملہ برادران کے لئے بھی -

= يَتَّقِ - اصل میں يَتَّقِی - اِتِّقَاءٌ - مصدر (باب افتعال) مضارع واحد مذکر غائب بوجہ

شرط مجبوزم ہے۔ جو ڈرے گا۔ تقویٰ اختیار کرے گا

یَتَّقِ (لِیَتَّقِ) امر واحد مذکر غائب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے وَلِیَتَّقِ اللہ رَبَّہُ۔ اسے چاہئے کہ اپنے رب (اللہ) سے ڈرے۔ (۲۸۳:۲)

۱۲: ۹۱۔ اَشْرَكَ۔ اَنْتَ یُؤْثِرُ اِیْتَادُ (اِفْعَالُ) ایک چیز کو اس کے افضل ہونے کی وجہ سے دوسری پر ترجیح دینا اور پسند کرنا۔ ماضی واحد مذکر غائب کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اس نے تجھ کو فضیلت بخشی۔

قرآن میں اور جگہ آیا ہے وَ یُؤْثِرُونَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ (۹:۵۹) دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں = خَطِئْتُ۔ خَاطِئٌ کی جمع۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب وجر خطا سے۔ خطاکار۔ گنہگار خطا کرنے والے۔ چوکنے والے۔

۱۲: ۹۲ = تَثْرِیْب۔ سرزنش۔ الزام۔ گرفت۔ پکڑ۔ گناہ پر جھڑکنا۔ یا ڈانٹنا۔

۱۲: ۹۳ = فَصَلَتِ الْعِیْرُ۔ قافلہ روانہ ہوا۔

= تُفْنِدُ ذَنْبَ۔ اصل میں تفند دنی تھا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تم مجھے بہکا ہوا بتاتے ہو۔ اَلْفَنَدُ کے معنی ہیں رائے کی کمزوری۔ (باب تفعیل) سے۔ التفنید بمعنی کسی کو کمزور رائے یا فائر العقل بتانا۔

فَنَدٌ اصل میں پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں اسی سے بوڑھے کھوسٹ کو فَنَدٌ کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی عمر کی انتہا کو پہنچ چکا ہوتا ہے۔ لَوْ لَا اَنْتَ تُفْنِدُ ذَنْبَ۔ اگر تم مجھ کو یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے۔ سٹھیا گیا ہے۔ اگر تم مجھے بیوقوف خیال نہ کرو۔

۱۲: ۹۵ = ضَلَلْتُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تیرا بہکا پن۔ تیرا وہم۔ غلطی۔ تیرا فراطِ محبتِ یوسف سے بہک جانا۔

۱۲: ۹۶ = فَلَمَّا اَنَّ جَاءَ الْبَشِيرُ۔ فَلَمَّا اَنَّ میں اَنَّ زائدہ ہے اور لَمَّا کی تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جب خوشخبری دینے والا آن پہنچا۔

= اَلْقَاهُ میں کُ ضمیر واحد مذکر غائب قیص کے لئے ہے۔ اس نے اس کو ڈالا۔ اس نے قیص کو (حضرت یعقوب کے چہرہ پر) ڈالا۔

= اِذْ تَدَاذُّ (اِفْعَالُ) سے جس کے معنی ہیں اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹنا۔ مرتد وہ شخص جو کفر سے اسلام میں داخل ہو کر واپس کفر کی طرف لوٹ جائے۔

۱۲: ۹۷ = اِسْتَغْفِرُوْا۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو بخشش مانگ۔ تو مغفرت مانگ۔

تو معافی مانگ۔ لَنَا ہمارے لئے

۱۲: ۹۹ = اَدْنٰی اِلَیْہِ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ اَدْنٰی۔ اس نے اتلا۔ اس نے جگہ دی۔ اِیْوَاہُ (اِفْعَالٌ) سے۔ اَدْنٰی اِلَیْہِ۔ اپنے پاس جگہ دی۔

= اَدْخُلُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم داخل ہو جاؤ (یہ خطاب حضرت یوسف نے سب سے کیا تھا والدین و برادران سے)

۱۳: ۱۰۰ = خَرَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ خَرَّوْا سے۔ وہ گر پڑے۔

= نَزَعَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنِ اِخْوَتِیْ۔ میرے درمیان اور میرے بھائیوں کے درمیان شیطان نے ناچاقی ڈال دی تھی۔

النَّزَعُ کے معنی کسی کام کو بگاڑنے کے لئے اس میں دخل انداز ہونے کے ہیں

= اَلْبَدَدُ۔ صحرا۔

= لَطِیْفٌ۔ لطف کرنے والا۔ کرم کرنے والا۔ مہربانی کرنے والا۔ نرمی اور رحمت کرنے والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۱۲: ۱۰۱ = فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ۔ فَاطِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر فطر (باب نصر۔ ضَوْبٌ) سے عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا۔ نیست سے ہست کرنے والا۔ لغت میں فَطَرٌ کے معنی پھاڑنا ہیں اللہ تعالیٰ آسمانوں کو عدم سے پھاڑ کر وجود میں لانے والا ہے۔ اس لئے لفظ فاطر استعمال ہوا ہے۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ۔ مضاف مضاف الیہ۔

فَاطِرٌ کے نصب کی مندرجہ ذیل وجوہ ہو سکتی ہیں۔

۱، یہ آیت کے شروع میں جو لفظ رَبِّ ہے اور بطور منادی واقع ہوا ہے اس کی صفت،

۲، یہ خود منادی ہے اور اس سے پہلے یاء محذوف ہے اور بوجہ مضاف ہونے کے منصوب ہے

۱۲: ۱۰۲ = ذٰلِكَ۔ کا اشارہ ان واقعات کی طرف ہے جو قصہ یوسف میں اوپر بیان ہوئے ہیں اور یہ خطاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

= اَنْبَاِ الْغَیْبِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غیب کی خبریں۔

= نُوْحِیْہِ۔ نُوْحِیْ۔ مضارع جمع متکلم بہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہم اسے وحی کرتے ہیں ہم بذریعہ وحی آپ پر نازل فرماتے ہیں۔

= لَدَیْہِمُ۔ لَدَیْ مضاف ہُم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کے پاس۔ لَدَیْ بمعنی پاس۔ طرف۔ حقیقت میں یہ لَدُنْ (طرف) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

= أَجْمَعُوا - وہ جمع ہوئے - وہ متفق ہوئے - ماضی جمع مذکر غائب۔

= أَمَرَهُمْ - اپنی تجویز - اپنا ارادہ - اپنی بات - (کہ حضرت یوسف کو کنویں کی گہرائی میں ڈال دیں)۔

= وَهُمْ يَمْكُرُونَ - درآن حالیکہ وہ اس بابت اپنی چالیں چل رہے تھے - تدبیریں کر رہے تھے۔

أَجْمَعُوا - أَمَرَهُمْ - يَمْكُرُونَ میں ضمیر جمع مذکر غائب برادرانِ یوسف کی طرف راجع ہے

۱۲: ۱۰۳ = حَرَصَتْ - تو نے حرص کی - تو نے چاہا - حیوصی سے مذکر حاضر ماضی معروف۔

وَلَوْ حَرَصْتَ - جملہ معترضہ ہے - مبتدا اور خبر کے درمیان۔

۱۲: ۱۰۳ = عَلَيْهِ - درسِ ہدایت پر - یا قرآن کی تبلیغ پر۔

= إِنَّ - نافیہ ہے۔

= هُوَ - ای الْقُرْآنُ۔

۱۲: ۱۰۵ = كَايِّنُ - کتنی ہی، بہت سی - کثیر تعداد - تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۱۲۶

= يَمْزُزُونَ عَلَيْهَا - جن پر یہ گزرتے ہیں - (کثیر القعداد نشانیاں جو سفر زندگی میں ان کے راستہ میں

پڑتی ہیں - اور یہ ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں)۔

= مُخْرِضُونَ - روگردانی کرنے والے - منہ موڑ لینے والے - اعراض کرینوالے۔

۱۲: ۱۰۶ = أَفَأَمِنُوا - ہمت نہ ہاریا - استقامت نہ کی - آمِنُوا - وہ بے خوف ہو گئے - کیا وہ

اپنے آپ کو مطمئن محسوس کرتے ہیں - کیا وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں - آمِنٌ سے ماضی کا صیغہ

جمع مذکر غائب۔

= غَاشِيَةٌ - اسم فاعل واحد مؤنث - ہر وہ چیز جو کسی کو ڈھانک لے - یا اس پر چاروں طرف سے

چھا جائے - اس کو غاشیہ کہتے ہیں۔

غَشِيََ - يَغْشِي - غَشَى - غَشَايَةً - ڈھانکنا - چھپانا - غَشَاوَةٌ - پردہ - ڈھکنا۔

غَشَى - بمعنی بیہوشی بھی انہی معنوں میں ہے کہ ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں - جیسے کہ ان پر پردہ

پڑ گیا ہے - غ ش و - غ شہری مادہ۔

قرآن حکیم میں پردہ کے معنی میں بھی آیا ہے - وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲: ۷۷) اور ان کی آنکھوں

پر پردہ پڑا ہوا ہے - اور فُخْشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ - (۲۰: ۷۸) تو دریا (کی موجوں) نے

ان پر چڑھ کر انہیں ڈھانپ لیا (یعنی ڈوب دیا) اور فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ - (۱۱۹: ۷) سو جب وہ اس

ہمبستری کرتا ہے تو اسے حمل رہ جاتا ہے - اور اِنَّ قَاتِلَهُمْ غَاشِيَةٌ - (آیت ہذا) کہ ان پر خدا کا

عذاب نازل ہو کر ان کو ڈھانپ لے - یعنی ایسی مصیبت جو چاروں طرف سے ان پر چھا جائے - اور

گھوڑے کی جھول کی طرح ان کو ڈھانپے۔

اور كَالَّذِي يُغْشِي عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ (۱۹:۳۳) جیسے کسی پر موت سے غشی طاری ہو جائے اور هَلْ اَنَّا لَكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ (۱:۸۸) مہلاتم کو ڈھانپ لینے والی (قیامت) کا حال معلوم ہے = بَغْتَةً - یک دم - اچانک - یکایک - اَلْبَغْتُ (فتح) کے معنی ہیں کسی چیز کا یکبارگی ایسی جگہ سے ظاہر ہو جانا جہاں سے اس کے ظہور کا گمان تک بھی نہ ہو۔

۱۲:۱۰۸ = هَذِهِ سَبِيلِي - میرا طریق یہی ہے - اِی الدَّعْوَةِ اِلَى الشَّوْحِيدِ - توحید کی دعوت = اَدْعُوا - مضارع واحد متکلم - دَعْوَةً سے - میں بلاتا ہوں = بَصِيرَةً - دلیل - سمجھ - بنیائی - یہاں بمعنی دلیل ہے۔

اَدْعُوا اِلَى اللّٰهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ اَنَّا دَمِنَ اَتَّبَعْنِي - میں علیٰ بَصِيرَةٍ جار مجرور مل کر حال ہے اَدْعُوا کی ضمیر واحد متکلم کا۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم کی تاکید میں ہے اور دَمِنَ اَتَّبَعْنِي - ذوالحال پر عطف ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میں اور وہ جو میری پیروی کرنے والا ہے ایک واضح دلیل پر ہیں - یعنی اس راہ پر علی وجہ البصیرت قائم ہیں۔

۱۲:۱۰۹ = وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوحِيْ اِلَيْهِمْ مِنْ اَهْلِ الْقُرَى - یعنی ہم نے تجھ سے قبل بھی بستیوں کے باسیوں میں سے ہی انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا۔ اور انہی کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ یعنی یہ سب انسان (بشر) تھے اور شہروں کے بسے ولے تھے جنہیں ہر ایک جانتا تھا۔ = اَفَلَمْ يَسِيرُوا - (کیا وہ چلے پھرے نہیں) میں ضمیر کا مرجع نبوت کے منکر اور کافر لوگ ہیں۔ = مِنْ قَبْلِهِمْ - جو ان سے پہلے تھے - یعنی جو انہی کی طرح اپنے وقت کے نبیوں اور رسولوں کے منکر تھے۔

۱۲:۱۱۰ = اِسْتَيْسَسَ - اِسْتَيْسَسَ (استفعال) سے ماضی - واحد مذکر غائب (معنی جمع) وہ مایوس ہو گئے۔ وہ ناامید ہو گئے۔

حَتّٰی اِذَا سَتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا

اس کے متعلق صاحب ضیاء القرآن نے نہایت مفید بحث کی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

آیت کا یہ حصہ بڑا غور طلب ہے۔ رسولوں کے مایوس ہونے کا مطلب کیا ہے؟ ظَنُّوا کا فاعل کون ہیں اَنَّهُمْ کا مرجع کون ہیں۔ قَدْ كُذِّبُوْا کا نائب فاعل کون ہے؟

پہلی بات کا جواب تو یہ ہے۔ کہ جب انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوموں کو عرصہ دراز تک توحید کی دعوت دی۔ اور اس کی صداقت پر دلائل و براہین پیش کئے اور طرح طرح کے معجزات دکھائے تب بھی ان

دل میں ایمان کی شمع فروزاں نہ ہوئی تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے۔ **ظَنُّوا** کا فاعل بعض لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو بنایا ہے اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ انبیاء نے یہ ظن کیا کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت اور کفار پر عذاب نازل کرنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ ایفاء نہیں کیا گیا۔ لیکن اس طرح کا ظن انبیاء کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں تھا اس لئے انہوں نے ظن کے معنی میں تاویل کی اور کہا کہ اس سے مراد محض وہم و خیال ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ اور کبھی یہ کہا کہ اس ظن کی وجہ ان کا اجتہاد تھا۔ لیکن صاف بات یہ ہے کہ **ظَنُّوا** کا فاعل کفار ہیں۔ کفار نے یہ گمان کیا کہ یہ رسول جو ہیں ہر روز عذاب کے نزول سے ڈرتے تھے وہ عذاب کہاں ہے ہم نے تو ان کی دعوت کو ٹھکرا نے میں اور انہیں اذیت پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی تو اگر وہ عذاب آنا ہوتا اب تک آگیا ہوتا۔ عذاب کا نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے ہم سے غلط بیانی کی ہے یا جس نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ان پر عذاب اتاروں گا اس نے وعدہ خلافی کی ہے (منظہری) علامہ آلو سی نے بھی طویل بحث کے بعد آخر اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ انبیاء کی تعظیم اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ظن کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف نہ کی جائے بلکہ غیروں کی طرف کی جائے۔ اب اگر معنی یہ کیا جائے کہ کفار نے یہ خیال کیا کہ ان سے غلط بیانی کی گئی ہے تو اس صورت میں **هَمْ** کا مرجع اور **كُذِّبُوا** کا فاعل کفار ہی ہوں گے۔

اور اگر یہ معنی کیا جائے کہ کفار نے یہ گمان کیا کہ انبیاء سے نزول عذاب کا وعدہ جو کیا گیا ہے اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے یعنی وہ پورا نہیں کیا گیا تو اس وقت **هَمْ** کا مرجع اور **كُذِّبُوا** کا نائب فاعل حضرات انبیاء ہوں گے۔

اس بحث کی روشنی میں انہوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ کہ جب نصیحت کرتے کرتے رسول مایوس ہو گئے اور وہ منکرین گمان کرنے لگے کہ اُن سے جھوٹ بولا گیا ہے اس وقت ہماری مدد ان (رسولوں) کے پاس آگئی۔

== فَجِئَتْ۔ فَ نتیجہ کے لئے آیا ہے۔ پس نتیجہ جِئَتْ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَنْجِيَةً (تفعیل) مصدر۔ اس کو بچالیا گیا۔ اس کو نجات دی گئی۔

== لَا يُؤَدُّ۔ نہیں ٹالا جاتا۔ نہیں ہٹایا جاتا۔

۱۲: ۱۱۱ = قَصَصِهِمْ۔ ان کے قصے۔ ان پہلی قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں۔ یا ان پہلے پیغمبروں کے واقعات۔ یا حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے یہ واقعات (جو بیان ہوئے) عِبْرَةٌ۔ درس نصیحت۔

— اُولٰٓئِیْنَ لَا لُبَّابٍ — اصحاب عقل — سمجھ دار لوگ —

= مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرٰی — اِی مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْآنُ حَدِيثًا يُفْتَرٰی

یہ قرآن کوئی من گھڑت بات نہیں ہے۔

= رِبُّشٰی — مضارع مجہول — واحد مذکر غائب اِضْرَآءُ (افتعال) سے — خود ساختہ ہو مگر خدا کی طرف منسوب کی گئی ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۳) سُورَةُ الرَّعْدِ (۹۶)

۱۳: ۱ = قِلْکَ — کا اشارہ سورۃ ہذا کی آیات کی طرف ہے۔ اِی تِلْکَ الْاٰیٰتِ — آیات الکُتُبِ — یہ آیتیں الکتاب کی آیات ہیں۔ اور الکتاب سے مراد سورۃ ہذا بھی ہو سکتی ہے اور القرآن بھی۔ مؤخر الذکر کی صورت میں معنی ہوں گے آیات ہذہ السورۃ آیات القرآن الذی ہو الکتاب اس سورۃ کی آیات الکتاب (القرآن) کی ہیں۔

= اَلَّذِیْ اِسْمُ مَوْصُوْلٍ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ صَلَہ — اور تمام کا تمام قرآن جو تیرے رب کی جانب سے بھیج پر نازل کیا گیا ہے اَلْحَقُّ بالکل سچ ہے۔

۱۳: ۲ = عَمَدٍ — ستون — اس کی جمع عُمُوْدٌ وَعِمَادٌ ہے۔

= تَرَوْنَهَا — میں ہا ضمیر کا مرجع السَّمٰوٰت بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں ترجمہ ہو گا رب اللہ وہ (صاحب قدرت و حکمت) ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا۔ جیسا کہ تم انہیں (سماوات کو) دیکھ رہے ہو۔ یا اس ضمیر کا مرجع عَمَدٍ ہے اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے بلند کیا جن کو تم دیکھ سکو۔ (یعنی ستون ہیں تو یہی لیکن تم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔) اس صورت میں کُشْرٌ ثَقُلَ — قدرت الہی — امر ربی وغیرہ کو غیر مرئی ستون کا نام دیا جا سکتا ہے۔

= اِسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ ط — پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲۹: ۲ - ۵۴: ۵)

۱۰: ۲۳

= حُلٌّ — اِی حل واحد منہما۔ دونوں میں سے ہر ایک — یعنی سورج اور چاند یہ بھی ہو سکتا ہے

س اور قمر کے الفاظ بطور جنس استعمال ہوئے ہوں۔ اور شمس مراد کائنات میں لا تعداد ستارے ہیں جن کے گرد کئی سیارے گھومتے ہیں اور قمر مراد وہ تمام سیارے ہوں جو اپنے نظام میں ستاروں کے گرد گھومتے ہیں۔ اور اس صورت میں حُلّ سے ہر ایک ستارہ اور ہر ایک سیارہ مراد ہوگا۔
= لَجَل مُسْتَمًی۔ ایک مقررہ میعاد تک۔

= يُدَبِّرُ۔ اِی اللہ یُدَبِّرُ۔ اللہ تعالیٰ تدبیر فرماتا ہے انتظام فرماتا ہے
۱۲:۳ = مَدَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب (نصوم) پھیلایا۔ اَلْمَدُّ کے اصل معنی لمبائی میں کھینچنے اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی لئے عرصہ دراز کو مَدَّةً کہتے ہیں۔
مَدَّ الْأَرْضَ۔ اس نے زمین کو بچھایا۔

زمین اگرچہ گول ہے لیکن یہ کُرّہ اس قدر وسیع و عریض ہے کہ اس کو اس کی اصلی شکل میں مکمل طور پر دیکھنے سے قاصر ہیں۔ اور ہماری محدود و وسعت نظر کے لحاظ سے ہمیں یہ چٹائی نظر آتی ہے۔
= رَوَّاسًی۔ مادہ۔ رَسَوْتُ۔ رَسَوْتُ۔ رَسَا الشَّيْءُ (نصوم) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے وَقَدْ كُذِّسَتْ (۱۳:۳۴) اور بڑی بڑی بھاری دیگیں جو ایک جگہ پر جمی رہیں۔ رَوَّاسًی بمعنی پہاڑ بھی بوجہ ان کے اثبات اور استواری کے مستعمل ہے اس کی واحد رَاسِيَةٌ ہے۔

= يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ۔ يُغْشِي (افعال) فعل متعدی بدو مفعول۔ اِغْشَاءٌ مصدر۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ رات سے دن کو ڈھانپ دیتا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو: ۱۲: ۱۰۴)
۱۲: ۴ = قَطَعَ۔ قِطْعَةً کی جمع۔ ٹکڑے۔

= مُتَجَوِّرَاتٌ۔ اسم فاعل جمع مؤنث۔ مُتَجَوِّرَةٌ واحد۔ تَجَوَّرَ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ برابر۔ برابر باہم ملے ہوئے۔ اس کا مادہ جَوَّرَ ہے لیکن مختلف ابواب سے مختلف صلہ کے سبب ہر جگہ معنی میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ مثلاً۔ جَاؤْ ہمسایہ۔ مددگار۔ شریک تجارت۔ پناہ دینے والا۔ پناہ پانے والا۔ پناہ چاہنے والا۔

جَوَّارٌ۔ ہمسائیگی۔ پناہ۔ مکان کے آس پاس کا صحن۔

جَوَّرَ۔ راستی سے بھر جانا۔ راستہ سے مڑ جانا۔ بشرطیکہ اس کے بعد عَنْ آئے۔ اگر علیٰ مذکور ہوگا جیسے جَارِعَلَيْهِ تو ظلم کرنے کے معنی میں ہوگا۔

مُجَاوِرَةٌ مُفَاعَلَةٌ ہمسایہ ہونا۔ کسی کی پناہ میں ہو جانا۔

۱۲: ۱۱۔ امان۔ کسی کو پناہ دینا۔ قِطْعٌ مُتَجَوِّرَاتٌ مختلف قسم کے ٹکڑے ہائے اراضی جو قریب

قریب واقع ہوں۔

= زَرْعٌ۔ زَرْعٌ اصل میں مصدر ہے اور اس سے مَزْدُوعٌ (اسم مفعول) یعنی کھیتی مراد ہوگا ہے۔ جیسے فرمایا فَتَخْرِجُ بِهِ زَرْعًا (۲۴:۳۲) پھر ہم اس پانی کے ذریعے کھیتی اگاتے ہیں زَرْعٌ واحد ہے یہاں بمعنی جمع آیا ہے۔ اس کی جمع زُرُوعٌ ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ (۲۶:۴۴) اور کتنی ہی کھیتیاں اور کتنے ہی عمدہ عمدہ مکانات۔

اس سے مُزْرِعٌ بمعنی زَرَّاعٌ بمعنی کسان ہے

یہاں زَرْعٌ مختلف النوع کھیتیاں مراد ہیں۔

= نَخِيلٌ۔ کھجوریں یا کھجور کے درخت۔ نَخْلٌ اور نَخِيلٌ اسم جنس ہے۔ کھجور کے درخت نخل و نخیل کھجوروں کو بھی کہتے ہیں۔

= صِنَوَانٌ۔ جمع ہے اس کی واحد صِنُوٌّ ہے اس کا معنی مثل ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے عَمَّا الرَّجُلِ صِنُوٌّ أَبِيهِ۔ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔

صِنَوَانٌ۔ کھجوروں کے ان متعدد درختوں کو کہتے ہیں جو ایک ہی جڑ سے ہوئے ہوں۔ عَصِیْرُ صِنَوَانٍ کھجوروں کے وہ درخت جو مختلف جڑوں سے ہوئے ہوں۔ کھجوروں کے الگ الگ درخت ۱۳:۵ = تَعَجَّبْتُ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل ان۔ واحد مذکر حاضر۔ (اگر) تو تعجب کرتا ہے۔ حیران ہے (باب سمع) تعجب اس حالت کا نام ہے جو انسان کو کسی شے کا سبب معلوم نہ ہونے پر پیش آتی ہے اِنْ تَعَجَّبْتَ۔ اِیْ اِنْ تَعَجَّبَ مِنْ قَوْلِمْ فِیْ اِنْكَارِ الْبَعْثِ۔ یعنی ان کی انکار آخرت کے متعلق باتیں اگر آپ کو تعجب خیز لگتی ہیں (تو حیرت انگیز ان کا یہ قول بھی ہے) اِذَا كُنَّا..... خَلَقَ جَدِّیْدٍ

= اَلْغُلَّالُ۔ طوق۔ ہتھکڑیاں۔ غُلٌّ کی جمع ہے۔ اَلْغُلَّلُ۔ کے اصل معنی کسی چیز کو اوپر اوڑھنے یا اس کے درمیان چلے جانے کے ہیں۔ اسی لئے غُلٌّ اس پانی کو کہتے ہیں جو درختوں کے درمیان سے بہہ رہا ہو۔ اور اَلْغُلَّالُ کے معنی درختوں کے درمیان میں داخل ہونے کے ہیں لہذا غُلٌّ (طوق) ناص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے ۶:۱ = یَسْتَعْجِلُوْنَكَ۔ یَسْتَعْجِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتَعْجَالٌ (استفعال) مدروہ جلدی مانگتے ہیں۔ تعجیل چاہتے ہیں۔ عجلت۔ کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے ہی مل کرنے کی کوشش کرنا۔ لک ضمیر واحد مذکر حاضر بِالسَّيِّئَةِ برائی یہاں بمعنی عذاب آیا ہے تَعَجَّلُوْا بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ۔ یہ لوگ تم سے شر (عذاب) کی جلدی چاہتے ہیں

نیکی یعنی بخشش سے پہلے۔ یعنی اللہ کی طرف سے ان کو جو سنبھلنے کی مہلت دی جا رہی ہے اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اس مہلت کو جلد ہی ختم کر دیا جائے اور ان کی باغیانہ روش پر فوراً گرفت کر ڈالی جائے۔ نادان یہ نہیں جانتے کہ اگر ان کے اعمال بد کے نتیجہ میں عذاب آگیا اور وہ برباد ہو گئے تو ان کو پھر کیا فائدہ پہنچے گا۔

= المثلث۔ جمع مؤنث اس کی واحد المثلثہ ہے۔ مثلث وہ سزا جس سے دوسرے عبرت حاصل کر کے ارتکاب جرم سے رک جائیں۔ یہی معنی نکال کے ہیں۔ المثلث۔ عبرت ناک سزائیں۔ عبرت ناک عذاب۔ عبرت ناک نظیریں۔ عبرت ناک عذاب کے نزول کے واقعات
= خلّت۔ ماضی واحد مؤنث غاب۔ وہ گزر گئی۔ وہ گزر چکی۔ خلّو سے (باب نصر)
۱۲: ۷ = لولا۔ کیوں نہیں۔

= ایتہ۔ سے مراد یہاں معجزہ ہے (یعنی معجزے تو ان کو بار بار دکھائے گئے لیکن ہر دفعہ کسی نئے معجزہ کا وہ مطالبہ کرتے رہے)

= مُنْذِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ ڈرائیوالا۔
= هَادٍ۔ اصل میں هَادِيٌّ تھا۔ اسم فاعل واحد مذکر هِدَايَةٌ مصدر (باب ضرب) راستہ بتائیوالا۔ ہدایت کرنے والا۔

= وَكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ اور ہر قوم کے لئے آپ ہادی ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوا ہے جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کی طرف ہدایت کے لئے بھیجے گئے
۱۳: ۸ = اُنْتِی۔ عورت۔ مادہ۔

= تَغِيْضٌ۔ مضارع واحد مؤنث غاب عِيْضٌ وَ مَغَاضٌ پانی کا کم ہونا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَ غِيْضَ الْمَاءِ۔ (۱۱: ۴۴) اور پانی خشک ہو گیا۔

غَاظٌ يَغِيْضُ (باب ضرب) نَقَضَ کی طرح لازم اور متعدی دونوں طرح آتا ہے۔ آیت بالا (۱۱: ۴۴) فعل لازم استعمال ہوا ہے۔ اور آیت ہذا میں متعدی استعمال ہوا ہے لہذا اس کے معنی کم کرنے یا کم ہونے۔ ہر دو ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح تَزَكَّادُ بھی لازم و متعدی مستعمل ہے۔

وَ مَا تَغِيْضُ الدَّرَّ حَامٌ وَ مَا تَزَكَّادُ۔ اور جو ارحام کم کرتے ہیں اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں۔ اس کم کرنے اور زیادہ کرنے کی یہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱، بچہ کا نام مکمل ہونا (کم) اور اس کا مکمل ہونا۔

۲، بچہ کی رحم مادر میں مدت۔ عام مدت سے کم کا جن دینا یا اگر دینا۔ خواہ وہ مکمل شکل بننے سے قبل ہو یا بعد میں

اور عام مدت سے زیادہ وقت رحم مادر میں رہنا جس کی مدت دو سال تک ہو سکتی ہے (الو حنیفہ چار سال ہو سکتی ہے) (امام شافعی) پانچ سال ہو سکتی ہے (امام مالک)
(۲) حیض میں کمی کہ ایام حمل میں اکثر حیض بند ہو جاتا ہے۔ اور یہ بچہ کمر خوراک بنتا ہے یا حیض کا پھر جاری ہو جانا۔

بہر کیف اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ رحم مادر میں حمل کی بابت جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں خواہ وہ شاذ ہوں یا عام سب اس کے احاطہ علم میں ہیں۔

۱۲: ۹ = اَلْمُتَعَالِ - اسم فاعل واحد مذکر تَعَالٰی مصدر - (بَاب تَفَاعُلٍ) اصل میں الْمُتَعَالٰی تھا۔ عُلُوُّ مادہ۔ مُتَعَالٰی۔ عالی سے زیادہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی عالی کا معنی بزرگ۔ عالی مرتبہ۔ برتر۔ غالب۔ وغیرہ۔ اور متعالی کا معنی بہت بزرگ۔ بہت غالب۔ بہت برتر وغیرہ۔

۱۳: ۱۰ = مُسْتَخْفٍ - اسم فاعل واحد مذکر۔ اِسْتِخْفَا (اِسْتَفْعَالَ) مصدر۔ چھپنے والا۔ چھپنے کی خواہش کرنا والا۔ یہ لفظ اصل میں مُسْتَخْفِی تھا۔ خفی مادہ اِخْفَاءُ (افْعَالُ) چھپانا۔ مُسْتَخْفٍ بِاَلِیْلِ جو چھپا رہتا ہے رات کے وقت۔ یعنی وہ جو رات کی تاریکی کے پردے میں دکھائی نہیں دیتا اور پوشیدہ ہوتا ہے۔

= سَارِبٌ - گلیوں میں بھرنے والا۔ راہ چلنے والا۔ سُرُوْبٌ مصدر۔ اپنے رُخ پر چلنا۔ اس کی جمع سَرَوْبٌ ہے جیسے دَاكِبٌ کی جمع رَكْبٌ ہے۔

۱۳: ۱۱ = لَهُ میں ضمیرہ واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔ اِی مِنْ اَسْرَ الْقَوْلِ۔ مَنْ جَعَلَهُ مِنْهُ۔ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاَلِیْلِ۔ مَنْ هُوَ سَارِبٌ بِاَلْتَّهَارِ۔

= مُعَقِّبٌ - اسم فاعل۔ مَوْنٌ - جمع الجمع مُعَقِّبٌ واحد۔ مُعَقِّبَةٌ جمع۔ تَعَقَّيْتُ (تَفْعِيلُ) مصدر۔ عقب مادہ۔ روز و شب میں باری باری آینوالے ملائکہ۔ ایک دوسرے کے پیچھے آینوالے مُعَقِّبٌ اصل میں مُعَقِّبٌ تھا۔ ت کو ق میں مدغم کر دیا گیا۔ جس طرح دَجَاءَ الْمُعَذِّبُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ (۹۰: ۹) میں مُعَذِّبُونَ اصل میں مُعَذِّبُونَ تھا۔

= بَیِّنٌ یَدَیْهِ - اس کے سامنے۔

= یَحْفَظُونَهُ۔ مضارع جمع مذکر غائب ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔

= لَا یُغَیِّرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ تَغَیَّرَ (تَفْعِيلُ) مصدر۔ وہ نہیں بدلتا ہے۔

= مَا یَقُومُ۔ سے مراد کسی قوم کی اچھی حالت ہے۔

= حَتَّى يُخَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔ جب تک کہ وہ خود اپنی خوشحالی کو اپنے سوا اعمال سے نہیں بدل لیتے۔ اس تغیر کی نسبت فاعلی قوم کی طرف کر کے اس کا اظہار کر دیا ہے کہ یہ تبدیلیاں قوم کے اپنے قصد و اختیار سے ہوتی ہیں۔ باقی اگر کوئی تبدیلی کسی قوم میں کسی مجبوری یا اضطراب یا لاعلمی کے نتیجہ کے طور پر ہو جائے تو اس پر یہ گرفت نہیں اور یہ تبدیلی منجانب اللہ بوجہ عمل میں آتی ہے۔

= مَرَدَّ۔ مصدر مہمی ہے۔ فَلَا مَرَدَّ لَهُ۔ تو اس کا کوئی رد نہیں۔ کوئی توڑ نہیں۔ اس کو کوئی موڑ نہیں سکتا۔ کوئی رد نہیں کر سکتا۔ کوئی روک نہیں سکتا۔

رَدَّ يَرُدُّ مَرَدُّو مَرْدُودٌ۔ پھرنا۔ واپس کرنا۔ مَرَدُّ۔ طرف زمان یا مکان بھی ہے۔

= مِنْ دُونِهِ۔ اللہ کے سوا۔

= دَالٍ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ اصل میں دَالِي مَحَا۔ وَلَايَةٌ مصدر (باب ضَرْب) مددگار حامی۔ مدد پر قادر۔

۱۲+۱۳ = يُرِيكُمُ۔ وہ تم کو دکھاتا ہے۔ اَرَى يُرِي (افعال) اِرَاءَةٌ سے مضارع۔ واحد مذکر غائب کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= خَوْفًا وَطَمَعًا۔ ہر دو منصوب بوجہ حال ہونے کے ہیں۔ یہ بَرَق کا بھی حال ہو سکتا ہے اور مخاطبین کا بھی۔ پہلی صورت میں برق ذَاخُوف و ذَا طَمَعٍ یعنی برق جس میں خوف اور طمع ہو۔

دوسری صورت میں کہ تم اس سے خائف اور طامع ہو۔ خوف کی حالت اس طرح کہ کہیں بجلی گر کر نقصان کا باعث نہ بن جائے اور طمع کی حالت کہ بارش ہوگی اور کھیتیاں سیراب ہوں گی۔

= يُنْشِئُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اَنْشَأَ يُنْشِئُ اِنْشَاءً (افعال) نَشَأَ مَادَهُ۔ يُنْشِئُ السَّحَابَ۔ وہ بادل کو اٹھاتا ہے۔ وَيُنْشِئُ اللَّهُ الشَّيْءَ۔ اللہ پیدا کرتا ہے اَنْشَأَ الْحَدِيثَ وَالْكَلامَ۔ وضع کرنا۔ ابتداء کرنا۔ اَنْشَأَ ذِكْرُ عَمْدٍ شعر کہنا۔ و نَشَأَ۔ پیدا ہونا زندہ ہونا۔ نَشَأَ السَّحَابُ۔ دوسری دفعہ پیدا ہونا۔ دوبارہ زندہ ہونا۔

= السَّحَابُ الثَّقَالُ۔ موصوف و صفت۔ بھاری بادل۔ بوجھل بادل۔ (پانی سے بھرے ہوئے) السحاب اسم جنس ہے۔ مذکر۔ ثَوْنٌ واحد جمع۔ سب پر استعمال ہوتا ہے۔ الثَّقَالُ ثَقِيلٌ کی جمع ہے۔ ثَقِيلٌ بوجہ ثَقِيلٌ۔ بوجھل۔ بھاری۔ گراں بار۔

۱۳:۱۳ = يُسَبِّحُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ تسبیح کرتا ہے۔ وہ سبحان اللہ پڑھتا ہے تَسْبِيحٌ۔ پاکی بیان کرنا۔ سَبَّحٌ سے السَّبْحُ کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں سَبَّحَ (فتح) سَبَّحًا و سَبَّاحَةً وہ تیز رفتاری سے چلا۔ پھر استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم

کی گردش اور تیز رفتاری کے لئے استعمال ہونے لگا ہے۔ جیسے كَلَّ فِي فَلَكٍ يَنْبَعُونَ ہ (۳۳:۲۱) سب اپنے اپنے فلک یعنی مار میں تیزی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ التَّسْبِيحُ کے معنی خدا کی پاکیزگی اور اس کی تنزیہ بیان کرنے کے ہیں۔ اصل میں اس کے معنی عبادت الہی ہیں تیزی کرنا کے ہیں۔ پھر اس کا استعمال ہر فعل خیر پر ہونے لگا۔ پس تسبیح کا لفظ قولی۔ فعلی۔ قلبی ہر قسم کی عبادت پر بولا جاتا ہے۔

= الرَّعْدُ۔ اس کڑک کو کہتے ہیں جو بجلی سے چارج شدہ بادلوں کے آپس میں لگڑے پیدا ہوتی ہے۔ الرَّعْدُ اس فرشتہ کا نام بھی ہے جس کے ذمہ بادلوں کی تدبیر اور انتظام ہے۔ الرَّعْدُ مَلَكٌ اِنَّهُ مُوَكَّلٌ بِالسَّحَابِ لِصُفْوَةِ حَيْثُ يُزْمَرُ۔ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر مقرر ہے اور جیسا کہ اس کو حکم ہوتا ہے ان کو ادھر ادھر کرتا ہے۔

= وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ۔ اے دیسبح الملئکة من هيبته واجلاله اور فرشتے بھی اس کے جاہ و جلال اور رعب و دبہ کے خوف سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

= الصَّوَاعِقُ۔ الصاعقة کی جمع ہے۔ کڑک۔ بجلیاں۔ مفردات میں ہے الصاعقة ہولناک دھماکہ کو کہتے ہیں۔ اور اس کا استعمال اجسام علوی کے بارہ میں ہوتا ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں اول یعنی موت و ہلاکت جیسے فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ (۶۸:۳۹) جو لوگ آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں سب کے سب م جائیں گے۔

دوم بمعنی عذاب۔ جیسے فرمایا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ (۷۱:۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے ڈراتا ہوں اس جیسا مہلک عذاب جو عاد و ثمود پر آیا تھا۔

سوم بمعنی آگ اور بجلی کی کڑک۔ جیسا آیت ہذا میں۔ وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔

لیکن یہ تینوں چیزیں دراصل صاعقہ کے آثار ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی توفنا میں سخت آواز کے ہیں پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور کبھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔

= فَيُصِيبُ بِهَا۔ پھر ڈالتا ہے اُسے۔ پھر پہنچاتا ہے اُسے۔ پھر گراتا ہے اُسے۔ اَصَابَ يُصِيبُ اِصَابَةً (افعال) سے مضارع واحد مذکر غائب۔

= الْمِحَالِ۔ مضاف الیہ۔ سخت گرفت کرنے والا۔ سزا میں پکڑنے والا۔ سخت قوت والا۔ اس کا مادہ محل ہے۔

۱۳:۱۳ = لَهٗ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کے لئے ہے۔

= دَعْوَةُ الْحَقِّ - دَعْوَةٌ - دعا - پکار - پکارنا - دَعَا يَدْعُو کا مصدر ہے - الْحَقُّ - سچ - صاحب کثافات نے لکھا ہے کہ: الحق کا کلمہ یا تو سچ جو باطل کی نقیض ہے کے معنی میں ہوگا۔ یا اللہ تعالیٰ کا اسم ہوگا تو پھر یہ دَعْوَةٌ کی صفت ہوگی۔ لیکن مرکب تو صیغی کی جگہ مرکب اضافی ذکر ہوا ہے اور لغت عرب میں موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے جیسے علمۃ الحق یا مسجد الجامع - یا مکۃ المکرمۃ - دَعْوَةُ الْحَقِّ - یعنی وہ دعا جو سچی اور درست ہے اور قبول ہوتی ہے وہ وہی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی پاک ذات سے کی جائے۔

اور اگر الحق - اسماء الہی میں سے ہے تو اس وقت معنی ہوگا۔ دَعْوَةُ الْمَدْعُو الْحَقِّ الَّذِي يَسْمَعُ فِيْجِبُ - (علامہ ابو حیان نے بحر محیط میں پہلی ترکیب کو صحیح قرار دیا ہے اور وہی واضح بھی ہے) = لَا يَسْتَجِيبُوْنَ - وہ جواب نہیں دیں گے - وہ قبول نہیں کریں گے - وہ جواب نہیں دے سکتے مضارع منفی جمع مذکر غائب ضمیر کا مرجع ہے وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ - وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں۔

= بِبَاسِطٍ كَفَّيْهِ - بِبَاسِطٍ - پھیلائے والا - کھولنے والا - دراز کرنے والا - بَسَطَ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر - بَسَطَ الشَّيْءُ - کے معنی ہیں کسی چیز کو پھیلانا اور توسیع کرنا۔ پھر استعمال میں کبھی دونوں معنی ملحوظ ہوتے ہیں اور کبھی ایک معنی مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ بَسَطَ الثَّوْبَ - اس نے کپڑا پھیلا یا اور اسی سے البساط ہے جو ہر پھیلائی ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے۔ کبھی یہ بمقابلہ قبض کے آتا ہے جیسے وَاللّٰهُ يَفْقِضُ وَيَبْسُطُ (۲۴۵:۲) اور خدا ہی روزی کو تنگ کرتا ہے اور وہی اسے کشادہ کرتا ہے جب اس کا ہاتھوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کے مختلف مفہوم ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی چیز پر ہاتھ ڈالنے یعنی پکڑنے اور گرفت کرنے کے معنی میں جیسے وَلَوْ تَوَيْتُ اِذَا الظَّالِمُوْنَ فِيْ غُمُوَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْہُمْ - (۹۳:۶) کاش تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی کی بیہوشی میں رہوں گے اور فرشتے (ان کی جان نکالنے کے لئے یا عذاب کے لئے) اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔

کبھی دست درازی یعنی حملہ کرنے اور مارنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے لَنْ يَنْبَسُطَ اِلَيْكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَا اَنَاْ بِبَاسِطٍ يَدِيْ اِلَيْكَ لَا قَتْلَكَ (۲۸:۵) تو اگر قتل کرنے کے لئے مجھ پر ہاتھ اٹھا بیگا تو میں تجھ پر مارنے کو ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ اور کبھی ہاتھوں کے کھلنے سے مراد عطا و بخشش ہوتی ہے جیسے بَلْ يَدَاہُ مَبْسُوْطَتَانِ (۶۴:۵) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ (بخشش کے لئے) کشادہ ہیں۔

آیت نہا میں ہاتھ پھیلانے سے مراد مانگنا اور طلب کرنا ہے۔ کَبَا سِطًا كَعَيْنِهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ۔ پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والے کی طرح کہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے۔
 = فَاهُ۔ فَا مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کے منہ کو۔ اس کے منہ تک
 = بِالْعِہ۔ بِاِیْغُ پہنچنے والا۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب مُنہ کے لئے ہے۔
 = ضَلَالٍ۔ گمراہی۔ بھٹکنا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔ کھوجانا۔
 یہاں بمعنی عبث۔ بے اثر۔ بھٹکنے والی۔

۱۳: ۱۵ = طَوْعًا۔ فرمانبرداری۔ مصدر ہے یہ کُرہ کی ضد ہے۔

الطَّوْعُ کے معنی ہیں بطیب خاطر تالبدار ہو جانا۔

= كُرْهًا۔ مصدر۔ اسم مصدر۔ ناگوار ہونا۔ ناخوشی۔ مجبوری۔ زبردستی۔ خوف کے جذبہ کے تحت ناگواری اور دل کی کراہت سے کسی کام کو سرانجام دینا۔
 = وَظَلَّلَهُمْ مَعْطُونٌ ہے مَنْ پر ای یسجد ظَلَّلَهُمْ اور ان کے سائے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔

= بِالْعُدُوِّ۔ الْعُدُوَّةُ وَالْعُدَاةُ کے معنی دن کے ابتدائی حصہ کے ہیں۔ اس آیت میں عُدُوٌّ (عُدُوَّة کی جمع) اَصَال کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں عصر اور مغرب کا وقت جسے عرف عام میں شام کہتے ہیں۔ اور اَصَال اور اَصْلُ جمع ہے اَصِيل کی۔
 بِالْعُدُوِّ وَالْاَصَالِ۔ صبح اور شام کے وقت۔

۱۳: ۱۶ = اَفَا تَخَذْتُمْ۔ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ ف استفہاد کے لئے ہے۔

ای بعد ان علمتوه رب السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَتَخَذْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ۔

کیا یہ جاننے کے بعد بھی کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ارض و سموات کا پروردگار ہے تم اس کے سوا دوسروں کو کارساز یا حمایتی قرار دیتے ہو۔

= هَلْ يَسْتَوِي۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسْتَوَاءُ (افتعال) مصدر۔ اِسْتَوٰی يَسْتَوِي برابر ہونا هَلْ يَسْتَوِي۔ استفہام انکاری ہے۔ برابر نہیں ہے۔ کیا برابر ہے (یعنی برابر نہیں ہے)۔
 = هَلْ تَسْتَوِي۔ کیا وہ برابر ہو سکتی ہے۔ برابر نہیں ہو سکتی۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ یہ بھی استفہام انکاری ہے۔ یعنی تاریکی اور روشنی برابر نہیں ہے۔

= فَتَشَابَهَ الْخُلُقُ عَلَيْهِمْ۔ اور نتیجہ ان پر (اللہ کی مخلوق اور ان کے اولیائے باطل کی مخلوق) باہم مشتبہ ہو گئی۔ گڈ مڈ۔

== اَلْقَهَّارُ - صیغہ مبالغہ - الیاز بردست غالب کہ جس کے مقابلہ میں سب ذلیل ہوں
قَهْرٌ يَقْهَرُ (فتح) قَهْرٌ وَقَهْرٌ - مصدر -

۱۳: ۱۴ = فَسَالَتْ - فَ سببیہ ہے - سَالَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب (باب ضرب) وہ
بہی - وہ بہنے لگی - وہ جاری ہوئی - یہاں بمعنی جمع آیا ہے وہ (وادیاں) بہنے لگیں بسبب آبِ سمادی کے
السَّيْلُ - بہاؤ - سیلاب -

== اَوْدِيَةٌ - نالے - وادیاں - اَلْوَادِي - اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی بہتا ہو - اسی سے دو پہاڑوں
کے درمیان کشادہ زمین کو وادی کہا جاتا ہے - وَادٍ کی جمع اَوْدِيَةٌ جیسے نَادٍ کی جمع اَنْدِيَةٌ اور
نَاجٍ کی جمع اَنْجِيَةٌ ہے

== بِقَدَرِهَا - میں ہا ضمیر کا مرجع اَوْدِيَةٌ ہے بِقَدَرِهَا - اپنے اپنے ظرف کے مطابق - اپنی
اپنی مقدار کے مطابق -

= اِحْتَمَلَ - اس نے اٹھایا - اِحْتِمَالٌ سے جس کے معنی برداشت کرنے اور اٹھانے کے ہیں
حَمَلَ سے باب افتعال - ماضی واحد مذکر غائب -

= السَّيْلُ - سیلاب - بہاؤ - اوپر ملاحظہ ہو - فَسَالَتْ

= زَبَدًا - جھاگ - اسم ہے

= رَابِيًا - اسم فاعل - واحد مذکر - چڑھنے والا - بھولنے والا - بلند - رَبْوٌ سے - جس کے معنی پھولنے
کے ہیں - رَبْوَةٌ - بلند جگہ یا ٹیلہ کو کہتے ہیں - رَبَا يَرْبُو (نصر) اونچی جگہ پر جانا - فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ
زَبَدًا اَرَابِيًا - پھر سیلاب نے پھولا ہوا جھاگ اوپر اٹھایا - یعنی جھاگ اس کے اوپر آگئی -

= مِمَّا - مِنْ مَّا -

= مَا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ - جن چیزوں پر آگ جلاتے ہیں - اَوْقَدَ يُوقِدُ اِقْعَادٌ (افعال) آگ جلانا
فِي النَّارِ - آگ میں - تاکید کے لئے آیا ہے - یعنی جن چیزوں کو آگ میں تپا کر پگھلاتے ہیں (مثلاً لوہا - تانبہ
چاندی - سونا - وغیرہ ان میں سے بھی اسی قسم کا جھاگ اوپر اٹھتا ہے) یعنی پگھلی ہوئی دھات کے اوپر
آجاتا ہے -

= اِبْتِغَاءَ حِلْيَةٍ - مضاف مضاف الیہ - زیور کی تلاش میں - زیور کی خواہش میں - اِبْتِغَاءُ
مصدر ہے اور حال مستعمل ہوا ہے - یعنی زیور یا سامان کی خواہش کرتے ہوئے ان (دھاتوں)
کو آگ میں پگھلاتے ہیں - (تو اس صورت میں بھی پگھلی ہوئی دھات پر جھاگ آجاتی ہے)

= كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ - یوں اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے حق اور باطل کی

== جُفَاءً۔ اس کی مجرد باب ضرب سے اور مزید فیہ باب افعال سے ہے مگر معنی دونوں کا ایک ہے ناکارہ۔ ناچیز۔ وہ جھاگ اور کوڑا جو نالہ کے بہاؤ میں دونوں کناروں پر اکڑ جاتا ہے۔ یاد گچی کے اوپھان کے ساتھ اوپر آکر ادھر ادھر گر جاتا ہے یا کناروں پر جسم جاتا ہے۔ اسم ہے۔
 = يَمَكُثُ۔ مضارع واحد مذكر غائب مَكُثٌ مصدر۔ ر باب نصوم وہ باقی رہ جاتا ہے۔ اَلْمَكُثُ کسی چیز کے انتظار میں ٹھیرے رہنے کو کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے قَالَ لَا هِلَ اَمَكُثُوا ۱ (۲۹:۲۸) تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ تم یہاں ٹھہرو اور اِثْكُمُ مَا كِشْتُونَ (۴۳:۴۴) تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔

= كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْاَمْثَالَ۔ یوں اللہ تعالیٰ مثالیں بیان فرماتا ہے۔

صاحب تفہیم القرآن فرماتے ہیں

اس تشبیہ میں اس علم کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا تھا آسمانی بارش کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور ایمان لانے والے لوگوں کو ان ندی نالوں کی مانند ٹھہرایا گیا ہے جو اپنے ظرف کے مطابق بارانِ رحمت سے بھر پور ہو کر رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ اور اس ہنگامہ اور شور و گرجہ کو جو تحریک اسلامی کے خلاف منکرین و مخالفین حق نے برپا کر رکھی تھی اس جھاگ اور خس و خاشاک سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ سیلاب کے اٹھتے ہی سطح پر اپنی اچھل کود دکھاتی شروع کر دیتا ہے۔
 جھاگ خواہ سیلابی پانی کی سطح پر ہو یا پگھلانے کے وقت مائع دھات پر۔ وہ علی الترتیب کوڑا کرکٹ اور میل کچیل پر مشتمل ہوتی ہے ناکارہ اور بے فائدہ ہوتی ہے۔ ایسی جھاگ ندی کے کنارے لگ کر وہیں سوکھ جاتی ہے اور کوئی اسے پوچھتا بھی نہیں اور دھاتوں کی صورت میں کھوٹ اور فضول سمجھ کر پھینک دی جاتی ہے۔ ان کے نیچے جو رہ جاتا ہے وہ کارآمد اور مفید ہے۔ وادی کی صورت میں پانی رہ جاتا ہے جو زمین کو سیراب کرتا ہے اور دھاتوں کی صورت میں اصل دھات رہ جاتی ہے جو زیورات بنانے اور دوسرا سامان بنانے کے کام آتی ہے۔

اسی طرح مخالفین حق کی شرانگیزیوں تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہیں اور تعلیمات اسلام کو دوام نصیب ہوتا ہے افادیت دوام پذیر ہوتی ہے۔

۱۸:۱۳ = اِسْتَجَابُوا۔ ماضی جمع مذكر غائب استجابة (استفعال) انہوں نے قبول کیا۔ انہوں نے مانا۔ اسی اجابوا الی مادعا اللہ الیہ۔ جس امر کی طرف خدا نے انہیں بلایا انہوں نے قبول کیا = الْحُسْنٰی۔ حُسْنٌ سے افعَل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث بروزن فُعْلٰی۔ اچھی۔ عمدہ۔ بھلائی۔ نیکی نیک (بدلہ) یعنی جنت۔

الْحُسْنَىٰ اسْتَجَابُوا کے مصدر کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔ ای استجابوا الاستجابة الحُسْنَىٰ۔ یعنی انہوں نے بطریق احسن (دعوت حق) قبول کر لی۔
 اور الحُسْنَىٰ مبتدا بھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ للذین استجابوا اس کی خبر ہے اس صورت میں معنی ہوں گے۔ جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا کہنا مان لیا ان کے لئے نیک بدلہ (یعنی جنت) ہے۔
 = لَا فُتْدَايَهُ۔ لام تاکید کے لئے ہے افتدوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِفْتِدَاءُ (افتعال) انہوں نے اپنے چہرے کا فدیہ دیا۔ لَا فُتْدَايَهُ وہ اسے بطور فدیہ دے ڈالیں۔
 اصل میں والذین لم يَسْتَجِيبُوا لَهُ۔ اُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ہے۔ لو ان لہم مافی الارض جمیعاً و مثله معه لَا فُتْدَايَهُ جملہ معترضہ ہے۔ یعنی جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا کہنا نہیں مانا ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا۔ خواہ ان کے پاس دنیا بھر کی دولت ہو اور اتنی ہی اور بھی ہو اور وہ یہ سب دولت اپنے بچاؤ کے لئے خرچ کر ڈالیں (یہ ان کے کسی کام نہ آئے گی)۔
 = اَلْمِهَادُ اسم۔ بچھونا۔ مراد ٹھکانہ۔ قرار گاہ۔ گہوارہ۔ بستر۔ ہموار زمین۔ یُسُ الْمِهَادُ۔ بری ہے قرار گاہ۔

۱۹:۱۳ = يَتَذَكَّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَذَكَّرَ يَتَذَكَّرُ تَذَكَّرُ (تَفَعَّلُ) نصیحت پکڑنا۔ يَتَذَكَّرُ۔ وہ نصیحت پکڑتا ہے۔ (واحد بمعنی جمع آیا ہے۔ بے شک نصیحت وہی پکڑتے ہیں جو صاحبِ فہم ہوں)۔
 ۲۰:۱۳ = يُؤْفُونَ۔ پورا کرتے ہیں۔ وفا کرتے ہیں۔ (اللہ کے ساتھ کئے گئے وعدہ کو) پورا کرتے ہیں۔
 = اَلْيُمْنَاتُ۔ پختہ عہد۔ پیمان۔ وعدہ۔

۲۱:۱۳ = يَصْلُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وَصَّلُوا سے۔ وہ جوڑتے ہیں۔
 وَصَّلُوا وَصْلَةً۔ مصدر۔ (باب ضرب) جوڑنا۔ پہنچنا۔ جڑنا۔ (باب افعال) سے پہنچانا۔ جوڑ دینا۔
 ۲۲:۱۳ = اِبْتِغَاءً۔ باب افتعال، بغی سے۔ اَلْبَغْيُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں میاں روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا۔ خواہ تجاوز کر کے یا نہ۔
 بغی دو قسم پر ہے۔

(۱) محمود یعنی خدا اعتدال سے تجاوز کر کے مرتبہ احسان حاصل کرنا۔ اور فرض سے تجاوز کر کے تطوع بجالانا۔
 (۲) مذموم۔ حق سے تجاوز کر کے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔
 اِبْتِغَاءً۔ خاص کر کوشش کر کے کسی چیز کو طلب کرنے پر بولا جاتا ہے۔ اگر اچھی چیز کی طلب ہو تو یہ کوشش محمود ہوگی۔ مثلاً آیت نہا۔ اِبْتِغَاءً وَجْهَ رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اِبْتِغَاءً رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ۔ (۲۸:۱۴) اپنے پروردگار کی رحمت حاصل کرنے کے لئے۔

== يَدْرَأُونَ - مضارع جمع مذکر غائب دَرَأَ مصدر باب فتح - دور کرتے ہیں دفع کرتے ہیں (نیکی کے ذریعہ برائیوں کا مقابلہ کرتے ہیں)

الدَّرْءُ - (فتح) کے معنی (نیزہ وغیرہ کے) ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے قَوْمٌ دَرَأُوا - میں نے اس کی کچی کو درست کر دیا۔ اور دَرَأَتْ عَنْهُ میں نے اس سے دفع کیا (دور کیا) ہٹایا۔

= عُقْبَى - عاقبت - انجام - بدلہ - مہلائی - جزاءِ عمل - کیونکہ یہ بھی فعل کی انجام دہی کے بعد ہی ملتی ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں۔
عُقْبَى وَعَاقِبَةُ کا استعمال ثواب اور نیکی کی بہتر جزا کے لئے مخصوص ہے۔ جس طرح کہ عُقُوبَةٌ وَمُعَاقِبَةٌ اور عِقَابٌ کا استعمال عذاب اور برائی کی سخت سزا کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَخَيْرٌ عُقْبًا - (۱۸: ۴۴) ایسے موقع پر کار سازی اللہ برحق ہی کا کام ثواب کے لحاظ سے بھی اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر۔ اور وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (۲۸: ۸۳) اور نیک انجام تو متقیوں کے لئے ہے۔

اور عِقَابٌ کے بارے میں ارشاد ہے اِنْ كُلُّ اِلٰهٍ كَذَّبَ الرَّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ (۱۴: ۳۸) ان سب رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ سو میرا عذاب (ان پر) واقع ہو گیا۔
لیکن اضافت کے ساتھ عاقبت کا استعمال عُقُوبَةٌ کے معنی میں ہوتا ہے مثلاً ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَاءُوا السُّوْاى (۱۰: ۳۰) پھر بُرا کام کرنے والوں کا انجام بُرا ہی ہوا۔
علاوہ ازیں ذیل کی آیت میں عُقْبَى کا استعمال ثواب اور عذاب دونوں کے لئے ہوا ہے۔ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ (۱۳: ۳۵) یہ انجام ہوگا اہل تقویٰ کا اور کافروں کا انجام آتش (دورخ) ہے۔

عُقْبَى الدَّارِ یہاں مضاف الیہ استعمال ہوا ہے۔ عُقْبَى سے مراد نیک انجام اور الدَّار سے مراد دنیا ہے۔ لَمْ تُدْعُ عِقْبَى الدَّارِ ان کے لئے دنیا کے نیک کاموں کا، نیک انجام ہوگا۔
صاحب کشاف لکھتے ہیں عُقْبَى الدَّارِ ای عاقبۃ الدینا وہی الجنة۔ دنیا میں نیک کام کرنے کا نیک انجام یعنی جنت۔

۲۳: ۱۳ = جَنَّتٌ عَدْنٍ مضاف مضاف الیہ اور عُقْبَى الدَّارِ (آیت سابقہ) کا بدل ہے۔ عدن کے باغات۔ عدن کے معنی ہیں رہنا۔ بسنا۔ کسی جگہ مقیم ہونا۔ مصدر ہے اور باب نصر و ضرب سے آتا ہے۔ جَنَّتٌ عَدْنٍ کے معنی بہنے بہنے کے باغات۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

عدن کو بعض علماء علم قرار دیتے ہیں کہ جنتوں میں سے ایک خاص جنت کا نام ہے اور اس کی دلیل میں یہ آیت لاتے ہیں جَنَّتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ (۶۱:۱۹) وہ عدن کے باغات جن کا وعدہ غائبانہ خدا نے اپنے بندوں سے کر رکھا ہے۔ کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔ اور جو حضرات عدن کو علم نہیں بلکہ جنت کی صفت بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عدن کے معنی اصل میں استقرار اور ثبات کے ہیں۔ محاورہ ہے عَدَنَ بِالْمَكَاتِ۔ یعنی اس نے اس جگہ قیام کیا اور عدن سے مراد اقامت علی وجہ الخلود ہے یعنی دائمی طور پر رہنا۔ بسنا۔

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ جنتیں سات ہیں۔ ۱، دار الخلد، ۲، دار الجلال، ۳، دار السلام، ۴، جنت عدن (۵)، جنت الماویٰ۔ ۶، جنت النعیم۔ ۷، جنت الفردوس۔ جنت عدن کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جنت میں ایک محل ہے جس کے ۲۵ دروازے ہیں اور ہر دروازہ پر عوریں بیٹھی ہیں۔ اس میں نبی صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔
= صَلَاح۔ رباب نصر۔ فتح۔ کرم، صَلَاح۔ صَلَوح سے جس کے معنی نیک ہونا اور نیکی کرنا کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ صَلَاح لفتح اللام زیادہ فصیح ہے
= يَدْخُلُونَهَا۔ میں يَدْخُلُونَ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی صفۃ آیتہ سابقہ نمبر ۲۲ میں کی گئی ہے اور ماضیہ کا مرجع جَنَّتِ عَدْنٍ ہے واو حروف عطف اور مَنْ صَلَاحٍ مِنَ الْاَبَائِهِمْ فَاَنْزَلْنَاهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ کا عطف ضمیر یدخلونہا پر ہے۔
یعنی ان جنت عدن میں وہ لوگ (جو آیتہ سابقہ میں بیان ہوئے ہیں) داخل ہوں گے۔ اور ان کے آباؤ اجداد ان کے زوج اور ان کی اولاد میں سے وہ لوگ جو صاحب ایمان ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے (یعنی جنت میں داخلہ تو بشرط ایمان ہے لیکن اعلیٰ مراتب کی عطا و دہش رب کریم اپنے ان بندوں کی نسبت سے فرمائیں گے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں)۔
وَالْمَلَائِكَةُ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔

۲۵:۱۳ = سُوءُ الدَّارِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سُوء۔ برائی۔ آفت۔ عیب۔ برا کام گناہ۔ الدَّار۔ دنیا۔ چونکہ اسے عُقْبَى الدَّار کے مقابلہ پر لایا گیا ہے اس لئے اس سے مراد سوء عاقبتہ الدنیا ہے (دنیا کے بُرے کاموں کا بُرا انجام)
۲۶:۱۳ = يَبْسُطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کشادہ کرتا ہے۔ وسیع کرتا ہے۔ فراخ کرتا ہے۔
بَسْط سے رباب نصر

== يَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذكر غائب قَدَرُ مصدر (ضرب) وہ تنگ کرتا ہے يَبْسُطُ کے مقابلہ میں ایک ہے لہذا فراخ کرتا ہے یا وسیع کرتا ہے کی ضد ہے۔ یعنی کم کرتا ہے۔ تنگ کرتا ہے۔
اس کا مادہ قدرۃ ہے جس کا معنی قدرت رکھنا۔ طاقت رکھنا۔ قابو پانا۔ غالب آنا مقدار مقرر کرنا۔ اندازہ لگانا کے ہیں۔

= فَرَحُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب وہ خوش ہوئے وہ اترائے فَرَحٌ سے (باب سمع)
فَرَحٌ کا استعمال پسندیدہ اچھی خوشی کے لئے بھی ہوتا ہے اور مذموم خوشی کے لئے بھی۔ پہلے صورت میں اس کا مطلب خوش ہونا ہے۔ اور دوسری صورت میں بدست ہونا۔ اترنا۔
= فِي الْآخِرَةِ۔ اسی فی جنب الاخوة آخرت کے مقابلہ میں۔

= مَتَاعٌ۔ اسم مفرد اَمْتَعَةٌ جمع۔ معین اور عرصہ دراز تک فائدہ اٹھانا۔ معاش۔ فائدہ۔ نفع
وہ سامان جو کام میں آتا ہے۔ مال و متاع جس سے کہ ہر قسم کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ مُتْعَةٌ فائدہ اندوزی یہاں مَتَاعٌ بمعنی مُتْعَةٌ لَا تَذُومُ۔ ایسا فائدہ جو دیر پا نہ ہو۔ متاع حقیر۔

۱۳: ۲۷ = اَنَابَ۔ اَنَابَ يُنِيبُ اِنَابَةٌ (باب افعال) بار بار لوٹ کر آنا۔ اَنَابَ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ رجوع ہوا۔ اِنَابَةٌ اِلَى اللّٰهِ کے معنی اخلاص عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونا۔
اور توبہ کرنا۔ اَلتَّوْبُ۔ کسی چیز کا بار بار لوٹ کر آنا۔ تَوْبٌ ذَنْوِيَّةٌ (باب نصر) مصدر۔
۱۳: ۲۸ = اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اَنَابَ کا بدل ہے۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے۔ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ۔ اور جن کے دل ذکر الہی سے اطمینان حاصل کرتے ہیں ان کو خداوند تعالیٰ اپنی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔ (يَهْدِيْ اِلَيْهِ)

۱۳: ۲۹ = طُوْبِيْ (مادہ طيب) طَابَ يَطُوْبُ (ضرب) سے مصدر ہے اصل میں طُوبَى (بروزن فعلی) متقا۔ یا ساکن ماقبل اس کا مضموم اس لئے یا کو واو سے بدل لیا گیا۔ بمعنی خوبی۔ خوش حالی۔ ہر قسم کی خوش گواری جس میں بقاء عزت۔ غناء شامل ہو۔

طوبیٰ ایک درخت کا نام ہے جو بہشت میں ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف ہے کہ
جاء اعرابی الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله انى الجنة فاكهة؟
قال نعم فيها شجرة تدعى طوبى هي لطاق الفردوس۔

ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا: یا رسول اللہ کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے! جو الفردوس کے وسط میں ہے۔

لہذا یہاں اس سے مراد جنت کا درخت مراد لینا ہی زیادہ صحیح ہے۔
طوبیٰ کو مصدر کے معنی میں لیا جائے تو اس کا ترجمہ ہوگا۔ ان کے لئے خوشحالی اور خوش گواری ہے۔
یا مرادہ ہو ان کے لئے۔

اور اگر اس سے جنت کا درخت مراد لیا جائے تو ترجمہ ہوگا:

ان کے لئے طوبیٰ ہے یعنی جنت اور جنت کے میوہ دار درخت۔ اور خاص کردہ درخت جس کا نام طوبیٰ ہے۔ یعنی جنت اور جنت کے میوہ دار درخت اور خاص کردہ درخت جس کا نام طوبیٰ ہے۔
= حُسْبٌ - حَسَنٌ يَحْسُبُ - سے مصدر ہے۔ اچھا ہونا۔ عمدہ ہونا۔ مضاف۔

= مَاب (مادہ اوب) اب يُوْذِبُ (نصر) سے مصدر مسمیٰ۔ لوٹنا۔ واپس ہونا۔ نیز اسم طرف زمان (لوٹنے کا وقت) اور اسم ظرف مکان (لوٹنے کی جگہ) بھی ہے۔ مضاف الیہ۔ حُسْبٌ مَابٌ جائے بازگشتن کی عمدگی۔ خوشگواری۔ یعنی آخرت کی عمدگی۔ نیک انجام۔
اُوْبٌ اور اَيَابٌ مصدر بھی ہیں۔

۱۳: ۳۰ = كَذٰلِكَ اَرْسَلْنَا فِيْ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَمٌ - اسی کما ارسَلْنَاکَ
یا محمد الیٰ ہذہ الامۃ کذٰلک ارسَلْنَا انبیاء قبْلک الیٰ امم قد خلت و مضت۔
یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہم نے تجھے اس امت کی طرف بھیجا ہے اسی طرح تجھ سے پہلے ہم نے نبیوں کو ان امتوں کی طرف بھیجا جو (پہلے) گذر چکی ہیں۔

= لَتَتْلُوْا (تاکہ)۔ لام تعلیل کا ہے۔ (یعنی تمہیں بھیجنے کی علت و غایت کیا تھی) (تاکہ) تو تلاوت کرے تو پڑھے۔ مضارع واحد منکر۔ تِلَادَةٌ مصدر تَلَا یَتْلُو۔ (باب نصر) تَلَوْا وَتِلَادَةٌ جس کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ آسمانی کتابوں کے اتباع اور پیروی کے لئے مخصوص ہے تلاوت قرأت سے خاص ہے ہر تلاوت قرأت ہو سکتی ہے لیکن ہر قرأت تلاوت نہیں۔ مثلاً۔ تَلَوْتُ الْقُرْآنَ وَ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ (میں نے قرآن مجید پڑھا) درست ہے۔ لیکن تَلَوْتُ رَقْعَتَکَ میں نے تیرے رقعہ کی تلاوت کی۔ درست نہیں ہے۔ کیونکہ جب تلاوت القرآن کہا جائے گا تو پڑھ کر اس کا اتباع واجب بھی ہے۔ لیکن رقعہ پڑھ کر اس کا اتباع ضروری نہیں ہے۔ لہذا یہاں قرأت رَقْعَتَکَ کہیں آیت شریفہ و اتبعوا ما تنزلوا الشیاطین (۱۰۲: ۲) (اور وہ پیچھے لگ لئے اس (علم) کے جو پڑھتے تھے شیاطین) میں جو شیطانوں کے پڑھنے کو تلاوت کہا گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ ان کو یہ زعم تھا کہ وہ (شیاطین) کتب الہیہ کی تلاوت کرتے ہیں۔
تلاوت کا فعل جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کے معنی نازل کرنے کے

ہوں گے جیسے ذٰلِكَ نَتَلَوُا عَلَیْكَ مِنَ الذِّیْتِ وَالذِّیْنِ الْحَکِیْمِ ۝ (۵۸:۳) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تم پر آیتیں اور حکمت والی نصیحت اتارتے ہیں۔ اور آیت شریفہ یَتَلَوْنَهَا حَقًّا تِلَاوَتِہِ ۝ (۱۲۱:۲) (وہ اس کو ایسا پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے) میں علم و عمل دونوں کا اتباع کامل مراد ہے۔
= لَتَتَلَوْا عَلَیْہِمْ۔ تاکہ تو ان کو پڑھ کر سنائے۔

= وَہُمْ یَکْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ۔ حال یہ ہے کہ وہ رحمن کا انکار کر رہے ہیں یہ جملہ حال ہے اَرْسَلْنَاکَ یعنی یعنی آپ کی رسالت اور نزول قرآن کی شکل میں ہم نے ان پر دینی اور دنیوی نعمتوں کی فراوانی کر دی ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ اس بلیغ الرحمة رحمن (اللہ تعالیٰ) کا انکار کر رہے ہیں۔

= هُوَ۔ اسی الرحمن الذی کفر تم بہ۔ یعنی وہی رحمن جس کا تم انکار کر رہے ہو (میرا پروردگار)۔
= مَتَّاب۔ اصل میں مَتَّابِی تھا۔ مَتَّابِ مضاف یا مَمْلُوم مضاف الیہ۔ یا وہ کو حذف کر دیا گیا۔ میری والہی۔ میرا رجوع۔ مَتَّاب۔ تَابَ یَتُوْبُ سے مصدر ہے (باب نصر) تَوْبَةٌ۔ تَوْبٌ۔ تَابَةٌ۔ سب مصدر ہیں۔ لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ یعنی اسی کی طرف مجھے واپس جانا ہے۔

۱۳:۳۱ = سَیَرَتْ۔ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ چلائی گئی۔ پہاڑوں کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی وہ چلائے گئے۔ یا وہ چلائے جائیں۔

تَسَیَّرَ (تفعیل) مصدر۔ سَیَرَ سے بمعنی چلنا۔ یعنی پہاڑ اپنی جگہوں سے ہلائے جائیں۔

= قَطَعَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَقَطَّعَ (تفعیل) مصدر۔ وہ پھاڑ دی گئی یا وہ پھاڑ دی جاتی۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی۔

= اَلْقَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کر دینے کے ہیں خواہ اس کا تعلق اجسام وغیرہ سے ہو جیسے لَقَطَعَنَّ اَیْدِیْکُمْ وَاَزْجَلْکُمْ فِیْ خِلَافٍ (۱۲۴:۷) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کوٹا دوں گا۔ یا اس کا تعلق بصیرت سے ہو۔ جیسے معنوی چیزیں۔ مثلاً وَتَقَطَّعُوا اَرْحَامَکُمْ (۱۲۷:۲۳) اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔

قطع الارض۔ زمین کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا۔ یا بمعنی مسافت طے کرنا۔

یعنی ایسا قرآن جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے کہ اس میں سے چشمے پھوٹ پڑیں اور نہریں جاری ہو جائیں یا جس کے معجزہ سے طویل مسافتیں چشم زدن میں طے کی جا سکیں۔

= کَلِمَہ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب یعنی جس سے مَرْدے بلائے جا سکیں۔ جس کے اثر سے مَرْدے کلام کرنے لگیں۔

= وَتَوَاتَّ قُرْاٰنًا سَیَرَتْ بِہِ الْجِبَالُ اَوْ قَطَعَتْ بِہِ الْاَرْضُ اَوْ کَلِمَہِ بِہِ الْمَوْتِ

اس میں جواب شرط محذوف ہے سیاق و سباق کے مطابق اس کا جواب سامع پر چھوڑ دیا ہے۔
 (۱) بعض کے نزدیک اس کا جواب لکان ہذا القرآن ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہلا اپنی جگہ سے ہٹا دیے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین بھاڑ دی جاتی۔ یا اس کے ذریعہ سے مردے بولنے لگتے (تو وہ یہی قرآن ہے) اس کی تائید میں وہ یہ آیت لاتے ہیں۔ لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاهُ خَائِعًا مُّتَصِّدًا عَمَّا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (۲۱:۵۹)

(۲) بعض کے نزدیک جواب شرط ہے لَمَّا آمَنُوا بِهِ۔ یہ بھر بھی ایمان نہ لاتے۔ اس کے جواز میں وہ یہ آیت لاتے ہیں۔ لَوْ أَنزَلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا (۶:۱۱۱)

(۳) بعض کے نزدیک جواب شرط یہ ہے مَا كَانَتْ ذَٰلِكَ لِيَعْبُدَ آيَاتُنَا قُدْرَتٍ مِنْهُ سے بعید نہ تھا۔

(۴) بعض کے نزدیک اس کا جواب پہلے آچکا ہے تقدیر کلام یہ ہے وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالْوَحْمَنِ وَلَوَ أَنَّا قُوَّاءُنَا سُبُوتُ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَةٌ بِهِ الْمَوْتَىٰ (اور ان کے درمیان کی عبارت جملہ مقررہ ہے) یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس کے ذریعہ سے پہلا اپنی جگہ سے ہٹا دیے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین بھٹ جاتی یا اس کے ذریعہ سے مردے بولنے لگتے تو یہ بھر بھی رحمن سے انکار (ہی) کرتے۔

= بَلْ يَلَهُ الْوَهْمُ جَمِيعًا ط بلکہ سارا اختیار اللہ ہی کا ہے یعنی یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں اگرچہ ہیں تو ان واحد میں سب کچھ ظہور پذیر آتے۔ لیکن جب ایمان لانا ان کے مقدر میں ہی نہیں تو پھر ان کے مطالبات کو پورا کرنے کا فائدہ؟

حرف بکل خود اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ فقرہ ما قبل میں جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ مؤثر حقیقی نہیں ہیں۔

= أَفَلَمْ يَأْتِئْسَ سَمِئًا سَهْفًا مِّثْلَهُ لَمْ يَأْتِئْسَ مَضَارِعُ نَفِيٍّ حَجْدُ بَلْمِ وَاحِدٌ مَّذْكَرٌ غَائِبٌ۔
 یائس مصدر (باب سَمِعَ) یئس یئس۔ کیا وہ مایوس نہیں ہوئے۔ کیا وہ نہیں جانتے۔
 عام علماء نے یائس کا ترجمہ مایوس ہونا کیا ہے لیکن بعض کے نزدیک اس کا ترجمہ۔ کیا انہوں نے نہیں جانا ہے۔ اس کے استشاد میں رباح بن عدی کا یہ شعر بیان کرتے ہیں:-

الْمِ يَيْئِسُ الْأَقْوَامُ إِنِّي أَنَا بَنُوهُ - وَأَنْ كُنْتُ عَنْ أَرْضِ الْعَشِيرَةِ نَائِيًا
 ترجمہ:- کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ میں اس کا بیٹا ہوں۔ اگرچہ میں قبیلہ کی سرزمین سے دور ہوں۔

حضرت ابن عباس - مجاہد - حسن - قراء جوہری نے یہی مطلب لیا ہے۔

امام راغب اصفہانی "المفردات میں رقمطراز ہیں:-

کہ اس آیت کی تفسیر میں بعض نے لکھا ہے کہ یہاں اس کے معنی 'أَفْلَكُمْ لَعَلَّكُمْ' کے ہیں۔ یعنی کیا انہوں نے اس بات کو نہیں جان لیا۔ مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ اس کے حقیقی معنی ہیں بلکہ یہ اس کے لازم معنی ہیں کیونکہ کسی چیز کے انتفاء کا علم اس سے ناامید ہونے کو مستلزم ہے لہذا یہاں بھی (بلحاظ قرآن) یہ کہہ سکتے ہیں کہ یَبْدَأُ بِمَعْنَى لَعَلَّكُمْ کے ہے۔

= لَا يَزَالُ - مضارع منفی واحد مذکر غائب ذَوَالُ مصدر فعل ناقص - ہمیشہ رہیگا۔

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا - اور کافر لوگ ہمیشہ اس حالت میں رہیں گے۔

= تُصِيبُهُمْ - مضارع واحد مؤنث غائب - ان کو پہنچتی رہیگی۔ ان پر پڑتی رہیگی۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

= قَارِعَةٌ - اسم فاعل واحد مؤنث - قَارِعَاتٌ وَقَوَارِعٌ جمع - مصیبت - بلا - حادثہ - اچانک آجانے والی مصیبت - قَرَعَ يَقْرَعُ (فتح) کھٹکھٹانا - قَرَعَ الْبَابَ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا قیامت بھی اچانک آجانے والی مصیبت اور حادثہ عظیمہ ہے اس لئے اس کو القارعة کہا گیا ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ قَارِعَةٌ يَمَّا صَنَعُوا۔

اور کافروں پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی حادثہ ہمیشہ پڑتا رہیگا۔

= تَحُلُّ - ای لَا يَزَالُ تَحُلُّ - ہمیشہ اترتی رہیگی۔ تَحُلُّ مضارع واحد مؤنث غائب۔ حُلُولٌ اور حَلٌّ سے (باب نصر) بمعنی اترنا۔ فروکش ہونا۔ اصل میں اترتے وقت جس رسی سے اسباب بندھا ہوتا ہے اس کی گرہ کھولنے کو حَلٌّ کہتے ہیں۔ پھر محض اترنے کے لئے بھی اس کا استعمال ہو لگا تَحُلُّ کا فاعل قَارِعَةٌ ہے (یہ معیبتیں ان پر براہ راست آتی رہیں گی۔ یا ان کے گھروں کے ارد گرد قرب وجوار میں نازل ہوتی رہیں گی)

= وَعُدُّ سے مراد فتح مکہ ہے (ابن عباس) یا قیامت کا دن (حسن بصری)

۱۳: ۳۲ = اُسْتَهْزِئْ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب - اس سے کھٹھا کیا گیا۔ اِسْتَهْزَأَ

(استفعال) مصدر۔

= اَمْلَيْتُ - ماضی واحد متکلم - میں نے ڈھیل دی - اِمْلَأُ (اِمْعَالُ) اَلْاِمْلَاءُ کے معنی ڈھیل دینے کے ہیں۔ اسی سے مَلَاوَةٌ مِّنَ الدَّهْرِ یا مَلِيٌّ مِّنَ الدَّهْرِ کا محاورہ ہے جس کے معنی عرصہ دراز کے ہیں قرآن پاک میں ہے وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا (۴۹: ۴۶) اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جا

= عِقَاب - اسی عقابی - میری سزا - میرا سزا دینا - مضاف - مضاف الیہ۔

۳۳:۱۳ = قَائِمٌ - عالم - جاننے والا - نگہبان - نگران - قوم و قومۃ و قیام و قامۃ مصدر ہیں مختلف صلوں کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے۔ مثلاً قَامَ عَلٰی - نگرانی کرنا۔ قَامَ لِ - تعظیم اور لحاظ رکھنے کا مفہوم ہوگا۔ قَامَ بِ سے ادا کرنے کا مطلب ہوگا۔ قَامَ اِلٰی سے ارادہ اور استقبال مراد ہوگا۔ قَامَ عَنْ سے ہٹ جانے کی غرض ہوگی۔

= سَمَوْهُمْ - ان کے نام لو۔ ان کی صفات بیان کرو۔ ان کے گن گناؤ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے محض نام گناؤ۔ مثلاً لات و عزیٰ وغیرہ۔

= تَنَبَّؤْنَهُ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ تم اس کو بتاتے ہو یا بتاؤ گے۔

تَنَبَّؤْنَهُ - تَنَبَّأ (باب تفعیل) سے ن ب ء حروف مادہ

صَدَّوْا - صَدَّ - صُدُّوْا باب نصر (سے ماننی مجہول جمع مذکر غائب۔ وہ روکے گئے وہ روک دیئے گئے۔ یعنی محروم کر دیئے گئے۔ صُدُّوْا عَنِ السَّبِيلِ - راہ حق سے محروم ہو گئے۔ راہ حق ان پر مسدود کر دیا گیا۔ راہ راست سے روک لئے گئے۔

= هَادٍ - اسم فاعل واحد مذکر۔ ہدایۃ مصدر اصل میں ہادی تھا۔ ہدایت دینے والا۔ راستہ بتانے والا۔

= اَفَمَنْ هُوَ اَمْ يَظَاهِرُ مِنَّ الْقَوْلِ - کیا اللہ تعالیٰ جو ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہے۔ (اور ان لوگوں کے بنائے ہوئے شریک۔ ایک برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر باوجود اس کے کہ ان کا اس ذات وحدۃ لا شریک کے کوئی مقابلہ ہی نہیں) ان لوگوں نے خدا کے شریک بنائے ہیں۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے) کہئے (ذرا) ان (شرکاء) کو بیان تو کرو (کہ وہ کون ہیں کیسے ہیں کہاں ہیں۔ کیا کر سکتے ہیں۔ اب تک انہوں نے کون سے کام کئے ہیں اور کن کن صفات سے مستصف ہیں۔ عقل کے اندھو! تم کیا بیان کرو گے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ) تم اس (اللہ) کو کوئی (نئی) بات بتاؤ گے جو اس ارضی دنیا میں اس کے علم میں نہیں (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے کیونکہ وہ عالم کل شئی ہے اور نہ ہی کسی ایسی بات کا تمہارے پاس مدلل ثبوت ہو سکتا ہے) تو پھر کیا یہ محض منہ سے باتیں بناتے ہو (جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور یہ خداوندانِ باطل تم نے یونہی بغیر سوچے سمجھے نامزد کر لئے ہیں) = اَشَقُّ - شَقٌّ سے جس کا معنی مشقت اور سختی کے ہیں اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے جس کا معنی بہت ہی سخت۔

= وَاَقِي - اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں وَاَقِي تھا۔ پچانیوالا۔ حفاظت کرنے والا۔ وَاَقِيْ - وِقَايَةٌ

وَأَقْبَبَهُ مَصَادِرُہیں یعنی کسی چیز کو مُضَر اور نقصان دہ چیزوں سے بچانا۔ چنانچہ قرآن میں ہے فَوَقَّعَهُمُ
 اللَّهُ مُشْرَکَ ذَٰلِكَ الْیَوْمِ۔ (۱۱: ۷۶) تو خدا اُن کو بچالیا اس دن کی برائی سے۔ اور قُتُوا أَنْفُسَکُمْ وَ
 أَهْلَیْکُمْ نَارًا۔ (۶۶: ۶۶) اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔
 اسی سے تقویٰ ہے۔ نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جس سے گزند پہنچنے کا احتمال و اندیشہ ہو۔ کبھی تقویٰ
 اور خوف کو ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۳: ۳۵ = مَثَلٌ۔ یہاں بمعنی صفت و کیفیت آیا ہے۔ یعنی جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے
 اس کی کیفیت یہ ہے.....

= اُكْلُهَا۔ پھل۔ میوہ۔ مضاف۔ ہا مضاف الیہ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اس جنت کا پھل
 یا میوہ۔

اَلْاَدْخُلُ کے معنی کھانا تناول کرنے کے ہیں اور جو چیز کھائی جائے اسے اُكْلٌ وَاَدْخُلٌ کہا
 جاتا ہے۔

اُكْلُهَا دَائِمٌ۔ اس کا پھل ہمیشہ رہنے والا ہے۔

= وَظِلُّهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا سایہ۔ اِی وَظِلُّهَا دَائِمٌ۔

= عُقْبَى۔ بمعنی انجام۔

۱۳: ۳۶ = اَلْاَحْزَابُ۔ حِزْبٌ کی جمع۔ گروہ۔ ٹولیاں۔ جماعتیں۔

الاحزاب۔ یعنی الجماعات الذین تحزبوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
 الکفار والیہود والنصارى۔ کفار۔ اہل یہود۔ اور اہل نصاریٰ میں سے وہ گروہ جنہوں نے رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گروہ بندی کی ہوئی تھی۔ اور آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔

وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَهُ۔ یعنی کفار اہل یہود و اہل نصاریٰ میں سے مخالف جماعتوں
 کے بعض لوگ جو قرآن کے کچھ حصوں کے انکاری ہیں (جو حصے کہ ان کی خواہشات کے مطابق نہیں ہیں)
 = اَدْعُوا۔ مضارع واحد متکلم دَعَوَةٌ سے۔ میں پکارتا ہوں۔ میں پکاروں گا۔ میں دعوت دیتا ہوں
 میں دعوت دوں گا۔

= مَآبٍ۔ میرا لوٹنا۔ میری واپسی۔ مَآبٍ ظرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۳: ۲۹

۱۳: ۳۷ = اَنْزَلْنَاهُ۔ میں نے ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

= حُكْمًا۔ حکم کے طور پر۔ جس میں حلال و حرام۔ نیکی و بدی۔ ہدایت و گمراہی وغیرہ ہر قسم کے احکام
 موجود ہیں۔

= عَدَبِيًّا - واضح طور پر - عربی زبان میں -

حُكْمًا اور عَدَبِيًّا دونوں بوجہ حال کے منصوب ہیں۔ اس کے معنی ”احکام کی کتاب عربی زبان میں“ یا ”واضح اور ظاہر احکام کی کتاب“ دونوں ہو سکتے ہیں۔

= كَذَلِكَ - یعنی جس طرح انبیائے سلف پر ان ہی کی زبان میں وحی الہی نازل کی گئی تھی اسی طرح قرآن حکیم بھی اہل مکہ کی اپنی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ یا جس طرح واضح احکام کی کتب الہیہ سابقہ انبیاء پر نازل ہوتی تھیں اسی طرح یہ قرآن مجید بھی واضح احکام کا مجموعہ نازل کیا گیا ہے۔

= اَهْوَاءَهُمْ - مضاف مضاف الیہ - اَهْوَاءُ - ہوس کی جمع - ان کی خواہشیں۔

۱۳: ۳۸ - يَأْتِي بَآيَةٍ - لائے کوئی آیت - لائے کوئی نشانی - پیش کرے کوئی معجزہ۔

= اَجَلٍ - مدت مقررہ - وقت مقررہ

= كِتَابٌ - ای حکم معین یکتب علی العباد حسبما تقتضيه الحكمة ایک معین حکم جو بہ تقاضا حکمت بندوں کے لئے لکھا گیا ہو۔

بِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ - تمام اوقات مقررہ پر جو کچھ ہونا ہے وہ پیشتر ہی تحریر شدہ ہے اور کوئی اس کو آگے پیچھے یا اس کے الٹ نہیں کر سکتا۔

۱۳: ۳۹ = يُثَبِّتُ - ای یثبت مایثاء

= اُمُّ الْكِتَابِ - لوح محفوظ - جو تمام کتب کی اصل جڑ ہے۔

۱۳: ۴۰ = اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ اَصْلًا مِنْ اَنْ نُّرِيَنَّكَ ہے مَا زَانِدٌ ہے تاکید کے لئے آیا ہے اور نون ثقیلہ تاکید کے لئے - اِنْ شَرِطِيہ - اگر ہم تجھ کو دکھلا دیں۔

= نَعِدُكُمْ - مضارع جمع متکلم دَعَدُ مصدر (باب ضرب) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں (یعنی جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں - یا وعدہ کیا ہوا ہے۔

= نَتَوَفَّيْكَ - متوَفَّيْتُ - مضارع بالنون ثقیلہ برائے تاکید - جمع متکلم - كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر - ہم تیری زندگی پوری کر دیں - ہم تیری روح قبض کر لیں۔

- مطلب یہ کہ جس عذاب کا وعدہ ہم نے ان کافروں سے کیا ہوا ہے ان میں سے کوئی عذاب

ہم آپ کی زندگی میں ان پر نازل کر کے آپ کو دکھادیں یا عذاب آنے سے قبل ہم آپ کو اٹھالیں (یہ ہماری مرضی ہے) کیونکہ آپ کے ذمہ تبلیغ ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔

۱۳: ۴۱ = ثَانِي - اَتِي يَأْتِي (باب ضوب) اِثْنَانُ مصدر - مضارع جمع متکلم - ہم آتے ہیں

ہم چلے آتے ہیں - اِثْنَانُ کے معنی ”آنا“ کے ہیں خواہ کوئی بذاتہ آئے یا اس کا حکم پہنچے۔ یا اس کا نظم

ونسق اور حکم عملاً جاری ہو۔ جیسے فَأَتَىٰ اللَّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ السَّمَاءِ (۲۶:۱۶) سو اللہ نے ان کی ساری عمارت بڑے اکھاڑ دی۔ اَتَيْتُهُ بِكَذَا اَوْ اَقْبَتُهُ كَذَا۔ کے معنی کوئی چیز لانا اور دینا کے ہیں = نَنَقُصُهَا۔ نَنَقُصُ۔ مضارع جمع متکلم۔ نَقَصَ مصدر (باب نصر) ہا ضمیر مفعول واحد مَوْنَت غَائِب۔ ہم اس کو کم کرتے ہیں۔

اَنَا نَاتِي الدَّرَاضِ نَنَقُصُهَا مِّنْ اطْرَافِهَا۔ میں نَنَقُصُهَا مِّنْ اطْرَافِهَا حال ہے نَاتِي کا۔ یعنی ہم زمین کو اس کی تمام طرفوں سے کم کرتے چلے آتے ہیں۔ (یہاں اِشْيَانُ مصدر اُس معنی میں استعمال ہوا ہے جس طرح (۲۶:۱۶) متذکرہ بالا میں) مطلب یہ کہ اہل کفار کے علاقے آہستہ آہستہ اہل اسلام کے اثر و نفوذ میں چلے آ رہے ہیں (علاقوں سے جغرافیائی۔ اعتقادی۔ تمدنی۔ سبھی حدود مراد لی جاسکتی ہیں)

= مُعَقِّب۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تَعْقِيْبُ (تفعیل) سے عقب مادہ۔ رد کرنے والا۔ لوٹا دینے والا۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ۔ اللہ کے فیصلہ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اور اس پر بحث کر سکتا ہے۔ یہ عَقِبَ الْحَاكِمِ عَلَىٰ حُكْمِهِ مِّنْ قَبْلِهِ۔ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ یعنی حاکم نے اپنے پیشرو کے خلاف فیصلہ دیدیا۔ (الکشاف) نیز ملاحظہ ہو ۱۳:۱۱۔ اور ۱۳:۲۲۔ ۱۳:۲۲ = مَكْرَ۔ ماضی واحد مذکر۔ اس نے تدبیر چلی۔ اس نے چال چلی۔ اس نے حیلہ سے کام لیا۔ اَلْمَكْرُ۔ حیلہ۔ تدبیر۔ چال۔ اچھے کام کے لئے ہو تو محمود۔ بُرے کام کے لئے ہو تو مذموم = عُقْبَى الدَّارِ۔ ملاحظہ ہو ۱۳:۲۲۔ نیک انجام۔

۱۳:۲۳ = مُؤَسَّلًا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر منصوب۔ دس ل۔ مادہ۔ بھيجا ہوا۔ پیغامبر پیغمبر۔ رسول۔

= كَفَىٰ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ (باب ضرب) صیغہ ماضی کا ہے لیکن مراد استمرار ہے كِفَايَةً مصدر۔ اور اسم مصدر بھی ہے اَلْكِفَايَةُ ہر وہ چیز جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔ اور مراد حاصل ہو جائے اور مزید حاجت نہ ہے۔

كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا (گواہ ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے) میں بَ زائدہ ہے۔ بغیر باد کے انہی معنوں میں قرآن مجید میں ہے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (۵:۳۳) اور خدا مَنُوْل کے لئے جنگ کی ضروریات کے سلسلے میں کافی ہوا۔

اور اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ (۹۵:۱۵) ہم تمہیں ان لوگوں کے شر سے بچانے کے لئے جو تم سے استہزاء کرتے ہیں کافی ہیں۔

== وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ - واؤ حرف عطف - مَنْ اسم موصول عِنْدَهُ عِلْمُهُ مِتَّ الْكِتَابِ - صلہ - موصول مل کر معطوف - اللَّهُ معطوف علیہ - (اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ) الْكِتَابِ مراد لوح محفوظ ہے۔

اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک مَنْ عِنْدَهُ عِلْمُهُ مِنَ الْكِتَابِ سے مراد علمائے اہل کتاب ہیں۔ اور الْكِتَابِ مراد توریت و انجیل ہے بعض کے مطابق مومنین ہیں جو قرآن حکیم کا علم رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں مَنْ عِنْدَهُ سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱۳) سُورَةُ اِبْرٰهِيْمَ (۲۷)

۱۳: ۱ = الرَّأْسُ - ملاحظہ ہو آئہ ۱: ۲

= كِتَابٌ - یعنی الْقُرْآنُ - كِتَابٌ خبر ہے۔ اس کا مبتدا هَذَا محذوف ہے اَنْزَلْنَاهُ... اس کی صفت ہے۔ اَنْزَلْنَاهُ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع كِتَابٌ ہے كِتَابٌ یہاں نکرہ ہے نکرہ کا استعمال بعض دفعہ رفع شان کے اظہار کے لئے بھی کیا جاتا ہے یعنی موصوف کی شان اس قدر مشہور و معروف ہے کہ اسے معرفہ لانے کی ضرورت نہیں۔

= النَّاسِ میں ال استغراق کا ہے جو کلیت چاہتا ہے۔ یعنی جمیع نسلِ انسانی۔
= ظَلُمْتُ إِلَى النُّورِ - میں ظلمت کا صیغہ جمع اور نور کا صیغہ واحد اس بات کی دلیل ہیں کہ گمراہیاں اور اقسام کفر کثرت سے ہیں جب کہ ہدایت کی راہ صرف ایک ہی راہ مستقیم ہے۔
= إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ - بدل ہے النُّورِ کا۔ کیونکہ مقصود النُّور سے وہی راستہ ہے عزیز و حمید کا جو سب پر غالب ہے۔

۱۳: ۲ = اللَّهُ - الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ کا عطف بیان ہے کیونکہ یہ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ کی وضاحت کرتا ہے یعنی وہ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ - یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔

= دَئِلٌ - اسم مرفوع - ہلاکت - عذاب - خرابی - بربادی - دوزخ کی ایک وادی - کلمہ زجر و وعید کلمہ حسرت و ندامت ہے -

وَدَئِلٌ مِّنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ - عذاب شدید سے خرابی - عذاب شدید کے باعث خرابی (یہ عذاب دنیوی بھی ہو سکتا ہے اور عذاب اخروی بھی)

= يَسْتَجِثُّونَ - مضارع جمع مذکر غائب - اِسْتَجَابَ (اِسْتَفْعَالٌ) مصدر وہ محبوب رکھتے ہیں وہ پسند کرتے ہیں - وہ ترجیح دیتے ہیں -

= يَصُدُّونَ - صَدَّ يَصُدُّ صَدًّا - لازم و متعدی دونوں میں مستعمل ہے - وہ روکتے ہیں وہ باز پھرتے ہیں - اعراض کرتے ہیں - آیہ نہا میں دونوں معنی مراد ہیں -

= يَبْغُونَهَا - (وہ اسے چاہتے ہیں) میں ہا ضمیر کا مرجع سَبِيلِ اللہ ہے -

= عَمَوجًا - کج - ٹیڑھا - العَوَجُ (نَصَر) کے معنی کسی چیز کا سیدھا کھڑا ہونے کی حالت سے ایک طرف جھک جانے کے ہیں - جیسے عَجْتُ الْبَعِيرَ بِرَمَامِهِ میں نے اونٹ کو اس کی مہار کے ذریعہ ایک طرف موڑ دیا -

الْعَوَجُ - اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو آنکھ کے بسہولت دیکھا جاسکے جیسے ٹکڑی وغیرہ میں کجی - اور الْعَوَجُ (عین کے کسرے کے ساتھ) اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو صرف عقل اور بصیرت سے دیکھا جاسکے - جیسے کہ معاشرہ میں دینی اور معاشی ناہمواریاں کہ عقل و بصیرت سے ہی ان کا ادراک ہو سکتا ہے - یا جیسے قرآن مجید میں ہے تَوَّانَا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عَوَجٍ (۳۹: ۳۸) قرآن واضح جس میں کوئی کجی نہیں ہے یا جیسے کہ آیہ نہا -

= ضَلَالٍ أَبْعَدٍ - موصوف و صفت - بُعْدُ حَقِيقَتِهِ ضَالٌّ (گمراہ) کے لئے ہے وبالذہ کے لئے گمراہ کے فعل گمراہی (ضلال) کی صفت میں اسے استعمال کیا گیا ہے - یعنی وہ گمراہی میں بہت دور جا چکے ہیں ۴: ۱۴ = بِلِسَانٍ قَوْمِهِ - اس کی قوم کی زبان کے ساتھ - یعنی جس کی زبان وہی ہو جو اس کی قوم کی زبان ہے - لِسَانٌ کے لفظی معنی زبان کے ہیں اور مجازاً کلام اور لغت کے لئے بھی بولتے ہیں - وَجَلَّ لِسْنٌ - وہ شخص جو اپنی بات وضاحت سے بیان کر سکے -

۵: ۱۴ = اَنْ اَخْرِجُ میں اَنْ کے معنی میں ہے اس لئے کہ اَرْسَلْنَا میں قُلْنَا کے معنی بھی شامل ہیں - لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوسٰی بِآيَاتِنَا وَقُلْنَا لَهُ اَخْرِجْ.....

= ذَكَرْهُمْ - امر واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - تُوَان کو یاد دلا - تُوَان کو سمجھا - تُوَان کو نصیحت کر -

— اَیَّامِ اللّٰهِ۔ اللہ کے دن۔ یعنی اللہ کی وہ نصیحتیں جو مختلف قوموں کو عطا ہوئیں مثلاً حکومت اقتدار وغیرہ۔ یا وہ مصیبتیں جو قوموں کو ان کے اعمال کی پاداش میں یا ان کی آزمائش کے لئے ان پر نازل ہوئیں۔ مثلاً وباء قحط۔ محکومی غلامی وغیرہ۔ جو اپنی اہمیت کی وجہ سے جزو تاریخ بن چکی ہیں۔ تاریخ کے اہم واقعات۔ اَیَّام کی اضافت اللہ کی جانب ان واقعات کی اہمیت پر دلالت کرنے کے لئے
= ذٰلِکَ کا اشارہ اَیَّامِ اللّٰهِ کی طرف ہے۔

= صَبَّارٌ۔ بڑا صبر کرنے والا۔ صَبْرٌ سے (فَعَّالٌ) کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= مُشْکُرٌ۔ بڑا شکر گزار۔ بڑا احسان ماننے والا۔ بڑا قدردان۔

شُکْرٌ سے فَعُولٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور مبالغہ کے اوزان میں سے ہے۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جب اس کا استعمال اللہ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی قدردان کے آتے ہیں۔

۱۴: ۶ = یَسْؤُ مُؤْتِکُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تم کو تکلیف دیتے تھے سَامَ یَسُوْمُ سَوْمًا۔

السَّوْمُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانے کے ہیں۔ پس اس کا مفہوم دو اجزاء سے مرکب ہے یعنی طلب اور جانا۔ کبھی صرف جانا کے معنی میں آتا ہے جیسے سَامَتِ الْبِلْدُ۔ اونٹ چراگاہ میں چرنے کے لئے چلے گئے۔ یا سُمْتُ الْبِلْدَ فِی الْمَوْغِی۔ میں نے چراگاہ میں چرنے کے لئے اونٹ بھیجے۔ اور انہی معنوں میں قرآن پاک میں آیا ہے مِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ لَئِیْمُونَ۔ (۱۰: ۱۶) اور اس درخت بھی (شاداب) ہوتے ہیں جن میں تم اپنے چارہ پالوں کو چراتے ہو۔

اور کبھی صرف طلب کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے آیہ نہا میں۔ یعنی تم کو تکلیف پہنچانے کی نیت نئی راہوں کے طالب و کوشاں رہتے ہیں۔

اس مادہ سے سِیمَہٌ وَسُوْمَہٌ وَسِیمَا۔ بمعنی علامت و نشان ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ یُعَوِّفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِیمَاهُمْ۔ (۴۰: ۵۵) مجرمین اپنی نشانیوں یا علامتوں سے پہچانے جائیں گے اور الْمَلَائِکَہُ مَسْوُومَاتٌ۔ (۱۲۵: ۳) اپنے پر یا اپنے گھوروں پر نشان امتیاز بنانے والے۔
= یَسْؤُ مُؤْتِکُمْ سُوءَ الْعَذَابِ۔ وہ تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے۔ تمہارے لئے سخت تکلیفیں تلاش کرتے تھے۔

تفسیر منظر ہی میں ہے سُوءَ الْعَذَابِ سے مراد قتلِ اولاد نہیں ہے بلکہ بنی اسرائیل کو غلام بنانا اور سخت ترین کام لینا مراد ہے کیونکہ وَ یَذِیْحُونَ کا عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔

= یَسْتَحْيُونَ - مضارع جمع مذکر غائب (اِسْتَحْيَا) مصدر - وہ جتیا رہنے دیتے تھے
= نَبَاٌ عَظِيمٌ - بڑی بھاری آدمائش - بہت بڑی آدمائش -

۱۴:۷ = تَاَذَنَ - ماضی واحد مذکر غائب (بَاب تَفَعَّلُ) (تَاَذَنَ) اس نے سنا دیا - اس نے
خبر کر دی - اس نے اعلان کر دیا - اس نے بتا دیا - (ملاحظہ ہو ۷: ۱۶۷)

۱۴:۸ = تَكْفُرُوا - تم ناشکری کرو - مضارع مجزوم - جمع مذکر حاضر - اصل میں تَكْفُرُونَ تھا
اِنْ شَرَطِیْہِ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا -

۱۴:۹ = نَبَاٌ - نَبَاٌ - خبر اطلاع -

= قَوْمَ نُوحٍ - یہ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ کا بدل یا عطف بیان ہے - ان لوگوں ان قوموں کی خبر
جو تم سے قبل گزر چکی ہیں - یعنی قوم نوح - اسی طرح عَادِ کا عطف قَوْمِ نُوحٍ پر ہے اور ثمود
اور الذین من بعد ہم کا عطف بھی قوم نوح پر ہے اور لایعلمہم الا اللہ جملہ مقررہ ہے
دکیا تم کو اپنے سے پہلے قوموں کی خبر نہیں ملی یعنی نوح کی قوم - عاد اور ثمود کی قوم اور وہ قومیں جو ان کے بعد آئیں
جن کے صحیح حالات اور تعداد کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا

= فَوَدُّوا اَیْدِیْہُمْ فِیْ اَفْوَاهِہِم - رَدُّ یُرَدُّ - (باب نصرم سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے
انہوں نے لوٹا دیا - انہوں نے الٹا دیا - انہوں نے پھیر دیا - جیسے رَدُّوْہَا عَلَیَّ - (۳۸: ۲۳) ان گھوڑوں
کو میرے پاس لوٹا لاؤ -

اس جملہ کے مندرجہ ذیل مختلف معانی مفسرین نے لکھے ہیں -

(۱) غصہ سے اپنی پشت دست کاٹنے لگے - یہ عَصُّوْا عَلَیْکُمْ اَلْدَنَامِلَ مِنَ الْغِیْظِ (۱۱۹: ۳) وہ تم پر
(شدت) غیظ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں - سے ملتا جلتا محاورہ ہے -

(۲) وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھنے لگے - خاموش رہنے کے لئے یا تعجب کے اظہار کے لئے یا استہزاء کے طور پر -

(۳) اگر اَفْوَاهِہُمْ میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اَنْبِیَاءُ کو قرار دیا جائے تو ترتیب ہو گا - انہوں نے
اپنے ہاتھ انبیاء کے منہ پر رکھ دیئے ان کو خاموش کرنے کے لئے گستاخانہ انداز میں

(۴) وہ ان کی (انبیاء کی) تکذیب کرتے تھے - چنانچہ کہتے ہیں - رَدَدْتُ قَوْلَ فُلَانٍ فِیْ فِیْہِ - اے
کَذَبْتُہُ - میں نے فلاں کی بات قبول نہ کی - فلاں کی بات کو جھٹلا دیا -

= كَفَرْنَا - ماضی جمع متکلم - ہم نے انکار کیا - ہم منکر ہوئے -

= مُرِیْبٌ - اسم فاعل واحد مذکر - اِرَابَةٌ (باب افعال) متروک بنا دینے والا - بے چین کر دینے والا
تردد میں ڈالنے والا - یہ شَكٌّ کے بعد مُرِیْبٌ کا اضافہ تاکید مزید کے لئے ہے - یعنی شک ایسا نہیں جو

نکل جائے بلکہ شبہات اور زیادہ بڑھتے جاتے ہیں۔

۱۴: ۱۰ = اَفِی اللّٰهِ شَکٌّ۔ اے انتم فی شک مریب من اللہ تعالیٰ۔ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارہ میں شک کرتے ہو۔ (منکرین نے کہا تھا کہ) انا کفرنا بما ارسلتم بہ وانا لفی شک مما تدعونا الیہ مریب۔ جو حکم تم کو دیکر بھیجا گیا ہے ہم اس سے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہمیں دعوت دے رہے ہو اس کی صداقت کے متعلق ہم سخت تذبذب و شک میں ہیں۔ اس کے جواب میں ان کے نبیوں نے کہا کہ:-

کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارہ میں شک کرتے ہو! کیونکہ یہ پیغام ہمارا نہیں اس ذات تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اس میں شک کرنا اس ذات کے متعلق شک کرنے کے مترادف ہے۔ یہ پیغام برحق ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلا رہا ہے کہ اس کے مطابق تم عمل کرو تو وہ تمہارے گناہ بخش دے۔

= فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ فاطر۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ فَطَرٌ مصدر (باب نصر و ضَرَبَ) عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانیوالا۔ نیست سے ہست کرنے والا۔ یا تو بدل ہے اللہ کا۔ یا اس کی صفت ہے۔ یعنی وہ اللہ جو فاطر السموات والارض ہے۔

= یُوَخِّرُکُمْ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ تَاخِیْرٌ (تفعیل) مصدر کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو مہلت دے۔

= اِنْ اَنْتُمْ مِّنْ اِنْ نّٰفِیْہِ۔ استثناء سے قبل جو اِنْ اور مَا آئے وہ نافیہ ہوتا ہے۔

= سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔ موصوف صفت۔ روشن دلیل۔ بین ثبوت۔ واضح برہان۔ معجزہ۔

۱۴: ۱۱ = یَمُوتُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَمَاتٌ۔ مصدر۔ (باب نصر) وہ احسان کرتا ہے

۱۴: ۱۲ = سُبُلَنَا۔ مضاف۔ مضاف الیہ۔ ہمارے راستے۔ ہماری راہیں۔ سَبِيلٌ کی جمع۔

= هٰذَا اَنَا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هٰذَا اَیْہُ سے۔ هٰذَا اَنَا سُبُلَنَا۔ اس نے ہم کو حق کے راستے بتا دیئے۔

= لَنْصَبِرَنَّ۔ مضارع جمع مشکلم لام تاکید و نون ثقیلہ۔ ہم ضرور ہی صبر کریں گے۔

= اَذْ یُنْمُوْنَا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع مشکلم۔ تم نے ہم کو ایذا دی۔

۱۴: ۱۳ = لَتَعُوْذَنَّ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ بِالام تاکید و نون ثقیلہ۔ تم کو ضرور بالضرور لوٹ آنا ہوگا (ہمارے مذہب میں) عُوْذٌ (باب نصر) سے جس کے معنی کسی شے سے پلٹنے کے بعد (خواہ

پلٹنا بذاتِ خود ہو یا بذریعہ قول یا بذریعہ عزم و ارادہ) اس کی طرف پھرنے اور لوٹنے کے ہیں۔

= اَوْحٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے وحی بھیجی۔ اس نے حکم دیا۔ اس نے اشارہ دیا۔ اِنْبَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔

= لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِيْنَ۔ لَنُهْلِكَنَّ۔ مضارع جمع مستکمل۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ تاکید۔ ہم ضرور تباہ کر دیں گے۔ ہلاک کر دیں گے۔

۱۴: ۱۴ = لَنُسَكِّنَنَّكُمْ۔ مضارع جمع مستکمل۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ تاکید۔ کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِسْكَانٌ مصدر باب افعال۔ ہم تم کو یقیناً آباد کر دیں گے۔ یا۔ آباد رکھیں گے۔

= وَعَيِّدٌ۔ اصل میں وَعَيِّدٌ تھا۔ میرا وعدہ عذاب۔ میری طرف سے ڈراوا۔

۱۴: ۱۵ = اِسْتَفْتَحُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے فیصلہ مانگا۔ انہوں نے فتح چاہی۔ اِسْتِفْتَاَحٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے جس کے معنی غلبہ یا فیصلہ طلب کرنے کے ہیں۔ فتح کے معنی غلبہ کی مثال نَصْرُ مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ مُّقْرِبٌ (۱۳: ۶۱) (تمہیں) خدا کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح عنقریب (ہوگی) اور فیصلہ کی مثال كُلُّ يَوْمٍ الْفَتْحُ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا اِيْمَانُهُمْ (۲۹: ۲۳) کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ فیصلہ کے روز (یعنی روز قیامت) کافروں کو ان کا ایمان لانا فربہ بھی نفع نہ دے گا۔ یا۔ دینا افتم بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (۸۹: ۷) اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے۔

استفتحوا کا فاعل کون ہے۔ ضمیر کا مرجع انبیاء بھی ہو سکتے ہیں اور کفار بھی۔ پہلی صورت میں انبیاء نے کفار سے مایوس ہو کر فتح کی دعا کی۔ اور اللہ نے کفار کو نامراد کر دیا۔ دوسری صورت میں کفار نے دعا مانگی کہ اگر یہ انبیاء سچے ہیں تو ہم پر عذاب نازل کر۔ چنانچہ عذاب آیا جس نے ہر سرکش کو نامراد کر دیا۔

= خَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَيْبَةٌ سے (باب ضرب) وہ نامراد ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ اس کا مطلب فوت ہوا۔ الْخَيْبَةُ کے معنی ناکام ہونے اور مقصد فوت ہوجانے کے ہیں۔ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَحَذَّخَابٍ مِّنْ اِفْتَرٰی (۶۱: ۲۰) اور جس نے افتراء کیا نامراد ہو گیا۔ یا فَيَنْقَلِبُوْا خَا۟ثِبِيْنَ (۱۲۴: ۳) کہ وہ ناکام ہو کر واپس جائیں۔

= جَبَّارٌ۔ زبردست دباؤ والا۔ زور کرنے والا۔ سرکش۔ مجبور کرنے والا۔ خود اختیار۔ جَبْرٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ الْجَبْرُ کے اصل معنی زبردستی اور دباؤ سے کسی چیز کی اصلاح کرنے کے ہیں۔ اس صورت میں یہ ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے وصف مدح ہے۔ لیکن اگر کوئی انسان

ناجائز تعلق سے اپنے نقص کو چھپانے کی کوشش کرے یا کسی غیر حق بات کو زبردستی منوائے یا کر دے تو ایک مذموم صفت ہے اور اسی معنی میں آیہ ہذا میں اس کا استعمال ہوا ہے۔ یعنی زبردستی کرنا والا سرکش۔

= عَنِيدٍ - عنادر کھنے والا۔ مخالف۔ ضدی۔ جان بوجھ کر حق کی مخالفت کرنے والا۔ بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع عُنْدُہُ ہے (عند باب نصر ووض) وَعِنْدَا (باب سَمِعَ) وَعِنْدَا (باب كَرُمَ) حق کی مخالفت کرنا۔

۱۶:۱۴ = مِنْ دَرَاثِلِهِ جَعَمٌ - وَرَاءَ لَفَاتِ اضْدَادٍ سے ہے اس کے معنی جس طرح ”پیچھے“ کے ہیں ”آگے“ کے بھی آتے ہیں۔ یہاں بمعنی مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ (اس کے آگے ہے) یعنی ان کی اس دنیاوی نامرادی و ناکامی کے آگے آخرت میں جہنم ہوگا۔

= صَدِيدٍ - پیپ۔ کچ لبو۔ جواہل دوزخ کے حسیوں میں سے بھیگی۔ یہ مَاءٌ کا عطف بیان ہے ۱۴:۱۴ = يَجْرَعُهُ - مضارع واحد مذکر غائب کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَاءٌ صَدِيدٌ ہے۔ تَجَرَّعٌ مصدر (باب تَفَعَّلَ) وہ اس پانی کو گھونٹ گھونٹ کر پئے گا۔ باب تَفَعَّلَ کی خصوصیات میں تکلف ہے۔ یعنی پیاس کی شدت کے باعث وہ پینے پر مجبور بھی ہوگا لیکن اس بہ بودار کھولتی ہوئی پیپ کو پئے تو کیونکر۔ حلق سے اترے تو کیسے۔ ایک آدھ گھونٹ اور وہ بھی بڑی مشکل سے۔ جَرَعَ مصدر (باب نصر وسمع) جُرْعَةٌ گھونٹ۔

= لَا يَكَادُ يُسِيغُهُ - يَكَادُ - مضارع واحد مذکر غائب كَوَدٌ مصدر - قریب، لَا يَكَادُ قریب تھا كَادَ يَكَادُ اگرچہ افعال تامة ہیں۔ لیکن استعمال میں ان کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کے قرب کو کاد سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

يُسِيغُهُ - مضارع واحد مذکر غائب إِسَاغَةٌ مصدر باب افعال کا ضمیر مفعول اس کا مرجع مَاءٌ صَدِيدٌ ہے۔ سَاغَ يُسِيغُ (ضرب) سَوَّغٌ مادہ - کے معنی ہیں شراب کا آسانی کے ساتھ حلق میں اتر جانا۔ باب افعال سے اسَاغَ يُسِيغُ کے معنی حلق سے نیچے اتارنے کے ہیں قرآن مجید میں ہے سَالِعًا لِلشَّرِبِ (۶۶: ۱۶) پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔ لَا يَكَادُ يُسِيغُهُ - وہ اس کو (آسانی کے ساتھ حلق سے نیچے نہیں اتار سکیگا۔

= مِنْ كُلِّ مَكَانٍ - ای من جميع الجهات - تمام اطراف سے، ہر سمت سے۔

= قَتِيَتْ - اسم صفت مجرور - مرنے والا - مُرَدٌ - وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ اور (بایں ہمہ) وہ مر گیا نہیں۔

= غَلِيظٌ - غَلِظَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سخت۔ شدید۔ اس کی جمع غِلَظٌ ہے

۱۴:۱۸ = کَرَمَادٍ - ک تشبیہ کے لئے رَمَادٍ - راکھ - خاکستر - اسم ہے اس کی جمع اَرْمَدَةٌ = اِشْتَدَّتْ بِهَ الرِّيحُ - اِشْتَدَّتْ - ماضی - واحد تَوَثَّ غَابَ - وہ سخت ہو گئی - اِشْتَدَّادٌ (اِفْتَعَالٌ) سے مصدر - اِشْتَدَّتْ بِهَ الرِّيحُ - جس کو ہوا تیزی سے اڑا لے گئی - عَاصِيفٌ - تیز و تند ہوا - سخت جھونکا - عَصَفٌ جس کے معنی تیز و تند ہوا چلنے اور آندھی آنے کے ہیں - المفردات میں ہے رِيحٌ عَاصِيفٌ تند ہوا جو ہر چیز کو توڑ کر بھس کی طرح بنا دے - عَصَفٌ کے معنی بھس ہیں جیسے كَعَصَفٍ مَّا كُوْلٍ - (۵:۱۰۵) جیسے کھایا ہوا بھس ہو - یَوْمَ عَاصِيفٍ آندھی کا دن - عَاصِيفٌ بمعنی مَعْصُوفٌ ہے عَاصِيفٌ کی جمع عَوَاصِيفٌ ہے = لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَى شَيْءٍ - اِی لَا یَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا - یعنی جو کچھ انہوں نے کمایا تھا اس میں سے انہیں کچھ بھی حاصل نہ ہو گا - ذَلِكْ - یعنی ضیاعِ اعمال -

= ضَلَالٍ - گمراہی - بھٹکنا - راہ سے دور جا پڑنا - کھو جانا - ضائع ہو جانا - گم ہو جانا - ہلاک ہو جانا - سیدھی راہ سے ہٹ جانا - مغلوب ہو جانا - یہاں ضلال بعید سے مراد راہِ حق سے بُعْد یا ثواب سے محرومی ہے - یعنی ان کے اعمال نیک تو ضائع ہو گئے اور وہ ثوابِ محروم ہے اور اعمالِ سوار کا عذاب بدستور رہا - گویا نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہوئے -

۱۴:۲۱ = بَرَزُوا - ماضی جمع مذکر غائب - باب نصر بُرِزْتُ سے -

وہ کھلم کھلا سامنے ہوئے - یا سامنے آنا - یہاں ماضی بمعنی مضارع مستقبل مستعمل ہے - وہ کھلم کھلا (اللہ کے) سامنے آئیں گے (روزِ قیامت) قرآن مجید میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں بَرَزُوا کے لئے ملاحظہ ہو ۱۵۴:۳ - ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع جملہ مخلوق ہے -

= الضُّعَفَاءُ - اور الضُّعَفَاءُ میں محض رسم الخط کا فرق ہے -

الضُّعَفَاءُ سے مراد وہ ضعیف الرائے لوگ ہیں جو دوسروں کی رائے کا اتباع کرتے ہیں - اور اسی طرح الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوا سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ضعفاء کو اپنا مطیع اور متبع بنایا تھا - اور جنہوں نے ضعفاء کو گمراہ کیا اور اپنے نبیوں کی نصیحت کو سن کر اس کا اتباع کرنے سے روکے رکھا -

= مُعْنُونَ عَنَّا - اسم فاعل جمع مذکر - اصل میں مُعْنِيُونَ تھا - اَعْنَى یُعْنَى سے اسم فاعل واحد مُعْنَى - اَعْنَى عَنْ - دور کرنا - هَذَا مَا یُعْنَى عَنْكَ شَيْئًا - یہ تجھے کوئی فائدہ نہ دیگا - فَهَلْ اَنْتُمْ مُعْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ - کیا تم ہٹا سکتے والے ہو

(یعنی کیا تم ہٹا سکتے ہو) ہم سے اللہ کے عذاب میں سے کوئی حصہ یعنی اس میں سے ہمارے حق میں کمی کرا سکتے ہو۔

= تَبَعًا - تابع - پیروی کرنے والے - تَابِعٌ کی جمع ہے - جیسے صَاحِبٌ کی جمع صَحَبٌ ہے اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا - ہم تمہارے تابع تھے - تمہارے پیروکار تھے۔

= اَحْزَعْنَا - آ - سمجھنا استخبرنا ہے (کسی چیز کے متعلق کوئی خبر دریافت کرنا) اور دو چیزوں کے درمیان برابری ثابت کرنے کے لئے آیا ہے - بمعنی خواہ - جیسے سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (۶:۲) یکساں ہے ان کے حق میں خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔

حِزَعٌ يَجْزَعُ (سَمِعَ) بے صبری کرنا - حِزَعْنَا - ماضی جمع مشکلم - ہم بے صبری کریں - بیقرا کر کریں - مضطرب ہوں - اَحْزَعْنَا مَصْبِرًا - (برابر ہے ہمارے لئے) خواہ ہم بیقرا کر کریں یا صبر سے کام لیں۔

= مَحِيصٌ - طرفِ مکان - مجرور - پناہ گاہ - لوٹنے کی جگہ - حِيصٌ سے - اسی سے ہے حَاصٌّ عَنِ الْحَقِّ - یعنی وہ حق سے اعراض کر کے سختی اور مصیبت کی طرف لوٹ گیا۔ مَحِيصٌ - مَحِيصٌ کے وزن پر مصدر بھی ہو سکتا ہے۔

۲۲:۱۴ = لَمَّا قُضِيَ الدَّيْنُ - جب معاملہ طے ہو چکے گا - یعنی جب (سب کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہوگا) فَاَخْلَفْتُكُمْ - ماضی واحد مشکلم - کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - میں نے تم سے وعدہ خلافی کی اِخْلَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔

= لَا تَكُلُوْهُمُوْنِ - فعل نہی جمع مذکر حاضر - نون وقایہ ی ضمیر واحد مشکلم - اصل میں تَكُلُوْهُمُوْنِ تھا - نون اعرابی ساقط ہو گیا - تم مجھے ملامت نہ کرو - تم مجھے الزام مت دو - لَوْمْ سے باب نصر = لَوْمُوا - امر جمع مذکر حاضر - تم ملامت کرو۔

= مُصْرِخِكُمْ - اسم فاعل مضاف - کُمْ - ضمیر جمع مذکر حاضر - مضاف الیه - صَوَخَ لِيَصْرُخْ باب نصر - چیخنا - فریاد کرنا - (فعل لازم)

صَوَخَ الْقَوْمُ - (فعل متعدی) بمعنی فریاد رسی کرنا - مدد کرنا - مُصْرِخٌ فریاد رسی کرنے والا - مدد ما اِنَّا بِمُصْرِخِكُمْ - میں تمہارا فریاد رس نہیں ہو سکتا - یعنی میں تمہاری فریاد رسی نہیں کر سکتا - میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔

= كَفَرْتُ - میں انکار کرتا ہوں۔

= اَشْرَكَتُمُوْنِ - تم نے مجھے شریک بنایا - اس میں نون وقایہ ی ضمیر واحد مشکلم محذوف ہے

اَشْرَكْتُمْ۔ تم نے شریک بنایا۔ تم نے شرک کیا۔

= مِنْ قَبْلُ۔ ای فی الدنیا۔ اس سے قبل یعنی دنیا میں۔

= اَلَيْسَ۔ دردناک۔ دکھ دینے والا۔ فَعِيلٌ مَبْعُی فَاعِلٌ۔

۱۴: ۲۳ = تَحِيَّتُهُمْ۔ ان کی دعائے ملاقات۔ ان کی دعائے خیر۔ تَحِيَّةٌ مضاف ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ تَحِيَّةٌ اصل میں اسم مصدر ہے۔ یہ لفظ بقائے دوام درازی عمر اور ثانوی اعتبار سے خیر و برکت اور استحکام کی دعا کے لئے استعمال ہوتا ہے تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا سے خوش آمدید کہیں گے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ فرشتے ان کو سلامتی کی دعا سے خوش آمدید کہیں گے۔

۱۴: ۲۴ = ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ۔ کلمہ طیبہ سے مراد ایمان و توحید اس فقرہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) کَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ۔ یہ قولہ تعالیٰ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کی تفسیر ہے

(۲) مَثَلًا وَكَلِمَةً طَيِّبَةً بوجہ ضرب کے مفعول ہونے کے منصوب ہیں اور کلام یوں ہے

ضَرَبَ اللّٰهُ كَلِمَةً طَيِّبَةً مَثَلًا۔ بمعنی جَعَلَهَا مَثَلًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کو مثال کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ کَلِمَةً طَيِّبَةً بوجہ موصوف و صفت ہونے کے ہم اعراب ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کے لئے مثال بیان فرماتا ہے ای ضَرَبَ اللّٰهُ لِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ مَثَلًا

(۴) کَلِمَةً طَيِّبَةً کا نصب بوجہ مَثَلًا کے بدل ہونے کے ہے

(۵) كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ کا جر بوجہ ک حرف تشبیہ کے ہے۔ اور شَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ یہ کلمہ کی دوسری صفت ہے

(۶) كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے۔ یعنی کلام یوں ہے ھٰی كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ۔

= اَصْلُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی جڑ۔ جمع اَصْوَلٌ۔

= ثَابِتٌ۔ استوار۔ محکم۔ مضبوط۔ ثَبَاتٌ اور ثَبُوْتُ سے اسم فاعل۔ واحد مذکر۔

= فَرْعُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی شاخ۔ جمع فُرُوعٌ۔

۱۴: ۲۵ = تَوَاتَىٰ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل شَجَرَةٍ کی طرف راجع ہے

وہ دیتی ہے۔ وہ لاتی ہے۔ یعنی وہ درخت دیتا ہے یا لاتا ہے۔

= اَكْلُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَكْلٌ۔ میوہ۔ پھل۔ خوراک۔ اَكَلَ يَأْكُلُ سے

اَكَلَ وَ اُكِلَ جو چیز کھائی جائے۔ اُسے اُكِلَ کہتے ہیں۔ اَكْلُهَا۔ اس درخت کا پھل۔

== يَتَذَكَّرُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - وہ خوب سمجھ لیں - وہ نصیحت پکڑیں - تَذَكَّرُ تَفَعَّلَ مصدر -

۱۴: ۲۶ = عَلِمَ خَيْشَةَ - اس سے مراد کفر و شرک ہے -

== اجْتَنَّتْ - ماضی مجہول واحد مؤنث غائب - اجْتَنَّتْ (افْتَعَالٌ) وہ جڑ سے اکھاڑ لی گئی - اس کو جڑ سے اکھاڑ لیا گیا -

۱۴: ۲۷ = يُثَبِّتُ اللَّهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ - ثبات بخشتا ہے اللہ تعالیٰ اس قولِ ثابت (کلمہ طیبہ) کی برکت سے -

۱۴: ۲۸ = بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا - اسی بدل لو! شکر نعمت اللہ کفرًا - انہوں نے اللہ کی نعمت کا حق شکر کفرانِ نعمت سے بدل ڈالا -

== اَحْلَوْا - ماضی جمع مذکر غائب - اِحْلَالٌ سے - انہوں نے لا اتارا - اصل میں حَلٌّ کے معنی گرہ کشائی کے ہیں - اور حَلَلْتُ کے معنی کسی جگہ پر اترنے کے ہیں - اور فردکش ہونا کے بھی آتے ہیں - اصل میں یہ ہے حَلُّ الْاَحْمَالِ عِنْدَ النُّزُولِ سے - جس کے معنی کسی جگہ اترنے کے لئے سامان کی رسیوں کی گرہیں کھول دینا کے ہیں - پھر محض اترنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا - لہذا حَلَّ (باب نصر) حُلُولٌ کے معنی کسی جگہ اترنا کے ہیں - اسی سے ہے مَحَلَّةٌ اترنے کی جگہ - حَلَّ (باب ضَوْبَ) سے کسی چیز کا حلال ہونا (حرام کی ضد) کے ہیں -

== دَارَ الْبَوَارِطِ - تباہی و بربادی کا گھر - البوار - بَارِ يَبُورُ بَوْرًا و بَوَارًا - (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے بہت مندا پڑنے کے ہیں - اور چونکہ کسی چیز کی کساد بازاری اس کے فساد کا باعث ہوتی ہے - جیسا کہ کہا جاتا ہے كَسَدَ حَتَّى فُسَدَ اس لئے بَوَار - بمعنی ہلاکت استعمال ہونے لگا -

اَحْلَوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ - انہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں (یعنی دوزخ میں) اپنی ناشکری کی وجہ سے لا اتارا

۱۴: ۲۹ جَهَنَّمَ - دَارَ الْبَوَارِ کا عطف بیان ہے دَارَ الْبَوَارِ کی وضاحت کے لئے آیا ہے

== يَصْلَوْنَ نَهَا - مضارع جمع مذکر غائب صَلَّى سے (باب سَمِعَ) وہ اس میں داخل

ہوں گے - ہَا ضَمِيرٌ واحد مؤنث غائب جہنم کے لئے ہے -

۱۴: ۳۰ = اَنْتَ اَدَا - مقابل - برابر - يَنْتَ کی جمع - يَنْتَ اس کو کہتے ہیں جو کسی کی ذات اور جوہر میں شریک ہو -

= يُضِلُّوْا۔ ای یضلو الناس۔ لوگوں کو گمراہ کریں۔ بھٹکائیں۔

= سَبَّيْلِهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

= تَمَتَّعُوا۔ امر جمع مذکر حاضر (باب تَفَعَّلُ) تَمَتَّعُ سے تم فائدہ اٹھاؤ۔ تم برت لو۔
قرآن مجید میں دنیاوی ساز و سامان کے متعلق جہاں کہیں بھی تَمَتَّعُوا آیا ہے تو اس سے تہدید (ڈرانا دھمکانا) مراد ہے۔

= مَصِيْرُكُمْ۔ مَصِيْر۔ اسم ظرف مکان۔ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔
متہائے لوٹنے کی جگہ۔ صَادَ يَصِيْرُ (صَوَّبَ) سے مراد ایک حالت سے دوسری حالت کی
طرف منتقل ہونا ہے۔ اسی لئے مَصِيْرُ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل و حرکت کے بعد
پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔

۳۱:۱۴ = يُقِيْمُوا۔ مضارع منصوب اِقَامَةٌ سے سیغ جمع مذکر غائب وہ ٹھیک ٹھیک ادا کریں
پابندی سے ادا کریں۔

= خِلَالُ۔ وقتی۔ باب مفاعلة سے مُخَالَةٌ مصدر نیز خَلَّةٌ کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جس کے
معنی دوستی کے ہیں۔ خَلِيْلٌ دوست۔ گہرا دوست

۳۳:۱۴ = دَاٰبِیْنَ۔ پھرنے والے۔ ایک دستور پر چلتے والے۔ اسم فاعل تثنیہ مذکر۔
الدَّآبِ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں۔ جیسے دَاٰبِ فِي السَّیْرِ دَاٰبًا۔ وہ مسلسل چلا۔ نیز دَاٰبُ
کا لفظ عادتِ مستمرہ پر بھی بولا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے كَذٰبِ اِلٰ فِرْعَوْنَ (۳: ۱۱) ان کا
حال بھی فرعونوں کا سا ہے یعنی ان کی سی عادت جس پر وہ ہمیشہ چلتے رہے ہیں۔

سَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَاٰبِیْنَ۔ اس نے سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ وہ
دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

۳۴:۱۴ = اَتَتْكُمْ۔ اس نے تم کو دیا۔ اَتَى یُؤْتِی اِیْتَاوُ (باب انعال) سے صیغہ واحد
مذکر غائب ماضی معروف۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= تَعْدُوْا۔ عَدَّ یَعْدُ (باب نصر) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی اِنْ شرطیہ کے اُن
سے گر گیا۔ اگر تم گننے لگو۔ اگر تم شمار کرنے لگو۔ عدد مادہ

= لَا تُحْصُوْهَا۔ مضارع منفی مجزوم۔ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی بوجہ لا حذف ہو گیا ہا ضمیر واحد
مؤنث غائب۔ تم اس کو شمار نہ کر سکو گے۔ یعنی تم اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکو گے۔ اَحْصٰی
یُحْصِی اِحْصَاءً (افعال) سے مصدر۔ گننا۔ شمار کرنا۔ اسل میں یہ لفظ حَصٰی سے مشتق ہے

جس کا معنی کنکریاں ہے۔ اور اس سے گننا کا معنی اس لئے لیا گیا ہے کہ عرب لوگ گنتی میں کنکریاں استعمال کرتے تھے۔ جس طرح ہم انگلیوں پر گنتے ہیں۔

= ظَلُومٌ۔ نہایت ظلم کرنے والا۔ بڑا بے انصاف۔ نہایت ستکار۔ ظَلُمٌ سے بروزن فَعُولٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= كَفَّارٌ۔ صیغہ مبالغہ۔ زبردست کافر۔ بہت بڑا ناشکر۔

۱۲: ۳۵ = هَذَا الْبَلَدُ۔ البلد الحوام۔ مکہ معظمہ۔

= اٰمِنًا۔ امن والا۔ پر امن۔ اَمْنٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَمِنَ يَأْمَنُ۔ (باب سمع) سے۔

= اُجْبِئْنِي۔ تو مجھ کو دور رکھ۔ تو مجھ کو بچا۔ جَنْبٌ سے باب نصر جس کے معنی دور رکھنے اور بچانے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= مَبْنًی۔ میرے بیٹوں کو۔ اصل میں بَنَيْتُنِي تھا۔ نون جمع ی متکلم کی طرف اصافت سے گر گیا۔ اور جمع کی ی اور متکلم کی ی مدغم ہوئیں۔

= اَنْ مَعْنٰی کہ۔

۱۲: ۳۶ = اِنْتَهُنَّ۔ اَنْ حرف مشبہ بالفعل هُنَّ۔ ضمیر جمع مؤنث غائب بے شک ان (بوں) نے۔

= رَبٍّ۔ یَارَبِّ۔ اے میرے پروردگار۔

= اَضَلُّنَّ۔ اَضْلَالٌ (افْعَالٌ) سے۔ ان مورتیوں نے گمراہ کیا۔ یہاں مراد بتوں سے ہے یعنی ان بتوں نے گمراہ کیا۔

= مِّنْ عَصَانِي۔ جس نے میری نافرمانی کی۔ عَصَى سے ماضی واحد مذکر غائب۔ نون وقایہ ی ضمیر متکلم کی۔

۱۲: ۳۷ = اَسْكَنْتُ۔ اِسْكَانٌ (افْعَالٌ) سے ماضی واحد متکلم۔ میں نے بسایا۔ سکن مادہ۔

= ذُرِّيَّتِي۔ میری اولاد۔ ذُرِّيَّةٌ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ مضاف الیہ۔

= غَيْرِ ذِيْ ذَرْعٍ۔ جس میں کوئی زراعت نہیں۔ جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں۔

= لِبُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ اس لئے کہ وہ نماز کی پابندی کریں۔

= اَفْئِدَةً۔ فُؤَادٌ کی جمع بمعنی دل۔ اَفْئِدَةٌ مِّنَ النَّاسِ۔ ای اَفْئِدَةٌ مِّنْ اَفْئِدَةٍ

النَّاسِ۔ لوگوں کے دلوں میں سے کچھ دل یعنی کچھ لوگ۔ مِنْ تَبْعِيضٍ کے لئے ہے۔
 = تَهْوِي إِلَيْهِمْ۔ میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب ذَرَّتْ تَبَّتِي کی طرف راجع ہے۔
 هَوِي يَهْوِي (باب ضَرَبَ) هَوِيٌّ سے تَهْوِي مَضَارِعُ واحد مَوْنٌ غائب کا صیغہ
 ہے۔ بمعنی وہ گرتی ہے۔ وہ گرے گی۔ وہ پھینک دیتی ہے وہ پھینک دے گی۔

هَوِيٌّ کے معنی سرعت سے اوپر نیچے گرنے اور جلدی گذر جانے کے ہیں۔ اسی معنی میں ہے
 تَهْوِي بِهِ الرَّيْحُ فِي مَكَانٍ سَخِيحٍ (۲۲: ۳۱) ہوانے اس کو بڑی دوردراز جگہ پھینک دیا
 (باب سَمِعَ) سے هَوِي يَهْوِي هَوِيٌّ۔ بمعنی چاہنا۔ خواہش کرنا۔

جیسے اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا اَنْظَنَ وَمَا تَهْوِي اِلَّا نَفْسُ (۲۳: ۵۳) یہ لوگ نرے اسکل
 پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں۔

فراء نے تَهْوِي إِلَيْهِمْ کے معنی تُرِيدُ ھُمْ بتایا ہے۔ وہ ان کا ارادہ کریں۔ وہ ان کو
 چاہیں۔ جیسا کہ بولتے ہیں رَأَيْتُ فَلَانًا يَهْوِي نَحْوَكَ میں نے فلاں کو تیرا ارادہ کرتے دیکھا
 فراء نے تَهْوِي إِلَيْهِمْ کے معنی تَسْرِعُ إِلَيْهِمْ کے بھی بتائے ہیں۔ یعنی ان کی طرف تیزی
 سے آئیں۔ ابن الابرار اس کے معنی تَنْحَطُّ إِلَيْهِمْ وَتَنْحَدِسُ وَتَنْزِلُ (وہ ان کی
 طرف فروکش ہوں۔ اتریں۔ نزول کریں) بیان کرتے ہیں۔ یہ ارباب لغت کا بیان ہے
 اور مفسرین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشتاق ہونے کے
 معنی کہتے ہیں۔ سدی مائل ہونے کے اور قتادہ تیزی سے روانہ ہونا بتاتے ہیں۔

تَهْوِي کی ضمیر فاعل أَفْشَدَہ کی طرف راجع ہے۔ پس فَاَجْعَلْ أَفْشَدَہ مَرَّتَ
 النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ کا ترجمہ ہوا۔ پس کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کرے
 ۱۳: ۳۸ = نُخْفِي۔ مَضَارِعُ جمع مُكَلِّم (باب اَفْعَال) اِخْفَاءُ مصدر۔ (جو) ہم چھپاتے
 ہیں۔ چھپا کر کرتے ہیں۔ چھپا کر رکھتے ہیں۔

= نَعْلَنُ۔ مَضَارِعُ جمع مُكَلِّم۔ (باب اَفْعَال) اِعْلَانُ مصدر ہم ظاہر کرتے ہیں۔
 = وَهَبَ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ وَهَبَ۔ هِبَةً مصدر۔ (باب فَعَلَ) اس نے
 بخشا۔ وَهَابٌ بہت عطا کرنے والا۔

= عَلَى الْكَبِيرِ۔ بڑھاپے میں۔ باوجود بڑھاپے کے۔

= مِنْ ذُرِّيَّتِي۔ اسی بعض ذُرِّيَّتِي۔ (میری اولاد میں سے بھی بعض کو) بعض اس واسطے
 کہا کہ ان کو منجانب اللہ علم تھا کہ آئندہ اولاد میں سے کافر بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ

نے فرمایا کہ میں تم کو (حضرت ابراہیم کو) لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ تو حضرت ابراہیم نے کہا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي (کیا میری نسل سے بھی) حکم ہوا۔ قَالَ لَا يَنْتَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (۱۲۴:۲) کہا میرا وعدہ نافرمانوں کو نہیں پہنچتا۔

= تَقَبَّلْ - امر - واحد مذکر حاضر۔ تَقَبَّلْ (تَفَعَّلْ) سے (توقبول کر)۔

= دُعَاءُ - اِی دُعَائِي - میری دعا۔ (یعنی یہ دعا کہ مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند کر دے) یاد دعا سے مراد عبادت بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اے رب میں اور میری اولاد میں سے بعض جو عبادت کریں اے شرف قبولیت عطا فرما۔

۱۴:۴۲ = لَا تَحْشَبَنَّ - فعل بنی واحد مذکر حاضر بانون اُتْسِلَ حَشَبَاتٌ سے۔ تو خیال نہ کر تو گمان نہ کر

= يُؤَخِّرُهُمْ - مضارع واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو مہلت دیتا ہے وہ ان کو مہلت دے رہا ہے۔ ڈھیل دے رہا ہے۔ هُمْ ضمیر کامرج الظَّالِمُونَ ہے۔

= تَشْخَصُ - مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھیگی۔ ضمیر فاعل البصار کے لئے ہے وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھیں گی۔ وہ دہشت کے سبب کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

اور جگہ آیا ہے شَاخِصَةً أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا (۹۰:۲۱) کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ شَخُوصٌ مصدر۔ یعنی آنکھوں کا کھلنا رہنا۔ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا۔

۱۴:۴۳ = مُهْطِعِينَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ مُهْطِعٌ واحد۔ اِهْطَعْ (افعال) مصدر۔ سر جھکائے تیزی سے دوڑنے والے۔ مُهْطِعٌ عاجزی اور ذلت سے نظر نہ اٹھائی والا۔ بلانے والے کی طرف خاموش چلا جائیو والا۔ گردن دراز کر کے نظر جمائے تیزی سے چلنے والا۔

= مُقْنِعِي - اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مضاف۔ اصل میں مُقْنِعِينَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ اِفْتِنَاعٌ (افعال) سے مصدر قَنَعَ مادہ۔

اٹھانے والے۔ اٹھائے ہوئے۔ اَقْنَعَ دَأْسَهُ - اس نے اپنے سر کو اوپنا کیا۔ مُقْنِعِي دُؤُسِهِمْ۔ اپنے سروں کو اوپراٹھائیوالے۔

= لَا يَوَدُّ - مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ نہیں لوٹے گی۔ ضمیر فاعل کامرج حَرْفُكُمْ ہے۔ ان کی نگاہ۔ ان کی آنکھ۔ یعنی ان کی آنکھ جھپک تک نہ سکیگی۔

= هَوَاءٌ - اسم - خالی۔ خوف کے سبب سمجھ سے خالی۔ اصل میں هَوَاءٌ اس فضاء اور خلا کو کہتے ہیں۔ جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے لیکن محاورہ میں قلب کی صفت

واقع ہوتی ہے۔ اور جو ڈرپوک ہو جرات مند نہ ہو۔ اس کو قلب ہواؤ کہتے ہیں اَفْئَدْتُمْ
هَوَاءً۔ ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔

اس آیت میں یوم حشر کی ہولناکی اور دہشت انگیزی کا منظر بیان ہوا ہے یعنی لوگ
گردن آگے کو بڑھائے خوف و ہراس سے ٹکٹکی لگائے دوڑے جا رہے ہوں گے۔ سر اوپر کو
شدت اضطراب سے اٹھے ہوئے ہوں گے۔ اور آنکھیں پھرائی ہوں گی کہ بلیں اوپر اٹھی
ہوئی ہیں تو وہاں ہی جم کر رہ جائیگی۔ اور نیچے والے پس نہ آسکیں گی۔ اور دل ہوا ہوئے جا رہے
ہوں گے۔ اور اس حالت میں لوگ موقف حساب کی طرف دوڑ رہے ہوں گے
۱۴:۲۲ = اَنْذِرْ - امر - واحد مذکر حاضر۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو ڈرا۔ اِنْذَارٌ (افعال)
سے مصدر۔

= يَوْمَ - مفعول ثانی - النَّاسَ - مفعول اول اَنْذِرْ کا۔ تو ڈرا لوگوں کو اس دن سے۔
= اَخِرْنَا - امر واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تو ہم کو مہلت دے۔ تَاخِيْرٌ
(تفعیل صم سے۔

= اَجَلٍ قَرِيبٍ - مدت قلیل اَجَلٍ مدت مقررہ۔
= نُجِيبُ - اَجَابَ يُجِيبُ اِجَابَةً سے مضارع مجزوم جمع متکلم۔ ہم قبول کر لیں گے
جواب دعا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔
= مَتَّبِعْ - مضارع مجزوم جمع متکلم۔ اِتَّبَاعٌ (افتعال) سے ہم اتباع کریں گے۔ ہم پیروی
کریں گے۔ جواب دعا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

= اَوَلَمْ تَكُونُوا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ - کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں اٹھایا کرتے تھے
مِنْ قَبْلُ - قَبْلُ - بَعْدُ کی ضد ہے۔ بغیر اضافت کے آئے تو اس پر ضمہ ہوگا۔
= مَا لَكُمْ مِّنْ ذَوَالٍ - جواب القسم - یعنی تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے ہم کو کوئی زوال
نہیں ہے۔

زَالٌ يَزُولُ ذَوَالٌ دبابِ نصوم زوال کا معنی کسی چیز کا اپنا صحیح رُخ چھوڑ کر
ایک جانب مائل ہو جانا۔ اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔ زوال - سمت الرأس سے تھبک جانا۔
جیسے کہ سورج کا نقطہ نصف النہار سے ڈھلنا۔ نقطہ عروج سے نیچے آنا۔ دنیاوی جاہ و جلال یا مال و دولت
کی حالت کم ہو جانا۔ نقطہ الرأس سے انحطاط۔
= مِّنْ صَلَاتِكُمْ نَفْيٌ كَيْفَ يُآيَاہ۔

۲۵/۱۲ = مَسَكْنَتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم بستے ہو۔ تم آباد ہو۔

مَسَاكِنُ۔ مَسْكَنُ کی جمع۔ اسم ظرف مکان۔ ٹھہرنے اور رہنے کا مقام۔

= قَبِيَّتَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ واضح ہو گیا۔ وہ ظاہر ہو گیا۔ وہ کھل گیا۔ (یعنی ان کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کی روایات بھی تم کو پہنچی ہوں گی اور ان کے آثار سے تم نے مشاہدہ بھی کر لیا ہوگا) = وَضَرَبْنَا لَكُمْ اَلْاَمْثَالَ۔ اور ہم نے تم کو مثالیں بیان کیں۔ یعنی کتب سماویہ میں ان واقعات کو مثال کے طور پر بیان کیا۔ کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی یہی نتیجہ پاؤ گے۔

۲۶:۱۲ = مَكْرُوۡا۟ مَكْرَہُمْ۔ انہوں نے اپنی چالیں چلیں۔ اس میں ھُمْ ضمیر فاعل کا مرجع یا تو الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا اَنْفُسَہُمْ ہے یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور جن کے مساکن میں تم آباد ہو۔ یا اس کا مرجع کفار فریش ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گھنیر چالیں چلیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ اِذْ یُنۡکَرُوۡۤا بِکَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا لَیُبۡتَلُوۡکَ اَوْ اَوْ یَقۡتُلُوۡکَ اَوْ یُخْرِجُوۡکَ۔ (۳۰: ۸) اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارہ میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تاکہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں لیکن صورت اول زیادہ صحیح ہے۔

= وَ عِنۡدَ اللّٰہِ مَكْرُہُمْ۔ اللہ تعالیٰ سے ان کی یہ چالیں مخفی نہ تھیں سب کی سب اس کے علم میں تھیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے مکر کا توڑ تھا۔ عندہ جزاء مکروہم و الباطل لہ۔ (منظہری)

= سَزُوۡلَ۔ مضارع واحد نون غائب۔ وہ اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ وہ اپنے مقام سے ہل جائے زَالَ یَزُوۡلُ زَوَالٌ (باب نصر) سے۔

= اِنْ۔ کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ اِنْ مخفف ہے جو اِنْ ثقیلہ سے مخفف ہو کر اِنْ بن گیا۔ اور یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا: اور واقعی ان کی چالیں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔ (۲) اِنْ نافیہ ہے اور لام تاکید نفی کے لئے آیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور نہیں تھیں ان کی چالیں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔

۲۷:۱۲ = لَا تَحۡسِبَنَّ۔ فعل نہی بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ واحد مذکر حاضر۔ تو ہرگز خیال نہ کر۔ تو ہرگز گمان نہ کر۔ (یہ خطاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے)

لَا تَحۡسِبَنَّ اللّٰہَ مُخَلِّفَ وَعۡدَہٗ رُسُلَہٗ میں اللہ مفعول اول ہے لَا تَحۡسِبَنَّ کا اور مُخَلِّفَ مفعول ثانی ہے۔ جبکہ رُسُلَہٗ مُخَلِّفَ کا مفعول اول ہے اور وَعۡدَہٗ اس کا

مفعول ثانی۔ گویا تقدیر کلام یوں ہے مخلف دسلہ وعدہ تو ہرگز خیال نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا ہے۔ یعنی جو وعدے اس نے کئے ہیں وہ ضرور پورے کرے گا۔

وعدے۔ مثلاً اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا۔ (۵۱:۴۰) بیشک ہم اپنے پیغمبروں کی مدد کرتے رہتے ہیں یا کَتَبَ اللّٰهُ لَآ غَلَبَیْتَ اِنَّا وَرُسُلُیْ۔ (۲۱:۵۸) اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب آکر رہیں گے۔

= عَزِیْزٌ۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ دشوار۔ عِزَّةٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= قُوَا نِقَامٍ۔ انتقام لینے والا۔ بدلہ لینے والا۔

۴۸:۱۴ = یَوْمَ۔ یا انتقام کا طرف زمان ہے یعنی وہ انتقام اس روز لے گا جس روز کہ زمین بدل کر دوسری زمین کردی جائے گی۔ یا یہ اُذْکُرْ (مذکور کا مفعول ہے۔ یاد کرو اس دن کو۔

= تُبَدَّلُ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَبْدِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ بدل دی جائے گی۔

= غَیْرَ الْاَرْضِ اِحِدٍ۔ ایک دوسری زمین کی صورت میں۔

= السَّمَوَاتِ۔ اسی و بتبدل السموات غیر السموات اور آسمان بدل کر دوسرے آسمان کر دیتے جائیں گے۔

= وَبَرَزُوا۔ وہ کھلم کھلا خدا کے سامنے پیش ہوں گے (ملاحظہ ہو ۲۱:۱۴)

= اَلْفَقَارِ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ایسا زبردست غالب جس کے مقابلہ میں سب ذلیل ہوں۔ قَهْرٌ۔ مصدر۔ جس کا معنی کسی پر غلبہ پا کر اُسے ذلیل کرنے کے ہیں۔

۴۹:۱۴ = مُقَرَّنَیْنِ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ مُقَرَّنٌ واحد۔ تَقْرِیْنٌ (تفعیل) مصدر۔ اِقْتِرَاتٌ کے معنی اِذْوَاجٌ کی طرح دو یا دو سے زیادہ چیزوں سے کسی معنی میں مجتمع ہونے کے ہیں قَرْنٌ اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ اڈٹوں کو باندھا جائے جیسے قَرْنُ البعیر مع البعیر۔ میں نے اونٹ کو دوسرے اونٹ کے ساتھ ایک رسی سے باندھ دیا۔

= قَرْنَتُهُ (تفعیل) میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ وہ آدمی جو دوسرے کا ہم عمر ہو یا بہادری یا دوسرے اوصاف میں کسی کا ہم پلہ ہو اسے اس کا قَرْن کہتے ہیں۔ اسی سے قَرْنٌ بمعنی ساتھی، ہم نشین ہے۔

مُقَرَّنَیْنِ۔ باہم کس کر مضبوطی سے باندھے گئے۔ جکڑے ہوئے۔

= اَصْفَادٍ - زنجیریں - بیڑیاں - صَفَدٌ اور صَفَادٌ کی جمع
 ۵۰:۱۴ = سَوَابِلُ - کرتے - پیراہن - قمیصیں - سِرْبَالٌ کی جمع -
 = قَطِرَانٍ - رال - تارکول - گندھک -

= تَغْشَى - مضارع واحد مذکر غائب - وہ ڈھانکے لیتی ہے - وہ ڈھانک لے گی - غَشَى و غَشَايَهُ
 (باب سَمِعَ) بمعنی ڈھانکنا - چھپانا -

تَغْشَى و جَوْهَرُهُمُ النَّارُ - آگ ان کے چہروں کو چھپائے ہوئے ہوگی -

۵۱:۱۴ = لِيَجْزِيَ - تاکہ وہ بدل دے - (جزا دے) لام تعلیل يَجْزِي واحد مذکر غائب جَزَى
 يَجْزِي (باب ضَرَبَ)

۵۲:۱۴ = هَذَا - هَذَا الْقُرْآنُ - یہ قرآن -

= بَلَغٌ - بَلَغَ يَبْلُغُ بَلَاغًا - (باب نصر) مصدر - اَلْبَلَغُ کے معنی مقصد اور منتہی کے آخری
 حد تک پہنچنے کے ہیں - عام اس سے کہ وہ مقصد کوئی مقام ہو یا زمانہ - یا اندازہ کئے ہوئے امور میں سے
 کوئی امر ہو - مگر کبھی محض قریب تک پہنچنے پر بھی بولا جاتا ہے گویا انتہا تک نہ بھی پہنچا ہو - چنانچہ انتہا تک
 پہنچنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے حَتَّىٰ اِذَا بَلَغَ اَشُدَّاهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (۴۶:۱۵) یہاں
 تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے -

بَلَغَ کے معنی کافی ہونے کے بھی آتا ہے مَثَلًا اِنَّ فِيْ هَذَا الْبَلَاغِ تَقْوِمَ عِبَادَتِ (۲۱)
 ۱۰۶) عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں کی) پوری پوری تبلیغ ہے -

هَذَا بَلَغٌ لِلنَّاسِ - (آیتِ نذا) یہ (قرآن) لوگوں کے نام (خدا کا) پیغام ہے -

= وَ لِيُنْذِرَ رُوَا - معطوف ہے محذوف پر یعنی لِيُنْصَحُوا وَ لِيُنْذِرُوا - تاکہ انہیں نصیحت
 کی جائے اور ان کو ڈرا یا جائے -

= بِہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع بَلَغٌ ہے یعنی اس قرآن کے ذریعہ سے -

= وَ لِيَذَّكَّرَ - مضارع واحد مذکر غائب تَذَكَّرَ وَ تَفَقَّلَ مصدر اصل میں يَتَذَكَّرُ
 متھا - تَذَكَّرَ میں مدغم کیا گیا - تاکہ نصیحت حاصل کریں -

= اَوْ لَوْ اَلَّا لَبَابٍ - صاحب عقل - اہل فہم - عقل و فہم والے -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱۵) سُورَةُ الْحَجَرِ (۵۴)

۱۵: ۱ = تِلْكَ - اشارہ ہے ان آیات کی طرف جو اس سورۃ میں ہیں۔

= الْكِتَابِ - مکمل کتاب۔ ایسی کتاب جو اپنی افادیت اور جامعیت کے اعتبار سے صحیح معنوں میں کتاب کہلانے کی مستحق ہے۔

= قُرْآنٍ - کی تنکیر تعظیم کے لئے ہے۔ اٰیٰتِ قُرْآنٍ۔ یہ آیات الکتاب کی ہیں اور قرآن مبین کی

= مُبَیِّنٍ - صفت ہے قرآن کی۔ یعنی وہ قرآن جو اپنا مدعا صاف صاف ظاہر کرتا ہے جو الرشد اور الغی کو مُبَیِّن (واضح) طور پر بیان کرتا ہے۔

فَارِقَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ۔ جو حق اور باطل اور حلال و حرام میں فرق بیان کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

رُبَمَا (١٣)

الْحِجْرَةُ النَّحْلُ ٢٠

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا

- ۲:۱۵ = رُبَمَا - رُبَّ وَرُبَّةٌ وَرُبَّمَا وَرُبَّتَمَا - حرف جر ہے۔ رُبَّمَا فتح و تشدید باء کے ساتھ یا رُبَّمَا فتح باء بلا تشدید کے ساتھ ہر دو صورت میں مستعمل ہے سیاق کلام کے موافق تکثیر و تنقیل۔ یعنی اکثر اور کبھی کبھی کا فائدہ دیتا ہے۔
- رُبَّ نکرہ پر داخل ہوتا ہے اور زائد کے حکم میں ہوتا ہے جیسے رُبَّ جَهْلٍ رَفَعَ۔ اور جب اس پر مآ کا فہ داخل ہو جائے (کافہ یعنی سابق عامل کو عمل سے روک دینے والا) تو اس کا دخول فعل اور معرفہ پر جائز ہوتا ہے۔ جیسے رُبَّمَا الْخَلِيلُ مُقْبِلٌ اور رُبَّمَا قَبْلَ الْخَلِيلِ اس صورت میں بیشتر اس کا دخول الیہ حملہ فعلیہ پر ہوتا ہے جس کا فعل ماضی ہو خواہ وہ لفظاً موجود ہو یا معنًا۔ لیکن آئندہ میں یہ فعل مستقبل پر داخل ہوا ہے لیکن مضارع پر اس کا دخول بہت کم واقع ہوتا ہے۔
- رُبَمَا اگرچہ کلام عرب میں اکثر استعمال ہوتا ہے لیکن قرآن مجید میں صرف اسی آیت میں آیا ہے رُبَمَا۔ بمعنی کسی وقت۔ بہت وقت۔ کبھی کبھی۔ اکثر۔
- = يَوَدُّ - مضارع واحد مذکر غائب - مَوَدَّةٌ مصدر - (باب سمع) وہ آرزو کرے گا۔ وہ آرزو کرتا ہے۔ پسند کریگا۔ یا پسند کریگا۔ ودد - مادہ
- ۳:۱۵ - ذُرْهُمْ - امر واحد مذکر حاضر - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - تو ان کو چھوڑ دے۔ تو ان کو رہنے دے۔
- = يَأْكُلُوا وَيَمْتَعُوا - مضارع مجزوم بوجہ جواب امر میں یا یہ بھی جائز ہے کہ ان سے پہلے لام مقدر ہو۔ يَمْتَعُوا - مضارع مجزوم جمع مذکر غائب - مزے اڑالیں - عیش کر لیں۔
- = يُلْهِهِمْ - مضارع مجزوم بوجہ متذکرہ بالا - واحد مذکر غائب - اَلْهَى يُلْهِى الْاَنْهَاءُ (افعال) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو بھلائے رکھے۔ ان کو غافل بنائے رکھے۔
- = اَلَّذِمْ مَلٌ - امید! توقع - اَمَالٌ جمع - فاعل - يُلْهِهِمُ اَلَّذِمْ مَلٌ - ان کی (جھوٹی) امید ان کو غافل بنائے رکھے۔
- ۴:۱۵ = مِنْ قَرْيَةٍ - ای قریۃ من القرى - بستیوں میں سے کسی بستی کو۔
- = كَتَبْتُ - ایک مقرر وقت - وقت جو لوح محفوظ پر مکتوب ہے
- = مَعْلُومٌ - جو ہر وقت علم میں ہے۔ بھول چوک کی نذر نہیں ہوتا۔ کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہو جائے

وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ بِحَبْلٍ قَدْرِيَّةٍ كَمَا هِيَ يَاجِبِيَا كَمَا حَبِ كَشَافٌ نَعْلَمُ هِيَ كَمَا هِيَ قَوِيَّةٌ
کی صفت ہے۔

۱۵/۵ مَّا تَسْبِقُ - مَا نَفِي كَا هِيَ تَسْبِقُ - مضارع واحد مؤنث غائب سَبَقَ (ضَوَّبَ) سے جس کے
اصل معنی چلنے میں مقدم ہونے کے ہیں مگر اس کا استعمال بطور مجاز و استعارہ مطلق بڑھنے اور سبقت
کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے مَّا تَسْبِقُ وہ آگے نہیں نکل جائے گی۔ وہ آگے نہیں نکل سکتی اس کا فاعل
اُمّۃ ہے۔

= مِنْ اُمَّةٍ - اى امة من الامم قوموں میں سے کوئی قوم۔

= اَجَلَهُمْ - مضاف مضاف الیہ - اپنی تقدیر کی میعاد مقررہ۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب افراد
قوم کی رعایت سے لائی گئی ہے۔ جس طرح کہ يَسْتَاخِرُونَ میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے
= لَا يَسْتَاخِرُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب الاستفعال) وہ پیچھے نہیں رہ سکتے۔

۶:۱۵ = قَالُوا - اشارہ ہے کفار مکہ کی طرف

= اَلَّذِكْرُ - ذکر کے لفظی معنی تو نصیحت کے ہیں لیکن قرآنی اصطلاح میں قرآن ہی کا ایک نام ہے
۱۵:۷ = لَوْ مَا - شرطیہ ہے حرف تَحْضِیْض (ابھارنا) ہے۔ حرف تَوْجِیْج ہے۔ کیوں نہیں۔
لَوْ مَا تَأْتِنَا بِالْمَلَكَةِ - کیوں نہیں لے آتا تو ہم پر ملائکہ کو۔ (شہادت تصدیق کے لئے یا ان کے
انکار پر عذاب کے لئے)

۸:۱۵ = مَا كَانُوا - کی ضمیر فاعل کا مرجع کفار و منکرین مکہ ہیں۔

= اِذَا - تب - اس وقت۔ جواب و جزاء کے لئے بھی آتا ہے۔ جواب ان کے سوال کا کہ لَوْ مَا
تَأْتِنَا بِالْمَلَكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اور جزاء شرط مقدر کی۔ تقدیر کلام یوں ہے !
وَلَوْ نَزَّلْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ مَا كَانُوا مِنْظَرِیْنَ وَمَاٰخِرَ عَذَابُهُمْ - اور اگر ہم فرشتے اتار دیں تو نہ ان کو
مہلت دی جائے گی اور نہ ان کا عذاب ٹل سکے گا۔

= مِنْظَرِیْنَ - اسم مفعول جمع مذکر - اِنْظَارٌ (افعال) مصدر - مہلت دیئے ہوئے۔ جن کو
مہلت دی گئی ہو۔ منصوب بوجہ خبر کا نوا۔

۹:۱۵ = اَلَّذِكْرُ - آیت ۶ میں کافروں نے قرآن مجید کو الذ کو تعریضاً اور استہزاءً کہا تھا۔ تو
اللہ تعالیٰ نے اسی لفظ کو دہرا کر فرمایا کہ یہ بے شک الذ کو ہے یعنی یہ ایسی پسند و ناصح سے پُر اور شرف
و عزت بخشنے والی کتاب ہے کہ اس کے بعد کسی اور کتاب کو الذ کو نہیں کہا جاسکتا۔

۱۰:۱۵ = قَدْ اَرْسَلْنَا - کے بعد اس کا مفعول محذوف ہے۔ اى ولقد ارسلنا رسلاً -

ہم نے رسول بھیجے۔

= شِيعَہ - شِيعَۃ کی جمع - فرقے - گروہ - شِيعَۃ وہ فرقہ یا گروہ جو کسی بات پر باہم متفق ہو۔
اس کا اصل شِيعَۃ ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں جن کے ذریعے سے بڑی بڑی لکڑیوں کو آگ لگائی جاتی ہے۔ الشِيعَۃ کے معنی منتشر ہونا اور تقویت دینا کے بھی ہیں۔ جیسے شِيعَۃ الْخَبْرِ خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی۔ یا شِيعَۃ الْقَوْمِ قوم منتشر اور زیادہ ہو گئی۔ اسی سے اشَاعَۃ خبر کا پھیلانا ہے۔
گروہ کے معنی میں اور جگہ قرآن میں آیا ہے وَجَعَلَ اَہْلَهَا شِيعًا (۴:۲۸) وہاں کے باشندوں کو گروہ در گروہ کر رکھا تھا۔ قوم اور فرقہ کے معنوں میں بھی آیا ہے هٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَ عِندَ اَمِنْ عَدُوِّہ (۱۵:۲۸) یہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کا ہے اور یہ (دوسرا) اس کے دشمنوں میں سے ہے۔

یہاں شِيعَۃ الدَّوَلِینَ بمعنی پہلی قومیں۔

۱۱:۱۵ = یَسْتَهْزِؤْنَ - مضارع جمع مذکر غائب (استفعال) مصدر وہ ٹھٹھا کرتے ہیں
حَاوُوا یَسْتَهْزِؤْنَ - ماضی استمراری۔ وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔
۱۲:۱۵ = نَسْلُکُہ - مضارع جمع مکمل ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس ضمیر کا مرجع الاستہزاء ہے جو یَسْتَهْزِؤْنَ کا مصدر ہے۔ ہم (اس) استہزاء و تکذیب کو گنہگاروں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔
اَسْکُوْکَ (باب نصر) کے اصل معنی راستہ پر چلنے کے ہیں۔ جیسے لَسْکُوْکُ مِنْہَا سُبُلًا فِجَا جَا (۲۰: ۷۱) تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ راستوں پر چلو پھرو۔
یہ فعل متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے مَا سَلَکُکُمْ فِی سَقَرٍ - (۴: ۷۲) تمہیں کس چیز نے دوزخ میں لا ڈالا۔

اسی سے ہے سَلَکْتُ الْخَیْطَیْنِ الذَّیْنِیْنِ - میں نے سوئی میں دھاگہ ڈالا۔

۱۳:۱۵ = لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الذکر (ایۃ ۹) ہے۔
= خَلَّتْ - خَلَا یَخْلُوْ (باب نصر) خُلُوْ سے ماضی۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ گذر گئی۔ الْخَلَا خالی جگہ۔ جہاں عمارت و مکان وغیرہ نہ ہو۔

اور الْخُلُوْ کا لفظ زمان اور مکان دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ چونکہ زمانہ گذرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لئے قَدْ خَلَّتْ سُنَّۃُ الدَّوَلِیْنِ کے معنی ہوں گے۔ پہلوں کی یہی روش گذر چکی ہے یعنی وہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ یہی ہوا۔
= سُنَّۃ - دستور طریقہ جاریہ۔ رسم۔ اس کی جمع سُنَنٌ ہے۔

۱۴:۱۵ = فَظَلُّوا۔ ماضی جمع مذکر غائب ظَلَّ اور ظُلُولٌ سے (باب فتم وسمع) الظِّلُّ سایہ یہ الضَّمُّ دھوپ کی ضد ہے ظَلَّ اور ظُلُولٌ کے معنی دن میں کسی کام کو انجام دینے کے ہیں جس طرح بَاتَ یَبِیتُ کا استعمال رات گزارنے کے لئے ہوتا ہے ایسے ہی ظَلَّ یَظَلُّ کا استعمال دن گزارنے کے لئے ہوتا ہے۔

یہ افعال ناقصہ میں سے ہے اور کسی کام کو دن کے وقت کرنے کے معنی میں آتا ہے کیونکہ دن کے وقت (از طلوع آفتاب تا غروب آفتاب) چیزوں کا سایہ موجود رہتا ہے۔
یہ صَارَ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اس وقت دن کی تخصیص نہیں رہتی مثلاً لَظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ یَكْفُرُونَ (۵۱:۳۰) تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگ جائیں گے۔
فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ۔ پھر وہ دن دباڑے چڑھنے لگیں۔

= فِيهِ۔ اسی فی ذلک الباب۔ اس دروازہ میں۔

فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ۔ لفظی ترتیب یہ ہے اور وہ روز روشن میں اس میں چڑھنے لگیں۔
اس میں ضمیر کا مرجع مشرکین و کفار ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر ان مشرکین کے لئے آسمان میں ایک دروازہ ہم کھول دیں اور وہ اس میں دن دھاڑے چڑھ جائیں اور عالم بالا کے عجائبات اپنی آنکھوں کے واضح طور پر دیکھ لیں تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔
۱۵:۱۵ = لَقَالُوا۔ اس میں لام تاکید کے لئے ہے۔

= سَكِرَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب سَكِرَ و سَكِرَ۔ بینائی کا مدہم ہونا۔ سَكِرَتْ عَيْنُهُ۔ اس کی آنکھ چندھیان گئی۔ سَكِرَتْ أَبْصَارُنَا ہماری آنکھیں چندھیان گئی ہیں۔ ہماری آنکھیں بند کر دی گئی ہیں۔ ہماری آنکھوں کی بینائی بند کر دی گئی ہے۔

= مَسْخُورُونَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ مَسْخُورٌ واحد۔ مَسْخُورٌ مصدر۔ وہ لوگ جن پر جادو کر دیا گیا ہو۔

۱۶:۱۵ = بُرُوجًا۔ بُرُوج کی جمع ہے بروج کا لغوی معنی ہے ظاہر ہونا۔ اس سے عورت کے

بناؤ سنگار کر کے نمائش و دکھاوے کو تَبْرِجٌ کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَبْرِجْنَ

تَبْرِجَ الْجَاهِلِيَّةِ الدُّنْيَا (۳۳:۳۳) اور جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو دکھاتی مت پھرو۔

اسی لغوی کے معنی کی مناسبت سے اس کا اطلاق ان چیزوں پر ہونے لگا جو دور سے نمایاں ہوتی ہیں

مثلاً قلعہ۔ محل۔ شاہراہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے وہ بڑے بڑے ستارے جو دور سے نمایاں ہوتے ہیں

اہل عرب بُرُج کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ روح المعانی میں ہے المراد بالبروج النواکب العظام

بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں بعض نے ان سے مراد وہ بارہ برج لئے ہیں جو مدار آفتاب کو

بارہ حصوں میں تقسیم کرنے سے بنتے ہیں ان میں سے ہر ایک حصہ کو برج کہتے ہیں اور علمائے ہیئت نے ہر ایک کا علیحدہ نام رکھا ہے مثلاً حمل - ثور - جوزا - سرطان - اسد - سنبلہ - میزان - عقرب - قوس - جدی - دلو - حوت۔

قرآن حکیم میں مضبوط قلعے - محلات کے معنی میں آیا ہے - وَكَوْنُكُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ (۴۷:۱۷)

۱۷:۱۷ خواہ تم بڑے بڑے محلوں میں رہو۔

= زَيْنَهَا - زَيْنًا - ماضی جمع متکلم - ہا ضمیر واحد مؤنث غائب - مفعول ہم نے اس کو مزین کیا ہم نے ان کو زینت دی۔

۱۵:۱۴ = رَجِيمٌ - الرِّجَامُ - بمعنی پتھر - اسی سے الرَّجْمُ ہے جس کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں

جسے سنگسار کیا گیا ہو۔ اسے مرجوم کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ (۱۱۶:۲۶) کہ تم ضرور سنگسار کئے جانے والوں میں سے ہوں گے۔

رَجِيمٌ بروزن فَعِيلٌ بمعنی مَفْعُولٌ یعنی مَرْجُومٌ ہے ملعون - راندہ - مردود - قرآن مجید میں جہاں بھی آیا ہے شیطان کی صفت میں مستعمل ہے

۱۵:۱۸ = اسْتَوَقَّ ماضی واحد مذکر غائب - اسْتَوَقَّ (اسْتَفْعَالَ) سے سوق مادہ - اس نے چرایا۔ اس نے چوری کی۔

اسْتَوَقَّ السَّنْعَ اس نے چوری چھپے سُن لیا۔

= فَاتَّبَعَهُ - ماضی واحد مذکر غائب - ضمیر واحد مذکر غائب - اس ضمیر کا مرجع مَنْ موصولہ ہے وہ اس کے پیچھے لگا۔ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ وہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔

= شِهَابٌ - الشَّهَابُ کے معنی بلند شعلہ کے ہیں خواہ وہ چلتی ہوئی آگ کا شعلہ ہو یا فضا میں کسی عارضہ کی وجہ سے پیدا ہو جائے۔ شِهَابٌ مُّبِينٌ ایک روشن شعلہ - روشنی کرنے والا انگارہ

شیطان کا آسمان کی باتیں سن لینا اور اس کے تعاقب میں شہاب مبین کے لگ جلنے سے کیا مراد اس کا جواب انسان کے موجودہ علم کی روشنی میں تسلی بخش طور پر دینا مشکل ہے۔ بہر حال ایک مسلمان

کا ایمان ہے کہ قرآن کی ہر بات حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے اس لئے اگر ہماری سمجھ میں کوئی بات نہیں

آتی تو یہ ہماری علمی کوتاہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وقت آجائے کہ ہم حقائق کائنات میں خاطر خواہ علمی دسترس

حاصل کر لیں تو یہ عقدے جو اس وقت لانیل دکھائی دیتے ہیں خود بخود کشا ہو جائیں۔ مختلف تفاسیر

میں اس کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن موجودہ تنقیدی ذہن انہیں

قبول کرنے سے ہچکچا ہٹ محسوس کرتا ہے۔

۱۹:۱۵ = مَدَدْنَاهَا مَدَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پھیلایا۔ ہم نے پھیلادیا۔

ہا صنمیر کا مرجع الارض ہے۔ اَلْمَدُّ کے اصل معنی (المبائی میں) کھینچنے کے ہیں اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی سے عرصہ دراز کو مددہ کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵:۲۵) تو نے نہیں دیکھا کہ تیرا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے۔
= اَلْقَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ڈالا۔ اَلْقَاءُ (افعال) سے۔

= فِيْهَا۔ اِی فی الارض۔ اس میں یعنی زمین میں

= رَوَّاسِی۔ رَاسِیۃ کی جمع۔ بوجہ۔ پہاڑ۔ رَسُوْۤا مادہ۔ رَسَا الشَّیْ رباب (نص) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ اَرَّسِی (افعال) کے معنی ٹھہرنے اور استوار کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَفَدَّوْا رَّاسِیَّاتٍ (۳۴:۱۳) اور بڑی بڑی بھاری دگیں جو ایک جگہ جمی رہیں۔ رَوَّاسِی شَمِخَتْ (۷۷:۲۷) اونچے اونچے پہاڑ۔
پہاڑوں کو بوجہ ان کے ثبات اور استواری کے رَوَّاسِی کہا گیا ہے۔

= مَوْزُوْنٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ شَیْء کی صفت ہے اَلْوَزْنُ (تولنا) کے معنی کسی چیز کی مقدار معلوم کرنے کے ہیں۔ عرف عام میں وزن اس مقدار خاص کو کہتے ہیں جو ترازو کے ذریعہ معین کی جائے جیسے قرآن مجید میں ہے وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ (۱۷:۳۵) ترازو سیدھی رکھ کر تو لا کرو۔ اور اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (۵۵:۹) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔ لہذا موزون بمعنی اندازہ کی ہوئی۔ جاپنچی ہوئی۔ مناسب۔ اور وَاَنْبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ کے معنی ہوئے: اور ہم نے اس میں ہر مناسب چیز اگائی

یَا مَوْزُوْنٍ: مقدار بمقدار معین تقضیہ حکمت۔ ایک مقررہ اندازہ کے مطابق جس کو اس کی حکمت متقاضی ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور اس میں ہم نے ہر ایک چیز ایک اندازے کے مطابق اگائی۔

۲۰:۱۵ = مَعٰیْشَہٗ۔ مَعِیْشَۃ کی جمع۔ سامان زندگی۔ وسائل معاش۔ کھانے پینے کی چیزیں

= وَمَنْ لَّسْتُ لَہٗ بِرَاقِیْنٍ۔ اِی وَلَمَنْ لَسْتُ لَہٗ بِرَاقِیْنٍ۔ یعنی اور ان کے لئے بھی ہم نے سامانِ زمینت مہیا کیا ہے جنہیں تم روزی دینے والے نہیں۔ مثلاً جنگلی جانور۔ درندے۔ کیڑے۔ مکوڑے یا سمندر میں بسنے والے جانور وغیرہ۔ یعنی ایسی مخلوق جو انسان کے ہاتھوں روزی حاصل نہیں کرتی
۲۱:۱۵ = اِنَّ۔ نافیہ ہے۔

= خَزَاۤئِنُہٗ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع شَیْءٌ ہے۔

إِنْ مَثُ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَ فَاخِرَاتِهِ. نہیں کوئی چیز مگر ہمارے پاس اس کے خزانے (بھرے پڑے) ہیں۔

= مَا نَزَّلَهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ۔ ہم اس چیز کو نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے کے مطابق ۲۲:۱۵ = لَوَاقِحَ۔ جمع ہے اس کی واحد لَاقِحٌ ہے۔ لَقَحٌ اور لَقَاحٌ لازم ہیں جیسے لَفَحَتِ النَّاقَةُ (باب سَمْع) اونٹنی حاملہ ہوگئی۔ یا لَفَحَتِ الشَّجَرَةُ درخت بار آور ہو گیا۔ اس لئے لَوَاقِحَ کا مطلب ہوا۔ بار دار۔ وہ ہوائیں جو پانی سے بھرے ہوئے بادل کو اٹھائے ہوئے ہوں لَوَاقِحَ کا واحد صرف لَاقِحٌ ہے اور یہ جمع خلاف قیاس ہے اس کا مؤنث استعمال نہیں ہے صرف لغات القرآن حصہ پنجم عبد الدائم الجلالی میں اس کی مؤنث لَاقِحَةٌ دی ہے مظہر میں بھی ہے اور لَعُوشٌ کی جمع بھی بتایا گیا ہے۔

= فَاسْقَيْنَاكُمُوهُ۔ اسْقَيْنَا (افعال) سے ماضی جمع متکلم کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ضمیر مفعول ثانی واحد مذکر غائب جس کا مرجع ماء ہے۔ ہم نے وہ تم کو پلایا۔ ہم نے وہ (بارش کا) پانی تمہیں پینے کے لئے دیا۔ ۲۳:۱۵ = خَزَائِنَ۔ خزانہ کرنے والے۔ جمع کرنے والے۔ ذخیرہ کرنے والے خَزْنٌ سے باب نصر۔ معنی خزانہ میں جمع کرنا۔

۲۳:۱۵ = نَحْيً۔ مضارع جمع متکلم ہم زندہ کرتے ہیں (باب افعال) احياء سے۔ = نُمِيتُ۔ مضارع جمع متکلم اماتة (افعال) سے مصدر۔ مَوْتٌ مادہ۔ ہم مارتے ہیں ہم موت دیتے ہیں۔

= وَارِثُونَ هَ وَارِثٌ يَرِثُ وَارِثٌ فهُوَ وَارِثٌ۔ وارث ہونا یعنی کسی کے مرنے کے بعد اس کی چیز کا مالک ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ مجازاً بولا جاتا ہے کیونکہ وہ تو ہر شے کا حقیقی مالک ہے اس نے اہل دنیا کو جو ملکیت دے رکھی ہے وہ مجازی ہے ایک وقت آئے گا کہ جب یہ مجازی ملکیت بھی ختم ہو جائے گی اور تمام وراثت مالک حقیقی کے پاس لوٹ جائے گی۔

۲۴:۱۵ = الْمُسْتَقْدِمِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر استقدام (استفعال) مصدر۔ پہلے زمانہ میں گذرے ہوئے لوگ۔ اگلے لوگ۔ یا نیکیوں میں سبقت کرنے والے۔ یا اسلام لانے میں اولیت حاصل کرنے والے۔

= مُسْتَخِرِينَ پیچھے آنے والے۔ بعد میں آنے والے۔ نیکیوں میں پیچھے رہ جانے والے۔ اسلام لانے میں تاخیر کرنے والے۔

۱۵:۲۵ = يَخْشُرُهُمْ - مضارع واحد مذکر غائب - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - وہ ان کو اکٹھا کرے گا۔

۱۵:۲۶ = صَلَّالٍ - صَلَّالٌ (مادہ ص ل ل) کے اصل معنی کسی خشک چیز سے آواز آنے کے ہیں۔ جیسے صَلَّ الْمَسَارُ۔ جس کے معنی مسیح کو کسی چیز میں ٹھونکنے سے آواز پیدا ہونے کے ہیں اور کھنکنے والی خشک مٹی کو بھی صلصال کہتے ہیں۔ صَلَّالٌ کے معنی سڑی ہوئی مٹی کے بھی ہیں اور یہ صَلَّ اللَّحْمُ سے مشتق ہے جس کے معنی گوشت کے بدبودار ہو جانے کے ہیں صَلَّالٌ۔ اصل میں صَلَّالٌ ہے ایک لام کو ص سے بدل دیا گیا ہے۔ اور آیت کریمہ اِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ (۳۲:۱۰) کیا جب ہم زمین میں ملیا میٹ ہو جائیں گے۔ میں ایک قرأت صَلَّالٌ بھی ہے یعنی جب ہم گم سڑ گئے

= حَمًا - گارا۔ کیچڑ۔ الحمی سے حَمَاءُ مادہ۔ الْحَمَّاسِیَہ بدبودار مٹی۔ أَحْمَأُتْهَا۔ میں نے اسے کیچڑ سے بھر دیا۔ اور جگہ قرآن میں ہے عَيْنِ حَمِئَةٍ۔ سیاہ بدبودار۔ کیچڑ والا چشمہ۔
= مَسْنُونٍ - اسم مفعول واحد مذکر۔ سَنَّ مصدر۔ (باب نَصَو) متغیر۔ سڑا ہوا۔ سنت رسول رسول کا طریقہ۔ مسنون۔ سنت کے مطابق۔

صَلَّالٍ مِّنْ حَمًا مَّسْنُونٍ۔ کھنکنے والی مٹی جو پہلے سڑی ہوئی بدبودار کیچڑ کی شکل میں تھی علماء لغت نے لکھا ہے کہ مختلف حالتوں میں مٹی کے مختلف نام ہیں

۱، پانی میں بھگونے سے پہلے شَرَابٌ کہتے ہیں۔ جیسے الْكَفْرَتِ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ شَرَابٍ (۱۸:۳۷) کیا تو اس ذات سے انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔

۲، پانی میں بھیک جائے تو اسے طِينٌ (کیچڑ) کہتے ہیں۔ اِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّنْ طِينٍ لَّازِبٍ۔ (۱۱:۳۷) ہم نے ان کو چپکے گارے سے پیدا کیا۔

۳، جب کافی عرصہ بھگی رہے یہاں تک کہ اس کی رنگت سیاہ ہو جائے تو اسے حَمًا کہتے ہیں۔

۴، جب اس سیاہ کیچڑ میں بدبو پیدا ہو جائے یا اسے کوئی اور صورت دی جائے تو اسے مَسْنُونٌ کہتے ہیں

۵، اور جب سیاہ بدبودار کیچڑ خشک ہو جائے تو اسے صَلَّالٌ کہتے ہیں۔

۶، جب خشک سیاہ۔ بدبودار۔ کیچڑ آگ میں پکائی جائے تو اسے فَخَّارٌ کہتے ہیں۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلَّالٍ كَالْفَخَّارِ (۵۵:۱۴) اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکنی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔

۱۵: ۲۷ = الْجَانُّ - الْجَنُّ (باب نصر) کے اصل معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں۔ جیسے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ (۶: ۷۶) جب رات نے اس کو پردہ تاریکی سے چھپا دیا۔ اسی معنی میں الْجَانُّ دُل۔ کیونکہ وہ حواس سے مستور رہتا ہے۔ یا الْمَجْنُونُ الْمَجْنُونَةُ الْجَنَّةُ - دُھال کیونکہ اس سے انسان اپنے آپ کو بچاتا اور چھپاتا ہے۔ اور الْجَنَّةُ بَاغ۔ ایسا باغ جس کی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ وَكَذَلِكَ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ (۱۸: ۳۹) اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو کیوں نہ..... اور جَنِينٌ (فعل بمعنی مفعول) وہ بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے کہ وہ حواس انسانی سے مستور ہے یا الجنین قبر (فعل بمعنی فاعل) چھپانے والی۔ تو گو یا بن ایک ایسی مخلوق ہے جو انسانی نظروں سے پوشیدہ اور اوجھل ہے۔ جَانُّ، جَنُّ کی جمع ہے

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جس طرح ابوالبشر (سائے انسانوں کے باپ) کا نام آدم ہے اسی طرح اَبُو الْجَنِّ (جنوں کے باپ کا نام) الْجَانُّ ہے بعض کے نزدیک الْجَانُّ اسم جنس ہے مراد ہے جنوں کی جنس جیسے الانسان۔ انسانوں کی جنس کا نام ہے۔ جن مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی جیسے قرآن مجید میں آیات وَآتَيْنَا الْمُسْلِمِينَ مِنْهَا الْقِصَاطُونَ۔ (۱۲: ۷۲) اور ہمیں سے بعض مسلمان ہیں اور بعض ہم میں سے راہِ حق سے مڑ جانے والے ہیں یعنی کافر۔

السَّمُومُ۔ اس کا مادہ س م ہے السَّمُّ (بفتح سین وضمہ آل) کے معنی تَنَاسُخِ سوراخ کے ہیں۔ جیسے سوئی کا ناکہ یا کان اور ناک کا سوراخ ہوتا ہے۔ اس کی جمع سُمُومُ آتی ہے۔ قرآن مجید میں آیات حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِنَاطِ (۷: ۴۶) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے نہ نکل جائے۔

سَمَّيَسْتُ (باب نصر) کے معنی ہیں کسی چیز میں گھس جانا۔ اسی سے السَّامَةُ ہے یعنی وہ خاص لوگ جو ہر معاملہ میں گھس کر اس کی تر تک پہنچ جاتے ہیں۔ السَّمُّ زہر قاتل کو کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنے لطفِ تاثیر سے بدن کے اندر سرایت کر جاتی ہے اور یہ اصل میں مصدر بمعنی فاعل ہے۔

السَّمُومُ۔ لُو! گرم ہوا۔ جو زہر کی طرح بدن کے اندر سرایت کر جاتی ہے۔ جیسے دَوَقْنَا عَذَابَ السَّمُومِ (۵۲: ۲۷) اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا۔ السَّمُومُ الرِّيحُ الْحَارَةُ الَّتِي تَقْتُلُ۔ سخت گرم ہوا جو مار ڈالے دیتی ہو۔ سَمُومٌ بغیر دھوئیں کی آگ۔ قِیلَ السَّمُومُ

نَارُ لَادِخَانٍ لَهَا - سموم وہ آگ ہے جس کا دھواں نہ ہو۔

نَارُ السَّمُومِ - مضاف مضاف الیہ - یہ اضافۃ العام الی الخاص کی مثال ہے یا اضافۃ الموصوف الی الصفة کی - مراد اس سے النار المفروطة الحرارة ہے یعنی بہت ہی گرم آگ، (جو زہر کی طرح یا باد سموم کی طرح لطف تاثیر سے روئیں روئیں میں سرایت کر جائے) گو یا نار السموم سے دو صفات نمایاں ہیں - ایک تو انتہائی گرمی کہ اس کے سبب متصف میں غضب و بیقراری کی سی حالت پائی جائے اور دوسرے غایت درجہ لطافت کہ اس کی وجہ سے وہ غیر مرنی ہو۔ اور یہی جنات کی عام صفات ہیں ۲۹:۱۵ = سَوَّيْنَهُ - سَوَّيْتُ - ماضی واحد متکلم - تَسْوِيَةٌ (تفعیل) سے ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب - میں نے اس کو پورا پورا بنادیا - میں اس کو پورا پورا بنادوں (ماضی یعنی مستقبل) سوی مادہ = نَفَخْتُ - ماضی واحد متکلم فَنَخٌّ سے (باب نصر) جب میں پھونک دوں - ماضی یعنی مستقبل = قَعُوا - امر جمع مذکر حاضر دَقْوَعٌ مصدر (وَقَعَ ثَلَاثِي مَجْرَدُ مَثَالِ وَادِي) باب فتح - وَقَعَ يَفْقَعُ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قَعٌ ہوگا۔

قاعدہ : اگر علامت مضارع کا مابعد متحرک ہے تو آخر کو جزم دیدیں گے جیسے وَهَبَ يَهَبُ سے هَبَ - رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً قَعْ امر واحد مذکر حاضر سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہوا قَعُوا اگر پڑو۔ یعنی تم بلا تاخیر سجدے میں گر پڑو۔ ۳۰:۱۵ = اجْمَعُونَ - سب کے سب - تاکید کے لئے آیا ہے۔

۳۱:۱۵ = آبی - اس نے سختی سے انکار کیا - ماضی واحد مذکر غائب - الَذِبَاءُ کے معنی شدت امتناع یعنی سختی کے ساتھ انکار کرنے کے ہیں ہر اباء امتناع بے ہر امتناع اباء نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَيَا بَنِي اللَّهِ اَلَا اَنْتُمْ تُسْتَمَرُّونَ (۳۲:۹) اور خدا تعالیٰ اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں - يَا اَنۡبِيَآءَ اسۡتَكْبَرُوۡا (۳۴:۲) اس نے سختی سے انکار کیا اور تکبر کیا - (باب ضرب وفتح)

۳۳:۱۵ = لَمَّا اَكُنْ - مضارع نفی جہد بلم - میں نہیں ہوں - میں ایسا نہیں - مجھے گوارا نہیں - میری شان کے شایان نہیں - لَمَّا اَكُنْ لَا سَجْدَ - میں ایسا نہیں کہ سجدہ کروں - لَا سَجْدَ میں لام تاکید نفی کے لئے ہے۔

۳۴:۱۵ = مِنْهَا میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائب کا مرجع یا سماء ہے یا جَنَّةٌ ہے یا زمرہ ملائکہ (محذوف) ہے۔

= رَجِئِمٌ - مردود - راندہ ہوا - ملاحظہ ہو (۱۷:۱۵)

۳۶:۱۵ = فَأَنْظِرُنِي - فَا مَحذوف پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔

إِذَا جَعَلْتَنِي رَجِيمًا مَلْعُونًا إِلَى يَوْمِ الدِّينِ فَأَنْظِرُنِي - جب تو نے مجھے روز قیامت تک مردود و ملعون قرار دے ہی دیا ہے تو مجھے مہلت دیدے (یعنی مجھے زندہ رہنے دے) أَنْظِرُنِي - امر واحد مذکر حاضر۔ نون وقایہ فی ضمیر واحد متکلم۔ تو مجھے کو مہلت دے۔ انْظَرُ (افعال) مصدر۔

= يُبْعَثُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر غائب بَعَثُ سے۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ يَوْمَ يُبْعَثُونَ وہ دن جب آدم اور اس کی ذریت قبروں سے اٹھائی جائے گی۔ بَعَثُ کے معنی بھیجنے کے بھی آتے ہیں مثلاً وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا - (۳۶:۱۶) اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا۔ یوم الدین۔ یوم تبعثون۔ یوم الوقت المعلوم سب سے مراد یوم قیامت ۳۷:۱۵ = الْمُنْظَرِينَ - اسم مفعول جمع مذکر المنْظَرُ - واحد۔ مہلت یافتہ۔ مہلت دیئے گئے ۳۹:۱۵ = بِمَا - بسبب اس کے۔ بہ بدل اس چیز کے۔

= اَعْوَيْتَنِي - اَعْوَيْتَ - ماضی واحد مذکر حاضر۔ نون وقایہ فی ضمیر واحد متکلم تو نے مجھے گمراہ کیا۔ تو نے مجھے بے راہ کر دیا۔ جبے اغوار کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک گمراہی پر سزا دینا۔ دوسرے بے راہ کرنا۔ مہلکانا۔ علامہ قرطبی نے اغوار کے معنی مایوس کرنا اور ہلاک کرنا بھی کئے ہیں۔

کسی کو ایسا حکم دینا جس کی نافرمانی اس کی گمراہی کا باعث بن جائے اس کو بھی اغوار کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں بِمَا اَعْوَيْتَنِي کا معنی ہو گا۔ بوجہ اس امر کے کہ تو نے مجھے ایسا حکم دیا کہ اس کی نافرمانی میری بے راہ روی کا سبب بن گئی۔

= لَا تَزِيلَنَّ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ واحد متکلم۔ تَزِيلٌ (تفعیل) سے میں ضرور آراستہ کروں گا۔ مُزَيَّنٌ کر کے دکھاؤں گا (برے کاموں کو) لَا دُعُو يَتْلُوهُمْ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا۔

= أَجْمَعِينَ سَاءَ سَاءَ - تاکید کے لئے آیا ہے۔

۴۰:۱۵ = الْمُخْلِصِينَ - جو چن لئے گئے ہیں۔ یعنی جنہیں تو نے اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے چن لیا۔ اسم مفعول جمع مذکر حاضر۔ ۴۱:۱۵ = هَذَا - اس کا متنازل الیہ اخلاص ہے۔

= صِرَاطٌ عَلٰی مُسْتَقِیْمٍ - صِرَاطٌ مُسْتَقِیْمٌ موصوف صفت - عَلٰی بِمَعْنٰی اِلٰی -
هَذَا (الْخِلَاصُ) صِرَاطٌ عَلٰی (ای طریق فی الوصول اِلٰی مِنْ غَیْرِ ضَلَالٍ) مُسْتَقِیْمٌ
لاموجح فیہ اصلاً (مظہری)۔

یہی اخلاص (ریاء تکلف اور تصنع کے کلیۃً اجتناب) میری طرف پہنچنے کا سیدھا راستہ
اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن)

تفسیر خازن میں ہے۔ قَالَ الْحَسَنُ مَعْنَاهُ هَذَا صِرَاطُ الْمُسْتَقِیْمِ یعنی میری طرف آنے کا
سیدھا راستہ۔

۱۵: ۴۲ = الْغَوْنِیْنَ - اسم فاعل - جمع مذکر - غَوٰی وَاحِدٌ - گمراہ - کج رو - مہلک جانے والے

۱۵: ۴۳ = مَوْعِدُهُمْ - مضاف مضاف الیہ مَوْعِدٌ اسم ظرف زمان و مکان - ان کے
وعدہ کی جگہ - یا وقت - یہاں اسم ظرف مکان ہے (جہنم)

۱۵: ۴۴ = لَهَا - ہا ضمیر کا مرجع جہنم ہے۔

= سَبْعَةُ ابْوَابٍ - دوزخ کے سات طبقے ہیں۔ ہر ایک طبقہ کا ایک ایک دروازہ ہے
ان سات طبقوں کے نام یہ ہیں۔ جہنم - نطی - الحطی - السعیر - السقر - الجحیم - الباہویہ۔

= مِنْهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب غاویں دوزخیوں کی طرف راجع جن کا ذکر آیات بالا ۴۲ و ۴۳ میں
میں اوپر آیا ہے اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہے کُلُّ بَابٍ مَّجْزِئٌ مَّقْسُومٌ مِنْهُمْ ہر دروازہ
کے لئے ان میں سے کا ایک مقسوم یعنی مخصوص حصہ یا کردہ ہوگا۔ اکثر مفسرین نے یہی صورت
اختیار کی ہے۔ عبد اللہ یوسف علی نے ہم کی ضمیر کا مرجع ابواب یا ہے اور ترجمہ یوں کیا ہے
اس جہنم کے سات دروازے ہیں ان دروازوں میں سے ہر ایک دروازے کے لئے جہنمیوں کا
ایک خاص ٹولہ مختص ہے۔

۱۵: ۴۶ = ادْخُلُوْهَا - امر جمع مذکر حاضر۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب برائے جنت و عیون ہے
تم سب داخل ہو جاؤ اس میں۔ اس سے قبل قِيلَ لَهُمْ مَحْذُوفٌ ہے۔ کہنے والے فرشتے کا
ہوں گے۔ جو متقین کو خوش آمدید کہیں گے۔ یا یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے
= بِسَلَامٍ - سلامتی کے ساتھ - سَلَامٌ یَسْلَمُ کا مصدر جس کے معنی ہیں عیوب و آفات سے
سلامت رہنا۔ ان سے چھٹکارا پانا اور بری ہو جانا۔

= الْفٰنِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر اِفْنٌ وَاحِدٌ - مٹنے - بے خوف و خطر - بے کھٹک - امن میں
۱۵: ۴۷ = نَزَعْنَا - ماضی جمع مکمل - نَزَعَ مصدر (باب فتم) سے ہم نکال دیں گے۔ نَزَعَ

الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنے کے ہیں جیسا کہ کمان کو درمیان سے کھینچا جاتا ہے اور کبھی یہ لفظ اعراض کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جان نکالنے کو بھی نزع کہتے ہیں۔ اسی طرح محبت یا عداوت کو دل سے نکالنے کو بھی نَزَعٌ کہتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہدایں ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ۔ جو کینے ان کے دلوں میں ہوں گے ہم سب نکال دیں گے۔ کھینچنے اور چھیننے کے معنی میں بھی مستعمل ہے مثلاً وَتَنَزَّعُ الْمَلِكُ مِمَّنْ تَشَاءُ (۳۶:۳) اور تو جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ اور فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ (۵۹:۴) اگر تم جھگڑ پڑو کسی بات میں۔ یعنی تمہاری آپس میں کسی امر کے متعلق کھینچا تانی ہو جائے۔ اختلاف ہو جائے = غِلٍّ۔ دل کی دورت۔ قلبی عداوت۔ کینہ۔ غِلٌّ يَغِلُّ (باب ضَرَبَ) کسی کے متعلق دل میں کینہ رکھنا۔ غِلٌّ يَغِلُّ (باب نَصَرَ) الْغُلُولُ خیانت کرنا مَا كَانَ لِلْبَيْتِ أَنْ يَغْلَّ (۱۶۱:۲) اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر خدا خیانت کرے۔

= اِخْوَانًا۔ بھائی بھائی۔ یعنی بھائیوں کی طرح۔ حال ہے هُمْ (فِي صُدُورِهِمْ) سے اور بدیں وہ منصوبے۔ اسی طرح عَلٰی سُرُرٍ اور مُتَقَابِلِينَ بھی جال ہے یعنی وہ اس حالت میں وہاں ہوں گے۔ جیسے بھائی بھائی تختوں پر بیٹھے ہوئے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے۔ ۴۸:۱۵ لَا يَمَسُّهُمْ مِصْرَاعٌ مِّنْهُ وَاحِدٌ مَّا غَابَ هُمْ ضَمِيرُ جَمْعِ مَذْكُورِ غَابَ۔ نہیں پہنچے گا۔ نہیں چھوئے گا ان کو۔

= نَصَبٌ۔ کوفت۔ تھکن۔ مشقت۔ تکلیف۔

۴۹:۱۵ = بَيِّنٌ امر واحد مذکر حاضر۔ تَبَيَّنَ (تَفْعِيل) سے۔ تو آگاہ کر دے۔

۵۲:۱۵ = وَجِلُونَ۔ صفت مشبہ جمع مذکر۔ وَجِلٌ واحد وَجَلٌ مصدر۔ (باب سَمِعَ) خوف زدہ۔ ڈرنیوالا۔ الْوَجِلُ کے معنی دل ہی دل میں خوف محسوس کرنے کے ہیں مَوْجِلٌ نشیبی گرہا۔ خوف کی جگہ۔

یہاں اِنَّا (بیشک ہم) اور وَجِلُونَ جمع کے صیغے آئے ہیں۔ شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ خوف کی کیفیت اپنی اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے بتا رہے تھے۔

۵۳:۱۵ = لَا تَوْجَلْ۔ اِی لَا تَخَفْ۔ مت ڈر۔ مت خوف کھا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر

= نَبَشْرُوكَ۔ مضارع جمع متکلم۔ بَشَرٌ يُّبَشِّرُ تَبَشِيرٌ (تَفْعِيل) كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ ہم تجھ کو خوشخبری دیتے ہیں۔

۵۴:۱۵۔ اَبَشْرُتُمُونِي۔ بَشَرْتُمْ ماضی معنی حال جمع مذکر حاضر۔ وَاوْ اِشْبَاعُ کی ہے حرف میم مضموم

کی حرکت کو پوری طرح ادا کرنے کے لئے) ن وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ ہمزہ استفہامیہ کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو۔

= عَلٰی۔ یہاں بمعنی مَع کے ہے (یعنی باوجودیکہ) جیسے اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ (۱۳:۶۶) بیشک تیرا پروردگار صاحب مغفرت ہے لوگوں کے لئے باوجود ان کی زیادتیوں کے۔

اَبَشِّرْتُمُوْنِیْ عَلٰی اَنْ مَّسَّنِیَ الْکِبَرُ۔ کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو باوجودیکہ (درآں حالی کہ) مجھے بڑھاپا لاحق ہو چکا ہے۔

= بِمَ۔ کس چیز کے ساتھ ب حرف جر اور مَا استفہامیہ ہے۔ حرف جر کے آنے کی وجہ سے اس کے آخر سے الف حذف کر دیا گیا اور فتح کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا ہے تاکہ مَا استفہامیہ اور مَا موصولہ میں امتیاز ہو سکے۔ کیونکہ مَا موصولہ میں الف کو حذف نہیں کیا جاتا۔

فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ۔ سو تم بشارت کس چیز کی دیتے ہو۔

۵۵:۱۵ = الْقُنَطِیْنِ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ الْقُنَاطِیْطُ واحد قُنُوْطٌ مصدر (باب ضرب و جمع) خیر سے ناامید ہونے والے۔

۵۶:۱۵ = مَنْ یَّقْنَطُ۔ استفہام انکاری۔ کون ناامید ہوتا ہے۔ یعنی کوئی ناامید نہیں ہوتا۔ قَنِطٌ یَّقْنَطُ (باب سمع)

= الضَّالُّوْنَ۔ ضَالٌّ کی جمع ہے ضَلَّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ گمراہ۔ بہکے ہوئے ۵۷:۱۵ = خَظَبُکُمْ۔ تمہاری مہم۔ تمہارا کام۔ تمہارا معاملہ۔

= الْمُرْسَلُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ بھیجے ہوئے۔ فرستادہ

۵۸:۱۵ = اُدْسِلْنَا۔ ماضی مجہول۔ جمع متکلم۔ ہم بھیجے گئے ہیں۔

= اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمٰتٍ۔ اِی اِلْ هَلَاکِ قَوْمٍ مجرمین۔ ہم مجرم قوم کی طرف (بھیجے گئے ہیں تاکہ ان کو ہلاک کر دیں)

۵۹:۱۵ = اِلَّا اِلَ لُوْطٍ۔ سوائے خاندان لوط کے۔ اِلَّا۔ حرف استثناء۔ اِلَ لُوْطٍ مستثنیٰ۔

اگر مستثنیٰ منہ قوم مجرمین ہو تو استثناء منقطع ہے کیونکہ خاندان لوط مجرمین میں سے نہ تھا۔ اور اگر مستثنیٰ منہ قوم لیا جاوے تو استثناء متصل ہے کیونکہ قوم لوط میں آل لوط بھی شامل ہے۔

(یعنی سوائے خاندان لوط کے کہ ان کو ہلاک نہیں کیا جائے گا۔

= اِنَّا لَمُنْجُوْهُمُ۔ اِنَّا بیشک ہم۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

مُنَجُّو اسم فاعل جمع مذکر مُنَجِّی واحد اصل میں مُنَجِّیُونَ تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ اور ی ثقل کی وجہ سے گر گئی۔ مُنَجُّو مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کو بچانے والے۔ نجات دینے والے۔ مطلب یہ کہ ان کو ہم ضرور بچالیں گے۔

۱۵:۶۰ = إِلَّا مَوَاتَهُ۔ سوائے اس کی بیوی کے۔ اس کا مستثنیٰ مِنْ آلِ لُوطٍ (ضمیر ھِیْہ) ہے یعنی خاندانِ لوط کے سائے لوگوں کو ہم بچالیں گے سوائے اس کی بیوی کے۔
= قَدْ دَنَا۔ ماضی جمع متکلم تقدیر (تفعیل) مصدر۔ ہم نے طے کیا ہے۔

فرشتوں کا فعل کی نسبت اپنی طرف کرنا بدیں وجہ ہو سکتا ہے کہ قرب واختصاص کے پیش نظر مصاحب اکثر مالک کے حکم کو جمع متکلم کے صیغہ سے ظاہر کرتے ہیں مثلاً بادشاہ کا سفیر حیب یہ کہے کہ ہمارا یہ موقف ہے تو اس کا مطلب یہی لیا جائے گا کہ بادشاہ کا یہ موقف ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر رکھا ہے۔ یا اس کا مطلب ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ بامرِ الہی ہم نے طے کیا ہے۔ اور اس قسم کی مثال سورۃ مریم میں ہے لَا هَبَ لَكَ عَلَمًا ذَكِيًّا (۱۹:۱۹) تاکہ میں تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں = الْغَابِرِينَ۔ پیچھے رہ جانے والے۔ جس طرح قافلہ گزر جاتا ہے اور غبار پیچھے رہ جاتا ہے (حضرت لوط کو جھوٹا سمجھنے والے کافر شہر سدوم میں باقی ہے اور خدا کے نبی اپنے ساتھیوں کو (آل لوط کو) لے کر شہر سے نکل گئے۔ پیچھے رہ جانے والے مورد عذاب الہی ہوئے اور تباہ ہو گئے۔ حضرت لوط کی بیوی بھی ان پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اور ان کے ساتھ ہلاک ہو گئی۔

قَدْ رُنا إِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِينَ۔ ہم نے طے کر رکھا ہے کہ وہ ضرور پیچھے رہ جانے والوں میں ہو گی
۱۵:۶۲ = مُنْكَرُونَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ نا آشنا۔ اجنبی۔ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ۔ اجنبی لوگ
یا ایسے لوگ جن سے شر کا خوف ہو

۱۵:۶۳ = بَلْ۔ بلکہ۔ بَلْ یہ لفظ اضراب کے لئے آتا ہے یعنی پہلی بات کی تکذیب اور اگلی بات کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ قَالُوا بَلْ۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں (یعنی ہم اجنبی نہیں یا کسی شے سے نہیں آئے بلکہ.....

= يَمْتَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِمْتَرَا فِتْعَالٌ وہ شک کرنے ہیں وہ مُتَرَدِّد ہیں۔ مَرَّئِ مادہ ہے

۱۵:۶۴ = سِرَّ بِالْحَقِّ۔ ان کافروں کے لئے یقینی عذاب۔ آتَيْنَكَ بِالْحَقِّ۔ ہم تیرے پاس ایک اُل حقیقت لے کر آئے ہیں (یعنی ان کافروں کے لئے یقینی عذاب)
۱۵:۶۵ = فَاسْرِ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ اسْرِ بِتورات کو لے کر چل۔ سَرَى يَسْرِى (ضَرْب)

اور اَسْرٰی یُسْرِی (افعال) سَرٰیةً وَّ سُرٰیةً سَوَیَّاتٍ رَّاتٍ کو سفر کرنا۔ اور سَرٰی ب و اَسْرٰی ب۔ رات کو لے کر چلنا۔ فَاسْرِ بِاَهْلِكَ سورات کو اپنے گھر والوں کو لے کر چل دیں۔
 = یَقِطِعُ مِّنَ اللَّیْلِ۔ رات کے کسی حصہ میں۔ رات کا آخری حصہ۔ رات کا سب سے تاریک حصہ
 = اَتَّبِعْ۔ تو پیروی کر۔ تو پیچھے پیچھے چل۔ تو اتباع کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔
 = اَدْبَارَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ادبار۔ اَدْبَارٌ دُبُرٌ کی جمع ہے اَدْبَارُهُمْ ان کی پیٹھیں۔ ان کے پیچھے۔

= لَا یَلْتَفِتْ فعل نہی واحد مذکر غائب التَّفَاتُ (افتعال) سے لَفَتْ مادہ۔ پھیرنا۔ موڑنا
 لَا یَلْتَفِتْ اَحَدٌ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ ثلاثی مجرد سے باب ضرب سے آتا ہے جیسے اَجُتْنَا لِتَلْفِتِنَا (۷۸:۱۰) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ (جس راہ پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں اس سے) ہم کو پھیر دو۔

= اِمْضُوا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ مَضٰی یَمْضٰی (ضَرَبَ) مُضٰی۔ مصدر۔ تم چلے جاؤ۔
 = حَبِطٌ۔ جہاں۔ جس جگہ

= تَوَّ مَرُّونَ۔ مضارع مجہول باجمع مذکر حاضر۔ (جہاں کا) تمہیں حکم دیا گیا ہے۔
 ۶۶:۱۵ = قَضٰیْنَا۔ ماضی جمع متکلم قَضَاءٌ مصدر۔ ہم نے بذریعہ وحی (اس کو) آگاہ کر دیا۔
 = ذٰلِكَ اَلْاَمْرَ۔ اس امر سے۔ ہم نے یہ فیصلہ اس کو بھیج دیا۔
 اَبْقَضَا۟۟۟ کے معنی قولاً یا فعلاً کسی کام کا فیصلہ کر دینے کے ہیں۔
 قَضٰی اِلٰی۔ قطعی طور پر اطلاع دینا۔

= دَابَّرَ۔ جڑ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پیچھا۔ دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھرنے کے ہیں
 اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔
 = مُصْبِحِیْنَ اسم فاعل۔ صبح کرنے والے۔ صبح کرتے کرتے۔ صبح ہوتے ہی۔

هُوَ لَاۤیۡ سَے حال ہے
 ۶۷:۱۵ = یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتَبْشَارٌ (استفعال) خوشیاں مناتے
 خوش خوش

۶۸:۱۵ = ضَیْفٌ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرے مہمان۔ ضَیْفٌ اصل میں ضَافٌ
 یَضِیْفُ کا مصدر ہے جس کے معنی کسی شخص کے پاس مہمان بن کر آنے کے ہیں۔ پھر مہمان
 ہی کو یہ نام دیا گیا۔ یہ واحد۔ تثنیہ جمع کے لئے یکساں آتا ہے۔ اگرچہ کبھی اس کی جمع مُنِیْمُوْنَ

اور اَصْيَافٌ بھی آئی ہے۔ جیسے شعر ہے :-

يَا ضَيْفُنَا لَوْ زُرْتَنَا لَوَجَدْتَنَا - نَحْنُ الضُّيُوفُ وَأَنْتَ رَبُّ الْمَنْزِلِ

= لَا تَفْضَحُونَ - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ فی ضمیر تکلم کی محذوف ہے فَضَحَ يَفْضَحُ

(فتح) سے تم مجھے رسوا مت کرو۔ میری فضیحت مت کرو۔

۶۹: ۱۵ = لَا تَخْذَرُونَ - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ فی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے اخْذَرُوا

(افعال) مصدر۔ خَزِيَ مَادَّة۔ تم مجھے رسوا مت کرو۔

۷۰: ۱۵ = أَلَمْ نَنْهَكَ - الف استفہام انکاری کے لئے اور واو بعض کے نزدیک عبارت مقدرہ

پر عطف کے لئے ہے۔ اے اے لم ننتقدم اليك ولم ننهك عن ذلك۔ کیا ہم تمہیں پہلے نہیں

کہہ چکے اور تمہیں اس سے منع کر چکے۔ لَمْ ننهك مضارع نفی جہد بلم جمع متکلم۔ نهى يَنْهَى

(فتح) سے۔ کیا ہم نے تجھے منع نہیں کیا تھا۔

= عَنْ الْعَالَمِينَ - لوگوں سے یعنی دوسرے لوگوں کے پناہ دینے سے۔ دوسرے لوگوں کی مدافعت

کرنے سے۔ ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان مائل ہونے سے۔

۷۲: ۱۵ = لَعَمْرُكَ - ل قسم کے لئے ہے۔ عَمْرُكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری جان کی قسم۔

تیری زندگی کی قسم۔

عَمْرٌ وَعَمْرٌ ہم معنی لفظ ہیں لیکن قسم میں یہ اکثر مفتوح استعمال ہوتا ہے کیونکہ سہل الادار ہے

= مَسْكُوتِهِمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کی مستی۔ ان کا نشہ۔ ان کی مدہوشی۔

= لَعَمْرُهُمْ - مضارع جمع مذکر غائب عَمْرٌ مصدر (باب فتح و سیم) سرگردانی۔ گمراہی میں

حیرانی۔ وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ - تیری جان کی قسم یہ لوگ اپنی طاقت کے نشہ

میں سرگرداں مست ہیں اور ہلکے بھلے پھرتے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) مدارک التنزیل میں ہے کہ یہ خطاب

فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام سے تھا۔ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خطاب

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

= الصَّيْحَةُ - صَاحَ يَصِيحُ (ضرب) کا مصدر ہے بمعنی آواز بلند کرنا۔ دراصل یہ صَيْحٌ کے

معنی آواز پھاڑنا کے ہیں اور یہ الصَّاحُ الثَّوْبُ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کپڑا پھٹ گیا اور اس

سے آواز نکلی۔ یہاں الصَّاحُ بطور حاصل مصدر استعمال ہوا ہے۔ بلند آواز۔ چیخ۔ ہولناک آواز

چنگھاڑ۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی استعمال ہوتا ہے۔

آیتِ نہا میں بمعنی چنگھاڑ۔ سخت کڑک۔ ہولناک آواز۔ آیا ہے

= مُشْرِقَيْنِ۔ یہ اخَذَ تَهْمُہ میں ضمیرُہُم کا حال ہے۔ یعنی ان کو ایک ہولناک چنگھاڑ نے آیا جبکہ وہ دن میں داخل ہو رہی ہے تھے۔ یعنی جبکہ سورج نکل ہی رہا تھا۔

۱۵:۴۴ = عَالِيَهَا۔ عَالِي۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ بلند۔ عَلُوُّ سے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع قُوٰی قوم لوط۔ قوم لوط کی بستیاں۔

= سَا فِلَهَا۔ سَا فِلٌ سَفُولٌ سے اسم فاعل واحد مذکر مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔

= فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَا فِلَهَا۔ ہم نے ان بستیوں کو تہ وبالا کر دیا۔

= سَجِيلٍ۔ کنکر۔ کنکرے پتھر۔

۱۵:۴۵ = مُتَوَسِّمِينَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ الْمُتَوَسِّمُ واحد تَوَسَّمُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ اہل فراست۔ علامات سے اندازہ کرنے والے۔ نتیجے اخذ کرتے ہیں۔ اَلْوَسْمُ دبابِ ضَرْبٍ کے معنی داغ اور نشان لگانے کے ہیں اور سِمَةٌ علامت اور نشان کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ سَتَسِمُهُ عَلَى الْخُرُطُومِ۔ (۱۶:۶۸) ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔

۱۵:۴۶ = مُقِيمٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ قائم رہنے والا۔ دوا می۔ سَبِيلٌ مُّقِيمٌ ایسا راستہ جہاں بہت آمد و رفت ہو۔

= اِنَّهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب قوم لوط کی بستیوں کے لئے ہے یہ سدوم اور عمورہ کے برباد شدہ شہر بحر لوط یا بحیرہ مردار کے جنوب مشرقی کنارے واقع تھے اور حجاز سے شام جاتے ہوئے یا عراق سے مصر جاتے ہوئے ان کی بربادیوں کے نشان آج بھی پائے جاتے ہیں۔

۱۵:۴۸ = اِنَّ۔ اِنَّ کا مخفف ہے

= اَصْحَابُ الْاَيْكَةِ۔ اَيْكَةُ۔ بن۔ جنگل۔ گھنا جنگل۔ درختوں کا جھنڈ۔ جنگل کے بسنے والے یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔

۱۵:۴۹ = اِنَّا نَقَمْنَا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہم نے انتقام لیا۔ ہم نے سزا دی۔

نَقَمَ۔ (ضَرْبٍ)۔ سَمِعَ مِنْ۔ سزا دینا۔ وَنَقَمْنَا اِلَاٰمًا عَلٰی فُلَانٍ وَمِنْ فُلَانٍ

فَلَا تَنْتَقِمَ... مِنْ - سزا دینا۔ بدلہ دینا۔ انتقام لینا (افتعال)
 بِاللّٰهِ (۸۵:۸) ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے
 انتقام لینا (افتعال)

= انتقام میں ضمیر تثنیہ مؤنث۔ قوم لوط اور اصحاب الایکہ (کی بستیوں) کی طرف راجع ہے۔ ہر دو قوم کی بستیاں یا ہر دو قومیں امام مہین پر واقع ہیں

= اِمَامٌ۔ الامام اس کو کہتے ہیں کہ جس کی اقتدار کی جائے۔ ای من یؤتم بہ (جس کا قصد کیا جائے، چونکہ مقتدا اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں جس کی پیروی کی جائے خواہ وہ انسان ہو یا اس کا قول و فعل ہو یا کتاب ہو۔ خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر ہو۔ چونکہ راستہ کا بھی قصد کیا جاتا ہے اسے بھی امام کہتے ہیں۔ اس کی جمع ائمہ (فعال سے افعلة) ہے

بِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ - موصوف صفت۔ کلمے راستہ پر۔ شاہراہ۔

۸۰:۱۵ = اَصْحٰبُ الْحِجْرِ - مضاف مضاف الیہ۔ حجر والے۔ حجر کے رہنے والے۔ تمام مفسرین کے نزدیک اور مورخین کے نزدیک اصحاب حجر سے مراد قوم ثمود ہے۔ لیکن مولانا سید سلیمان ندوی کی تحقیق کے مطابق یہ قوم ثمود نہیں ہے بلکہ وہ نبطی ہیں جنہوں نے حجر کو اپنا مرکز قرار دیا تھا۔ اگرچہ قوم ثمود کا دار السلطنت بھی یہی شہر تھا۔ یہ شہر اس وادی میں ہے جو حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے۔

۸۱:۱۵ = مُعْرِضِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ اعراض کرنے والے۔ رُخ پھیر لینے والے۔ منہ موڑنے والے۔

۸۲:۱۵ = یَنْحِتُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ کَانُوا یَنْحِتُوْنَ - ماضی استمراری۔ وہ تراشتے تھے۔ وہ تراش کر بنایا کرتے تھے۔ نَحَتٌ سے۔ (باب ضرب) کَانُوا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوتًا۔ وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بنایا کرتے تھے۔

= اَمْنِیْنَ - اَمْنٌ کی جمع ہے۔ بے خوف۔ مطمئن۔ دلجمعی۔ یَنْحِتُوْنَ سے حال ہے یعنی درآن حالیکہ وہ اپنے آپ کو بے خوف و مطمئن محسوس کرتے تھے اس امر کی دلجمعی محسوس کرتے تھے کہ پہاڑوں میں ان کے مکانات چوری چکاری۔ اعداء۔ عذاب الہی سے ان کو بچائے رکھیں گے

۸۳:۱۵ = الصَّیْحَةُ - ملاحظہ ہو۔ ۷۳:۱۵

۸۵:۱۵ = اِصْفَحْ - صَفَحٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔ تو درگزر کر۔ تو کنارہ کشی کر (باب فتح)

الصفح الجلیل۔ ایسی کنارہ کشی، ایسا در گذر کہ اس میں غم و تڑپ یا شکوہ شکایت نہ ہو۔
 ۱۵: ۸۷ = مَثَانِی۔ جمع منصوب۔ تکرار۔ مَثْنٰی واحد مَثْنٰی یا ثَنَاءٌ مصدر مَثْنٰی کا معنی دوہرا کرنا۔ تکرار کرنا
 اعادہ کرنا۔ چھانٹ لینا۔ اور ثَنَاءٌ کا معنی بار بار کسی کے اوصاف حمیدہ بیان کرنا۔
 یہ مَثَانِی اس لئے ہے کہ نماز میں بار بار اس کی تکرار کی جاتی ہے یا یہ مَثَانِی اس لئے کہ اللہ کی ذات
 و صفات اور اسماء حسنی کی ثناء ہے اور یہ ثناء بار بار دہرائی جاتی ہے
 سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِی بار بار دوہرائی جانے والی آیات میں سے سات۔
 اکثریت کی رائے ہے کہ اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے جس کی سات آیات ہیں اور اس کی
 تلاوت نہ صرف ہر تکرار ہر نماز میں ہر رکعت میں کی جاتی ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی اکثر بطور ورد و دعا پڑھی
 جاتی ہے

۱۵: ۸۸ = لَا تَمُدَّتْ۔ فعل نہی بانون ثقیلہ واحد مذکر حاضر۔ تو لمبا نہ کر۔ تو نظر نہ اٹھا۔ لَا تَمُدَّتْ
 عَيْنُكَ تو ہرگز آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔ مَدَّ يَمُدُّ رباب نَصَوِ الْمَدُّ سے جس کے معنی لمبائی میں کھینچنے
 اور بڑھانے کے ہیں۔ جب آنکھوں کے لئے اس کا استعمال ہو تو معنی نظر اٹھانے کے آتے ہیں۔
 = مَتَّعْنَا بِهِ۔ ماضی جمع متکلم مَتَّعَ (تفعیل) مال و متاع دینا۔ مَتَّعْنَا بِهِ۔ ہم نے جس مال و
 متاع سے (ان میں سے بعض کو) نوازا
 = اَزْدَاجًا۔ اَصْنَافًا۔ مختلف اصناف کے لوگ۔ مختلف قسم کے لوگ۔
 = مِنْهُمْ۔ اسی من الکفار کا لہود والنصارى۔ یعنی کفار میں سے مختلف لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ
 کو جو مال و متاع ہم نے دے رکھا ہے۔

آیت (۲۰: ۱۳۱) میں بھی انہی معنوں میں یہ جملہ استعمال ہوا ہے اَزْدَاجٌ بمعنی اقسام۔ آیت سُجَّانَ
 الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْدَاجَ کُلَّهَا (۳۶: ۳۶) پاک ہے وہ ذات جس نے ہر قسم کی چیزیں پیدا کیں۔ میں
 بھی آیا ہے۔

المفردات میں ہے اَلْاَزْدَاجُ۔ جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک
 دوسرے کا زوج کہلاتا ہے یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔
 حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جنات کو زوج کہا جاتا ہے جیسے موزے اور پوتے
 وغیرہ۔ پھر ہر اس چیز کو جو دوسری کی مماثل یا مقابل مونے کی حیثیت سے اس سے مقترن ہو۔
 متصل و قریب ہو، وہ زوج کہلاتی ہے۔ قرآن میں آیا ہے دَجَعَلَ مِنْهُ الْاَزْوَاجَ الذَّكَرَ
 الْاُنْثٰی (۴۵: ۳۹) اور (آخر کار) اس کی دو قسمیں کیں یعنی ذکور و عورت۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ اور ان پر غم نہ کیجئے (۱) بوجہ ان کے ایمان نہ لانے کے۔ یا (۲) بوجہ ان کے مالدار ہونے کے۔

= اخْفِضْ۔ خَفَضَ۔ يَخْفِضُ (ضَرَبَ) سے امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو جھکا دے۔ تو نیچے کر۔ خَفَضُ سے جو رَفْعُ کی ضد ہے بمعنی نیچے کرنا۔ جھکا دینا۔ جیسے قرآن میں آیا ہے خَافِضَةٌ تَائِفَةٌ (۳:۵۶) قیامت کسی کو پست کرے اور کسی کو بلند۔ اس کے معنی نرم رفتاری اور سکون و راحت کے بھی آتے ہیں۔

= جَنَاحَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جَنَاحٌ۔ بازو، پرندہ کا پر۔ کسی شے کی جانب اور پہلو۔ بازو اور ہاتھ۔ اس کی جمع اَجْنَحَةٌ ہے۔

وَإِخْفِضْ جَنَاحَكَ اور تو جھکا دے اپنا بازو یا پر۔ مطلب یہ کہ نرم برتاؤ کرو۔
۸۹:۱۵ = اَللَّذِينَ کا مفعول عذاب ہے جو کہ محذوف ہے۔ اور اگلی آیت میں کَمَا اَنْزَلْنَا اس مفعول محذوف کی صفت ہے۔

یعنی میں واضح طور پر تم کو ڈراتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو خدا کا عذاب تم پر نازل ہوگا مثل اس عذاب کے جو ہم نے (ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے) الْمُقْتَسِمِينَ پر نازل کیا تھا۔
۱۵: ۲۹ = الْمُقْتَسِمِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِقْتَسَمُوا (افتعال) سے۔ بانٹ لینے والے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔ یعنی اپنی کتابوں کے بعض حصوں کو ماننے والے اور بعض کو نہ ماننے والے۔ بعض کے نزدیک وہ بارہ یا سولہ اشخاص تھے جن کو ولید بن مغیرہ نے حج کے دنوں میں مکہ کی طرف آنے والے مختلف راستوں اور گھاٹیوں پر متعین کر دیا تھا۔ اور جو باہر سے آنے والوں کو بدظن کیا کرتے تھے کہ خبردار اس شخص کے قرب میں نہ آنا۔ جس نے ہم میں سے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔
ان کو مقتسمین اس لئے کہا ہے کہ انہوں نے راستے آپس میں بانٹ رکھے تھے۔ اور یہ لوگ جنگ بدر میں ہلاک ہو گئے تھے۔ یا جنگ بدر سے قبل ہلاک ہو گئے تھے۔

یا اس کے معنی حلف اٹھانے والوں کے ہیں۔ قسم ہے، یعنی وہ دشمنان اسلام جنہوں نے باہم سازش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں حلف اٹھا رکھا تھا۔ اور جو قرآن کے ان حصوں کو جو ان کی مرضی کے مطابق ہوتے تھے لے لیتے تھے اور جو حصے وہ ناگوار پاتے تھے ان سے انکار کر دیتے تھے۔
۹۱:۱۵ = یہ آیت الْمُقْتَسِمِينَ کی صفت ہے

= عَصِيْنٌ۔ پارہ پارہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ یہ الْعِصَّةُ سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا ٹکڑا۔ اس کی جمع عُصْوٌ و عَصِيْنٌ ہے اسی سے الْعُصْوُ اور الْعِصْوُ ہے جس کا معنی ہیں بدن کا ایک حصہ

یا ٹکڑا۔ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یعنی کسی نے کہا کہ جادو ہے اور کسی نے کہا کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں اور قصے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بعض نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے بعض باتیں مان لیں اور بعض کا انکار کر دیا۔ ۹۲:۱۵ = فَذَرَيْكَ - واؤ قسم کے لئے ہے تیرے رب کی قسم۔ انس و محبت اور انتفات کے اظہار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ محبوب کا نام یا اس کی اضافت قسم میں شامل کر لیتے ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق آیا ہے کہ جب انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تو کہا کرتیں دَرَبِ مُحَمَّدٍ یعنی محمد کے رب کی قسم۔ اور جب ناراضگی کا اظہار منظور ہوتا تو کہتیں دَرَبِ اِبْرَاهِيمَ۔ یعنی ابراہیم کے رب کی قسم۔

قرآن میں یہ طرز خطاب کسی اور کے لئے استعمال نہیں کیا گیا۔ اس آیت کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامات پر یہی طرز اختیار کیا گیا ہے۔

- ۱، فَلَا دَرَبَکَ لَیُّوْمَیْنِ حَتّٰی یُحْکَمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ (۶۵:۴) سوتیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ ایسا نادر نہ ہوں گے جب تک کہ آپس میں جھگڑے میں تجھے حکم نہ بنالیں۔
- ۲، قَوْرَبَّکَ لَنَحْشُرَنَّھُمْ وَالشَّیَاطِیْنَ (۶۸:۱۹) سو قسم ہے تیرے پروردگار کی ہم ضرور ان کو جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی۔

اسی طرح آیت ذیل میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کی قسم کھائی ہے۔

لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکَرٍ تَلِیْھُمْ یَعْمَهُوْنَ (۷۲:۱۵) تیری جان کی قسم یہ لوگ اپنی طاقت کے نشے میں مست ہیں اور ہلکے ہلکے پھر رہے ہیں۔

۹۴:۱۵ = اِصْدَعْ۔ صَدَّعَ لَیْصَدَّعُ (فتح) سے امر کا صیغہ وائد مذکر حاضر۔ تو کھول کر سنو۔ صَدَّعَ کے معنی کھٹوس اجسام مثلاً شیشہ لوہا وغیرہ میں خشکاف کرنے یا شکاف پڑ جانے اور اس کے شق کرنے یا شق ہو جانے کے ہیں (باب فتح و تفعیل ہر دو سے فعل متعدی آتا ہے اور باب انفعال اور باب تفعّل سے لازم آتا ہے۔ کھل جانا اس کے مفہوم میں داخل ہے اسی اعتبار سے کسی بات کے کھلم کھلا کہنے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے اسی سے محاورہ ہے صَدَّعَ الْاَمْرُ اس نے بات کو واضح اور ظاہر کر دیا۔ پھیلنے اور شق ہو جانے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدَّعِ (۱۲:۸۶) اور قسم ہے بھٹ جانے والی زمین کی۔

= اَعْرِضْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو کنارہ کشی کر۔ تو منہ پھیر لے۔ اِعْرَاضٌ مصدر۔

۹۵:۱۵ = اِنَّا کَفَّیْنٰکَ۔ تحقیق ہم کافی ہیں تیرے لئے (بمقابلہ تمسخر کرنے والوں کے) یعنی وہ

آپ کو گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔

۹۶:۱۵ = الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ۔ یہ مُسْتَهْزِئِينَ کی صفت ہے یا مبتدا ہے فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ اس کی خبر ہے۔

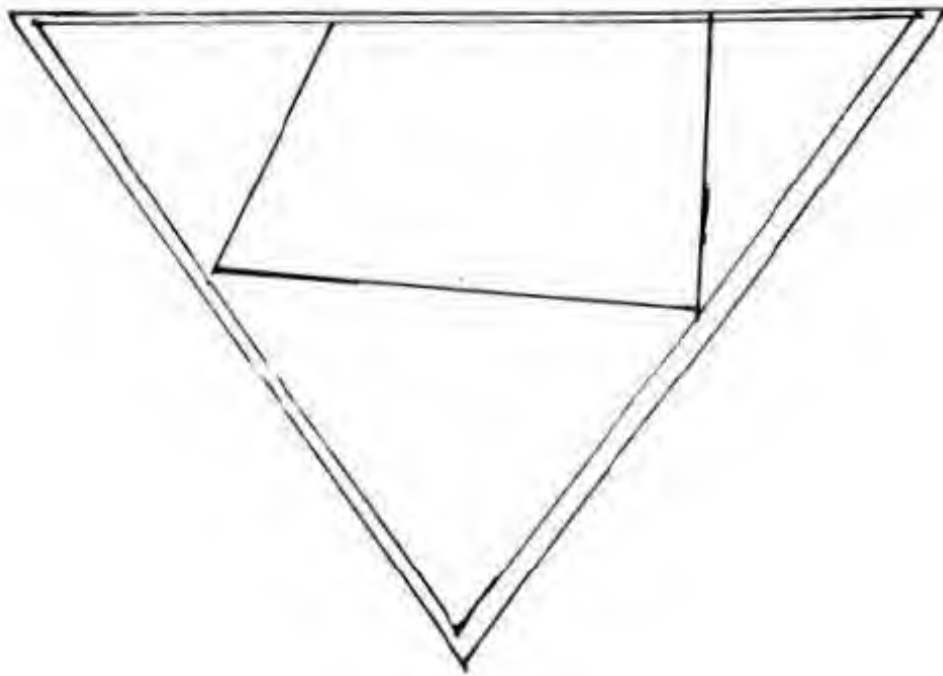
یعنی یہ تمسخر کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بھی قرار دیتے ہیں۔

آیت ۹۵: ۹۶ کا ترجمہ ہو گا۔

تیری طرف سے ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جنہوں نے دین سے تمسخر کرنا اپنا طریقہ بنا رکھا ہے اور اللہ کے سوا دوسرے معبود بنائے رکھے ہیں۔ وہ اپنے انجام کو جلدی ہی جان لیں گے۔

۹۷:۱۵ = يَضِيقُ صَدْرُكَ۔ ضَاَقَ يَضِيقُ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مذکر غائب ضِيقٌ مصدر۔ تیرا دل تنگ پڑتا ہے۔ تیرے دل کو کوفت ہوتی ہے۔

۹۹:۱۵ = الْيَقِينُ۔ موت۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے حَتَّىٰ أَتَيْنَا الْيَقِينَ (۴۴:۴۷) یہاں تک کہ ہم کو موت آگئی۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

(۱۶) سُورَةُ النَّحْلِ (۴۰)

= آتَى۔ آتی یا آتی اِشْیَاکُ۔ ماضی کا منفرد واحد مذکر غائب۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل مستعمل ہے اور ایسی متعدد مثالیں قرآن مجید میں ہیں۔ قطعی طور پر وقوع پذیر ہونے والی اور قریب ہوئے والی بات کو ماضی کے لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ گویا سمجھو کہ یہ بات ہو ہی چکی۔

آتَى اَمْرًا اللّٰہ۔ اللہ کا حکم آن ہی پہنچا۔ (یعنی بہت جلد آنے والا ہے اور ضرور بالضرور آئے گا)

= اَمْرًا اللّٰہ۔ خدا کا حکم۔ اس سے مفسرین نے متعدد معانی ماہولے ہیں

(۱) امر سے مراد سزائے کفر و شرک کا حکم ہے۔ یہ سزا (عذاب) دنیوی بھی ہو سکتی ہے اور اخروی بھی (۲) اس سے مراد روز قیامت ہے۔

(۳) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مسلمانوں کو فتح و ظفر ہوگی، اور مشرکین شکست و ہزیمت برداری و رسوائی سے دوچار ہوں گے۔

= لَا تَسْتَعْجِلُوْهُ۔ فعل نہی جمع مذکر باضرہ منمیر واحد مذکر غائب اَمْرًا اللّٰہ کی طرف راجع ہے تم اس کی جلدی (وقوع پذیر ہونے کے لئے بیتابی) مت کرو

عُجْلَةً سے باب استفعال جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے ہی حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ باب استفعال کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت طلب ماخذ ہے جیسے استخفر اس نے مغفرت مانگی۔ اِسْتَعْجَلَ اس نے عجلت چاہی۔

= يُنَزِّلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَنَزَّلٌ۔ مصدر باب تفعیل وہ نازل کرتا ہے۔ یعنی اللہ نازل کرتا ہے۔

= بِالرُّوْحِ۔ روح کے ساتھ۔ روح بمعنی وحی یا قرآن۔ کیونکہ ہر دو دین میں بمقام روح فی الجہد کے ہیں (جیسے جہد انسانی میں روح) اور ہر دو جہالت و کفر سے مردہ دلوں کو زندگی بخشتے ہیں۔

= عَلٰی مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادٍ۔ اپنے بندوں میں سے وہ جن پر چاہتا ہے (اپنے حکم سے وحی دے کر فرشتوں کو بھیجتا ہے)

= اَنْ اَنْذِرُوْا۔ یہ اَلرَّوْح کا بدل ہے یعنی مقصود وحی لوگوں کو اس کی وحدانیت میں کسی اور کو شریک ٹھہرانے سے ڈرانا ہے یا خبردار کرنا ہے۔

اَنْذِرُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرناؤ۔ تم ڈراؤ۔ تم خبردار کرو۔ تم آگاہ کرو، اَنْذَارُ ایسا اعلان جس میں خوف بھی ملا ہو، ہو۔

= اَنْتَہُ۔ ضمیر شان۔ (اگر جملہ سے پہلے ضمیر غائب بغیر مرجع کے واقع ہو تو اگر وہ ضمیر مذکر کی ہے تو اس کو ضمیر شان کہتے ہیں اور اگر مؤنث کی ہو تو اس کو ضمیر قصہ کہتے ہیں۔

اَنْ اَنْذِرُوْا اَنْتَہُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا۔ والمعنی يقول الله تعالى بواسطة الملائكة لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (ای رسلہ) اعلمو الناس قولي۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا۔ یعنی خداوند تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو فرماتا ہے کہ لوگوں کو میرے اس قول سے خبردار کرو کہ کوئی معبود نہیں سوائے میرے۔

- فَاتَّقُوْا۔ ف نتیجہ کے لئے ہے اتَّقُوْا مجھ سے ڈرو۔

اتَّقُوا فعل امر۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ۔ ہی واحد مکمل محذوف ہے یعنی جب میں ہی معبود ہوں تو صرف مجھی سے ڈرو۔

۱۶: ۳ = تَعَالٰی۔ وہ برتر ہے۔ وہ بلند ہے تَعَالٰی سے (باب تفاعل) لیکن باب تفاعل کا استعمال تکلف و تخیل کے لئے نہیں بلکہ یہ ابتداء کی صورت ہے۔ جیسے تَبَادَلَ اللہ (خدا تعالیٰ بہت بابرکت ہے، باب تفاعل کے خواص میں سے تخیل ہے یعنی دکھانے کے لئے حصول ماخذ کو اپنے میں دکھانا۔ جیسے تَمَارَضَ زَيْدٌ زید نے دکھانے کے لئے اپنے تئیں بیمار بنایا۔

۱۶: ۴ = نَطْفَةٍ۔ اسم مفرد۔ صاف پانی۔ مراد نطفہ انسانی۔

= فَاِذَا۔ بعض کے نزدیک ظرف زمان ہے۔ سیبویہ کے نزدیک ظرف مکان ہے اہل کوفہ کے نزدیک حرف ہے اکثر شرط پر آتا ہے۔ اور مستقبل کے معنی دیتا ہے (بطور ظرف زمان) حرف مفاعلات (کسی چیز کا اچانک پیش آنا) کی صورت میں زمانہ حال کے معنی دیتا ہے۔ یہاں اسی معنی میں آیا ہے بطور حرف مفاعلات۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَاَلْقَاهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَى (۲۰: ۲۰) پس اس نے اسے ڈال دیا اور وہ دوڑتا ہوا ایک سانپ بن گیا۔

پس اِذَا کے معنی ہوئے۔ جب۔ اسوقت۔ ناگہاں۔

= خَصِيْمٌ۔ خَصْمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سخت جھگڑالو۔ اَخْصَامٌ۔ خُصَمَاءُ خُصَمَانٌ۔ جمع۔

۱۶:۵ = اَلْاَنْعَامَ - مولیشی - بھیڑ - بکری - گائے - اونٹ - مولیشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ اس میں اونٹ شامل نہ ہو۔ یہ نَعْمٌ کی جمع ہے۔

اَلْاَنْعَامَ - منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے کہ اس کا فعل محذوف ہے یا بوجہ اَلْاِنْسَانِ (آیت ۴ مذکورہ) پر عطف ہونے کے۔ ای خلق الانسان والانعام۔

= دِفٌّ - جاڑے کی پوشاک - گرمی کا اسباب، جڑاؤں - اَذْفَاءُ جمع - دِفٌّ کے اصل معنی گرمی یا حرارت کے ہیں اور یہ بُرْدُ (سردی) کی ضد ہے۔ یہاں دِفٌّ بمعنی جاڑے کا سامان ہے۔ جاڑے کی سردی سے بچاؤ کے لئے گرم سامان - سرمائی پوشش (غلاف البدد) از قسم دو شالہ، شال، پوستین - کمبل دھتے وغیرہم۔

آیت نہا میں خَلَقَهَا کے بعد ج کا وقف ہے جو کہ وقف جائز ہے۔ یعنی یہاں مٹھڑنا بہتر ہے اور نہ مٹھڑنا جائز ہے۔ اگر خَلَقَهَا کے بعد وقف کیا جائے تو وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا الگ ہوگا اور لَكُمُ فِيهَا دِفٌّ وَمَنَافِعُ الگ یا جملہ ہوگا۔ اور اس نے چوپالیوں کو پیدا کیا۔ ان سے تم کو گرم لباس اور دیگر فوائد حاصل ہیں۔ اور اگر وقف نہ کیا جائے تو لام اجلیہ ہوگا یعنی سبب تخلیق، اور وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمُ ایک جملہ مکمل ہو کر فِيهَا دِفٌّ وَمَنَافِعُ الگ جملہ مستانفہ ہوگا۔ اور ترجمہ ہوگا۔ اور اس نے چوپالیوں کو تمہارے لئے پیدا کیا ان سے (حاصل ہوتے ہیں) گرم لباس و دیگر فوائد۔

۱۶:۶ = جَمَالٌ - رونق - جمال - زیب و زینت - وجاہت۔

= تَرْيُحُونَ - روح (مادہ) سے مشتق ہے یہ مادہ کثیر المشتقات ہے۔ تَرْيُحُونَ المِزَاجَ سے ہے جس کے معنی دو کاموں کو باری باری کرنے کے ہیں۔ استعارہ کے طور پر رَوَاحٌ سے شام کو آرام کرنے کا وقت مراد لیا جاتا ہے۔ اور اسی سے کہا جاتا ہے۔ اَرَحْنَا اِبِلَنَا۔ ہم نے اونٹوں کو آرام دیا (یعنی باڑے میں لے آئے۔ مِرَاحٌ باڑہ) اَدَاخِیْرُ یَحِیْ اَرْحَاحَہ (افعال) اونٹوں کو بوقت شام باڑہ میں لانا۔ تَرْيُحُونَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم شام کو چوپالیوں کو باڑے میں واپس لے آتے ہو۔

= تَسْرُحُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم صبح کے وقت چرانے لے جاتے ہو۔ تَسْرُحٌ سے التَّسْرُحُ ایک قسم کا پھل دار درخت ہے اس کا واحد تَسْرُحَةٌ ہے تَسْرُحٌ الذَّلَالِ کے اصل معنی تو اونٹ (کو) مرح، درخت چرانے کے ہیں بعد میں چراگاہ میں چرانے کے لئے کھلا جھوڑ دینے پر اس کا استعمال ہونے لگا۔

حِينَ تَسْرُحُونَ - جب تم صبح کو جنگل میں (چوپالیوں کو) چرانے کے لئے لے جاتے ہو۔ تَسْرُحٌ اونٹوں کو چرانے والا چرواہا۔

آیت انداز میں چوپایوں کو شام کے وقت واپس لانے کو پہلے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس وقت وہ سیر شکم ہونے کے باعث زیادہ بار و لق دکھائی دیتے ہیں۔

۱۶: ۷ = لَمْ تَكُونُوا بِلَغِينِهِ - جہاں تک تم نہیں پہنچ سکتے۔ بِالْغِينِ مضاف مضاف الیہ۔ بَلَّغْنِي اصل میں بَالِغْنِي تھا۔ ن جمع لیبب اضافت حذف ہو گیا۔ مُبْلُوغٌ مصدر۔
= شَقَّى النَّفْسِ - مضاف مضاف الیہ۔ جانی مشقت۔ جانی دشواری۔ شَقٌّ بمعنی مشقت جانکاه ہے۔

۱۶: ۸ = وَالْأَيْلَ وَالْبُغَالَ وَالْحَمِيرَ - رگھوڑے۔ خچر۔ گدھے، ان تینوں کا عطف الْأَنْعَامِ پر ہے۔ ا ی وخلق الخیل والبغال والحمیر۔

= زِينَةً - یا تو مفعول لڑ ہے اور ترجمہ ہوگا۔ کہ تم سوار ہو ان پر زینت کے لئے۔ یا یہ معطوف ہے اور اس کا عطف لِتَرْكَبُوْهَا پر ہے (ان کو پیدا کیا) کہ تم ان پر سوار ہو اور (ان کو پیدا کیا) زینت کے لئے بھی۔

۱۶: ۹ = عَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ - عَلَى اللَّهِ - اللہ کے ذمہ ہے قَصْدُ السَّبِيلِ - ا ی بیان الطریق القاصد المستقیم - سیدھے مستقیم راستہ کی واضح نشاندہی کر دیتا۔ یعنی سیدھا راستہ کو اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے ذریعہ سے لوگوں پر واضح کر دینا اللہ کے ذمہ ہے اور اس ذمہ داری کو وہ وحی کے ذریعہ سے اپنے رسولوں کی وساطت سے پورا کر دیتا ہے۔

قَصْدٌ - اسم مصدر و مصدر ہے بمعنی فاعل - سیدھا جاننا والا راستہ۔ یعنی سیدھا راستہ جَائِزٌ کی ضد ہے۔ قَصْدٌ (باب افتعال) سے بمعنی اعتدال اور اذراط و تقویط کے درمیان۔ میانِ راہ کے معنی دینا ہے۔

السَّبِيلُ اسم جنس ہے۔

بعض نے وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ - کا ترجمہ کیا ہے: اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے
دَعَا کو الی کے معنی میں لیا ہے۔

= وَمِنْهَا جَائِزٌ - اور بعضی راہ کج اور ٹیڑھے بھی ہیں۔ (جو حق تک نہیں پہنچاتے)
جَائِزٌ جَوْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ جَوْرٌ کے معنی راہ سے ہٹنے اور کج ہونے کے ہیں۔ جَائِزٌ وہ راستہ جو کج ہو اور حق تک نہ لیجائے۔

۱۶: ۱۰ = مِنْهُ شَرَابٌ - اس سے پانی پینے کو (ملتا ہے) وَمِنْهُ شَجَرٌ اور اس سے سبزہ پیدا ہوتا ہے۔

= تَسِيمُونَ - اِسَامَہُ یُسِیْمُ اِسَامَہُ (افعال) سے جمع مذکر حاضر۔ تم چراتے ہو۔ التَّسْوِمُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانے کے ہیں۔ پس اس کا مفہوم دو اجزاء سے مرکب ہے یعنی طلب اور جانا۔ مگر کبھی صرف ذہانت چلے جانا کے معنی ہوتے ہیں جیسے سَامَتِ الْاِیْلُ (اونٹ چراگاہ میں چرنے کے لئے چلے گئے) اور کبھی صرف طلب کے معنی پاتے جاتے ہیں۔ جیسے سَمَتُ کَذَا۔ (میں نے اسے فلاں کو تکلیف دی) اور اسی سے ہے یُسُوْمُوْنُکُمْ سُوءَ الْعَذَابِ (۴۹:۲) وہ لوگ تم کو بڑا دکھ دیتے تھے۔ (باب نصر) باب افعال، تفعیل سے اَسَمْتُ وَتَسُوْمْتُ الْاِیْلُ میں نے اونٹوں کو چرنے کے لئے بھیجا۔ باب افعال ہی سے ہے تَسِيمُونَ۔ تم چراتے ہو یا چرنے کے لئے بھیجتے ہو۔

۱۶: ۱۱ = یُنْبِتُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْبَاتٌ اِفْعَالٌ سے وہ اُگاتا ہے۔

= یہ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ماء ہے جو کہ سابقہ آیت میں ہے۔

= الزَّزْعَ - زَرَعَ یَزْعُ (فتح) سے مصدر ہے اس کے اصل معنی اِنْبَاتٌ یعنی اگانے کے ہیں۔ لیکن یہاں مصدر یعنی اسم مفعول مَزْرُوعٌ آیا ہے یعنی کھیتی۔ اسی معنی میں اور جگہ آیا ہے فَتُخْرِجُ یہ زَرَعًا۔ (۲۴:۳۲) پھر ہم اس (پانی) کے ذریعہ سے کھیتی نکالتے ہیں۔ زَرَعَ کے اصل معنی اگانے کے ہیں جو بونے سے مختلف ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ اَفَرَأَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُونَ ؕ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَہُ ؕ اَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ؕ (۲۳: ۵۶) مہلّا بتاؤ تو کہ جو تم بوتے ہو کیا اُسے تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔

= یَتَفَكَّرُونَ - مضارع جمع مذکر غائب تَفَكَّرُوا (تَفَعَّلُ) مصدر۔ وہ غور کرتے ہیں۔

۱۶: ۱۲ = مُسَخَّرَاتٌ - اسم مفعول جمع مَوْنُثٌ مُسَخَّرَةٌ واحد - تَسْخِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ زیر تسخیر مغلوب تابع فرمان۔

البواب ثلاثی مجرد سے باب سَمِعَ سے بمعنی مٹھا کرنا کے آتا ہے

۱۶: ۱۳ = وَمَا ذَرَأْ لَّکُمْ - میں مَما موصولہ ہے بمعنی الَّذِی۔ اس جملہ کا عطف اَلِیْلَ آیت

۱۲ پر ہے۔ اِی وَسَخَّرَ لَّکُمْ مَا ذَرَأْ لَّکُمْ - یا اس کا فعل محذوف ہے اِی خَلَقَ دَابَّحٌ۔ ذَرَأَ یَذْرَأُ (باب فتح) ذَرَعٌ - مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلا یا۔ اس نے کھیرا۔

وَمَا ذَرَأْ لَّکُمْ فِی الْاَرْضِ (اور اس نے ان چیزوں کو بھی پیدا کیا یا مسخر بنایا) جن کو اس

نے تمہارے (فائدے کے) لئے زمین پر پھیلا دیا۔

= مُخْتَلِفًا الْوَاثَةُ۔ یہ حال ہے فعل محذوف کا۔ الْوَاثَةُ مضاف مضاف الیہ۔ الْوَاثُ جمع کون کی جس کے معنی رنگ کے ہیں۔ کبھی الْوَاثُ سے مراد کسی چیز کے انواع و اقسام بھی مراد ہوتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے الْوَاثُ مِنَ الطَّعَامِ قسم قسم کے کھانے۔

یہاں مختلف النوع اور مختلف اللون مراد ہو سکتے ہیں۔

= يَدَّ كُودُنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ای يَتَعَطُّونَ۔ نصیحت پکڑتے ہیں تَذَكُّرُ (تَفْعُلُ) مصدر۔

۱۶: ۲۶ = طَرِيًّا تَرَوْتَاهُ۔ طَرَاوَةٌ سے جس کے معنی تروتازہ ہونے کے ہیں۔ بروزن فعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= تَسْتَخْرِجُوا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَسْتَخْرِجُونَ تھا نون اعرابی (لام محذوف) حرف عامل کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ تم نکالتے ہو استخراج (باب استفعال) سے۔

= حِلْيَةً۔ یعنی زیور۔ حِلْيٌ یَحْلِي (باب سمع) آراستہ ہونا۔ عورت کا زیور پہننا۔ وَحَلَّتْ یُحَلِّي تَحْلِيَةً (تفعیل) عورت کو زیور پہنانا۔ عورت کے لئے زیور بنانا۔ یُحَلِّوْنَ فِيهَا اَسَاوِرًا مِنْ ذَهَبٍ۔ (۱۸: ۳۱) ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

حَلْيٌ زیورات حَلَّتْ زیورات۔

= تَلَبَّسُوْنَهَا۔ تم جسے پہنتے ہو۔ تم اس کو پہنتے ہو۔ مَا صُمِرَ وَاحِدٌ مَوْنٌ غَابٌ حِلْيَةٍ کی طرف راجع ہے۔ مَوَاحِرَ۔ صیغہ صفت جمع مَآخِرَةٌ۔ مَآخِرٌ وَاحِدٌ مَخْرٌ وَمَخْرٌ مصدر۔ بَابُ فَتْحٍ۔ پانی کو چیرنے والی کشتیاں۔

مَخْرٌ یَمْخَرُ (فتح) مَخْرٌ یَمْخَرُ (نَصْر) مَخْرٌ وَمَخْرٌ کشتی کا پانی کو آواز کے ساتھ چیرنا سمندر کو چیر کر چلنے والی کشتی کو سَفِینَةٌ مَآخِرَةٌ کہتے ہیں

= وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ۔ تَبْتَغُوا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْتَغُونَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ لام حرف عامل، گر گیا۔ تاکہ تم اس کے فضل (رزق) کو تلاش کرو۔ (۱) جملہ کا عطف تَسْتَخْرِجُوا پر ہے

(۲) یا اس کا عطف علت محذوف پر ہے۔ ای لَتَنْتَفِعُوا بِذَلِكَ وَلِتَبْتَغُوا (تاکہ تم اس سے استفادہ کرو اور تلاش کرو۔۔۔۔۔)

(۳) یا یہ متعلق فعل محذوف ہے ای فعل ذَلِكَ لَتَبْتَغُوا۔ اس نے ایسا کیا تاکہ تم تلاش کرو۔۔۔۔۔ (۴) فضل قرآن مجید میں مختلف معانی میں آیا ہے یہاں مراد رزق روزی ہے۔

۱۶: ۱۵ = اَلْقَىٰ - اِلْقَاءُ (فَعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے ڈالا۔
 = دَوَّاسِی - دُسُوْ مصدر (رَبَّ السَّيِّ) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر بٹھانے اور
 استوار ہونے کے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَقَدْ وَّرَّثَ سِلْبَ (۱۳: ۳۴) اور بڑی بھاری
 دیگیں جو ایک جگہ پر جمی رہیں۔ اونچے اونچے پہاڑوں کو بوجہ ان کے اثبات اور استواری کے دَوَّاسِی
 کہا گیا ہے۔

لہذا دَوَّاسِی بمعنی اونچے اونچے پہاڑ۔ بندرگاہ کو مَرَسِی (اسم ظرف مکان) اس واسطے کہتے ہیں
 کہ یہاں بھی جہاز اور کشتیاں آکر بٹھ جاتی ہیں۔
 دَوَّاسِی دَاسِیَّة کی جمع ہے۔ پہاڑ۔

= تَمِیْدَ - مَا دَ یَمِیْدُ مِیْدٌ (باب ضرب) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
 وہ ہلتی ہے وہ جھکتی ہے۔ اِنَّ تَمِیْدَ یَکُمُ اِی لَیْلًا تَمِیْدَ بِکُمُ کہ وہ تم کو لے کر نہ ڈمکائے نہ ڈولے
 (یہ زمین کی اضطرابی حرکت مراد ہے)۔
 = اَنْهَرَا - کا عطف دَوَّاسِی پر ہے اور سُبُلًا کا عطف اَنْهَرَا پر ہے۔

۱۶: ۱۶ = دَعَلَمَتْ - اس کا عطف سُبُلًا پر ہے۔ اِی وجعل العلامات اور اس نے مختلف
 علاماتِ راہ از قلم نیلے۔ پہاڑ۔ درخت۔ چشے وغیرہ پیدا کئے تاکہ راہنمائی کریں۔ اسی طرح ستاروں
 کی راہنمائی بذریعہ مخصوص ستاروں کے جن کو دیکھ کر رات کے وقت مسافر راہ تلاش کرتے
 ہیں۔ مثلاً قطب ستارہ۔ ثریا۔ بنات النعش۔ الجدی وغیرہ۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَهُوَ الَّذِیْ
 جَعَلَ لَکُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِی ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۹۴: ۶) اور وہی تو ہے جس نے
 تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعہ خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ پاؤ۔ یہاں
 النجم بطور اسم جنس آیا ہے۔

۱۸: ۱۶ = تَعْدُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَعْدُوْنَ سقا۔ اِنْ شَرِطِیْہ کے عمل سے
 نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ عَدَّ مصدر۔ عَدَّ یَعْدُ (باب نصر) اِنْ تَعْدُوْا اگر تم شمار کرنے
 لگو۔ اگر تم گننے لگو تو ان کو گن نہ سکو گے۔

۱۹: ۱۶ = مَا تَسْرُوْنَ - جو تم چھپاتے ہو مَا تَعْلِنُوْنَ - اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ آشکار کرتے ہو۔
 اِعْلَانٌ سے۔

۲۰: ۱۶ = وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا مِّمَّنْ یَدْعُوْنَ
 مِنْ دُونِ اللّٰهِ صفت ہے الَّذِیْنَ کی۔ یعنی وہ (معبودانِ باطل) جن کو دشمنین (اللہ کے سوا

پکارتے ہیں۔ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔

۱۶: ۲۱ = آيَاتٍ - کب۔ مَتٰی کے قریب المعنی ہے بعض کے نزدیک یہ اصل میں اَتٰی اَدَاتِ تھا۔
 (کو نسا وقت ہے) الف کو حذف کر کے واو کو یار کیا پھر یار کو یار میں مدغم کیا۔ آيَاتٍ بن گیا۔
 = يُدْعَتُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ بَعَثُ مصدر
 ۱۶: ۲۲ = مُنْكَرَةٌ - اسم فاعل واحد مؤنث۔ اِنْكَارُ مصدر مُنْكَرٌ واحد مذکر یہاں بمعنی جمع آیا ہے۔
 انکار کرنے والے۔

= مُسْكِبُونَ - اسم فاعل۔ جمع مذکر مُسْكِبٌ واحد اِسْتِكْبَارٌ اِسْتِفْعَالُ سے مصدر۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے۔ مفرور۔

۱۶: ۲۲ = لَاجِرَمَ - بے شک۔ یَقِيْنًا ضرور۔ حَقًّا

۱۶: ۲۴ = مَا ذَا - کیا ہے یہ؟ کیا چیز ہے؟

مَا ذَا کی لفظی ساخت میں اختلاف ہے کوئی بسیط اور غیر مرکب اور کوئی اس کو مرکب کہتا ہے۔
 بسیط کہنے والوں میں سے بعض قائل ہیں کہ مَا ذَا پورا ام نہیں ہے یا موصول ہے اور الَّذِي کا ہم معنی
 یا پورا حرف استفہام ہے۔

مرکب کہنے والے کہتے ہیں کہ مَا ذَا مرکب ہے مَا استفہام اور ذَا موصولہ سے جیسے آیت ہذا
 يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ يُسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يَنْفِقُوْنَ (۲: ۲۱۹) لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں یا مَا استفہام
 ہے اور ذَا اسم اشارہ۔ یا مَا زائدہ ہے اور ذَا اسم اشارہ۔ یا مَا استفہامیہ اور ذَا زائدہ ہے
 = اَسَاطِيرُ - اُسْطُوْرَةُ کی جمع ہے جیسے اَرْجُوْحَةٌ کی جمع اَرَاْجِيْحٌ۔ اور اَحْدُوْثَةٌ کی جمع اَحَادِثٌ
 ہے۔ اَسَاطِيْرُ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ
 گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔ اسطورہ کہلاتی ہے۔

السَّطْرُ وَالسَّطْرُ قَطَارٌ کو کہتے ہیں خواہ کتاب کی ہو یا درختوں کی یا آدمیوں کی۔ سَطْرٌ فَلَانٌ
 کَذَا کے معنی ایک ایک سطر کر کے لکھنے کے ہیں۔

کِتَبٌ مَّسْطُوْرٌ - لکھی ہوئی کتاب۔ سَطْرٌ کی جمع مَسْطُوْرٌ ہے جیسے عَيْنٌ کی جمع عُيُوْنٌ
 اسی سے مُسَيِّطِرٌ بمعنی نگہداشت کرنے والا۔ وار و غمہ ہے یہ تَسَيِّطِرُ فَلَانٌ عَلٰی كَذَا اَوْ سَيَّطَرَ
 عَلَیْهِ كَذَا۔ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کی حفاظت کے لئے اس پر سطر کی طرح سیدھا کھڑا ہونے
 کے ہیں۔

۱۶: ۲۵ = لِيَحْمِلُوْا میں لام تعلیل کا ہے يَحْمِلُوْا يَحْمِلُوْنَ تھا۔ لام حرف عامل سے نون اعرابی

گر گیا۔ (بوجہ اس کے) یا نتیجتاً وہ اٹھائیں گے۔

= اَوْذَارَهُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ اپنے بوجھ۔ وَذَرَةٌ کی جمع۔

= وَمِنْ اَوْذَارِ الَّذِينَ۔ میں مِنْ تبغیضیہ ہے۔ یعنی بوجھ میں سے کچھ۔ بعض حصہ۔

= يُضِلُّوْهُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ يُضِلُّوْنَ کا فاعل

وہ کفار ہیں جن کا ذکر اوپر چل رہا ہے اور هُمْ ضمیر مفعول کا مرجع الَّذِينَ اسم موصول ہے۔ یعنی

قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں کا مکمل بوجھ اٹھائیں گے اور کچھ ان لوگوں کا بھی بوجھ اٹھائیں گے

جن کو یہ بربنائے جہالت گمراہ کر رہے ہیں۔

= بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ فاعل کا حال بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ وہ ہو گا۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ اور

مفعول کا بھی حال ہو سکتا ہے اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔ اور کچھ ان جاہلوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں

وہ گمراہ کر رہے ہیں۔

= اَلَّا۔ خبر دار۔ دیکھو۔ سن لو۔ جان لو۔

= سَاءَ۔ سَاءَ لِسُوْءٍ سَوُوْءٍ (باب نصر) سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ فعل ذم

ہے۔ بُرَّاء۔ (کتا بُرا ہے)

۱۶: ۲۶ = مَكْرَ۔ اس نے (یہاں بمعنی جمع۔ انہوں نے) خفیہ تدبیر چلی۔

= الْقَوَاعِدَ۔ اس کی بنیادیں۔ اس کی واحد القاعدہ ہے جس چیز کسی چیز کا قعود ہو یعنی قیام

ہو۔ وہ قاعدہ ہے۔ الْقَوَاعِدُ۔ بمعنی عمر رسیدہ عورتیں ہو تو اس کا واحد القاعدہ ہے جیسے کہ

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ (۲۴: ۶۰) عورتوں میں سے بڑی بوڑھی عورتیں ہیں۔

= خَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضرب) خَرَّ مصدر۔ وہ گر پڑا۔

= شُرَّكَائِيْ۔ مضاف مضاف الیہ میرے شریک (تمہارے زعم کے مطابق)

= كُنْتُمْ تُشَاقِقُوْنَ فِيْ۔ جن کی بابت تم جھگڑا کیا کرتے تھے۔

ماضی استمراری۔ جمع مذکر حاضر۔ مُشَاقَّةٌ وَشِقَاقٌ مصدر بمعنی مخالفت کرنا۔ عداوت کرنا۔

جھگڑنا۔ ضد کرنا۔

۱۶: ۲۸ = تَتَوَقَّعُهُمُ الْمَلَائِكَةُ۔ وہ فرشتوں کی جماعت ان کی جان قبض کرتی ہے

تَوَقَّعَ (باب تفعّل) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

= ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔ حال ہے تَتَوَقَّعُهُمْ کی ضمیر هُمْ سے۔ ظَالِمِيْ اصل میں ظَالِمِيْنَ تھا نون

بوجہ اضافت کے ساقط ہو گیا۔ درآں حالیکہ وہ اپنے اوپر ستم کر رہے تھے بوجہ کفر کے

== فَالْتَقُوا السَّلَامَ - اَلْقُوا - اِلْتَقَاءُ (افعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے ڈالا۔ سَلَمَ (امم ہے) صلح۔ انقیاد۔ فرماں برداری۔ اطاعت۔ عاجزی۔ تَسْلِيمٌ سے جس کے معنی سپرد کرنے کے ہیں۔ اَلْقُوا السَّلَامَ۔ وہ اطاعت و عاجزی کا اظہار کریں گے۔

== مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ - سے قبل وَقَالُوا امْحُذَوْا ہے۔

۲۹:۱۶ = مَثْوًى - طرف مکان واحد۔ مَثَاوًى جمع۔ ٹھکانا۔ دراز مدت تک ٹھہرنے کا انتظام فروردگاہ۔

آیات ۲۷-۲۸-۲۹ میں کلام اور متکلم کے متعلق اشکال ہے جس کی وضاحت حسب ذیل ہے
يَقُولُ اَيْنَ..... سے تُشَاقُّونَ فِيهِمْ تک اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ..... ظَالِمِيْ اَنْفُسِهِمْ اهل علم کا کلام ہے
مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوءٍ.... یہ کفار مشرکین کا کلام ہے
بَلٰى اِنَّ اللّٰهَ..... خَلِدِيْنَ فِيْهَا۔ اهل علم کا کلام ہے۔
فَلَيْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِيْنَ۔ ارشاد ربّانی ہے۔

۳۰:۱۶ = خَيْرًا۔ بہتر۔ مہلانی۔ نیکی۔ نیک کام۔ پسندیدہ فعل۔ عقل۔ عدل۔ فضل
جملہ اشیاء نافعہ۔ خیر میں شامل ہیں۔ شَرُّ کی ضد ہے۔

= حَسَنَةً۔ ہر وہ نعمت جو انسان کو اس کی جان، بدن یا حالات میں حاصل ہو کر اس کے لئے مسرت کا سبب بنے حسنة کہلاتی ہے۔ سیئۃ کی ضد ہے
= وَلَدَارُ الْآخِرَةِ۔ آخرت کا گھر۔ یعنی آخرت کا ثواب۔

= وَلَنِعْمَ۔ اور بہت ہی عمدہ ہے۔ کلمہ مدح ہے۔ بَشًى کی ضد ہے۔

۳۱:۱۶ = جَنَّتٍ عَدْنٍ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر جس کا مبتدا محذوف ہے ای ہی
جَنَّتٍ یا یہ مبتدا ہے جس کی خبر محذوف ہے ای لہم جَنَّتٌ۔ یا یہ مبتدا ہے اور بَدِ خَلُوْا
اس کی خبر ہے۔ اور جملہ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ لَہُمْ فِيْهَا مَا يَشَاءُوْنَ حال ہے۔
جَنَّتٍ عَدْنٍ ہمیشہ بننے کے باغات۔

فِيْهَا كُوْا مَا يَشَاءُوْنَ کیا اشارہ ہے کہ تمام خواہشات کی تکمیل جنت میں ہوگی!

۳۴:۱۶ = طَيِّبِيْنَ۔ پاکیزہ۔ ستھرے۔ پاک۔ طَيِّبٌ کی جمع ہے یہ ضمیر ہُمْ (تَتَوَقَّعُ) سے حال ہے درآئیں گے وہ پاک و صاف ستھرے گناہوں کی آلودگی سے صاف تھے۔

= يَقُوْلُوْنَ۔ المَلٰٓئِکَةُ کا حال ہے (یعنی اس وقت فرشتے ان متقین سے کہیں گے۔

۱۶:۲۳ = هَلْ يَنْظُرُونَ - هَلْ نفی کے معنوں میں مَآ کے مرادف آیا ہے۔ نہیں انتظار کر رہے (یہ منکرین) مگر (اس بات کا) کہ یعنی یہ منکرین تو بس اسی امر کا انتظار کر رہے ہیں کہ
 = الْمَلَائِكَةُ سے ملائکہ موت یا ملائکہ عذاب مراد ہیں۔ اور أَمْرُ رَبِّكَ سے وقوعِ حشر یا نزولِ عذاب مراد ہے۔

۱۶:۳۴ = حَاقٍ پ۔ اس نے گھیر لیا۔ وہ نازل ہوا۔ (باب ضرب) حَقٌّ سے جس کے معنی گھیر لینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غَاب۔ حَاقٍ بِهِنَّ اِی احاط بہم
 = سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا۔ سَيِّئَاتُ۔ اعمالِ بد۔ گناہ۔ بُرے کام۔ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا۔ اِی جزاء سَيِّئَاتِ اَعْمَالِهِمْ۔ ان کے اعمالِ بد کی سزائیں (اس دنیا میں۔ آخرت میں۔ یا ہر دو جگہ)
 = مَا حَاثُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ۔ جس (عذاب۔ سزا) پر وہ تمسخر کیا کرتے تھے۔ اِسْتَهْزَءُوا (استفعال) مذاق اڑانا۔

۱۶:۳۵ = وَلَا حَرَّ مَنَا۔ نہ ہم حرام ٹھہراتے (کسی چیز کو) مِنْ دُونِهِ بغیر اس کے حکم کے۔
 حَرَّمَ يُحَرِّمُ تَحْرِيمٌ (تَفْعِيلٌ) سے حرام ٹھہرانا۔
 = هَلْ۔ بمعنی مَآ نافیہ آیا ہے (پیغمبروں کے ذمہ صرف صاف صاف اور واضح طور پر پیغام کا پہنچا دینا ہی ہے)۔

۱۶:۳۶ = اِنَّ اَعْبُدُوا اللّٰهَ۔ اِی کَانَ یَقُولُ لَهُمْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ۔
 = اِجْتَنِبُوا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم بچو۔ تم پر ہیز کرو۔ تم اجتناب کرو۔ (باب افتعال)
 = الطَّاغُوتُ۔ شیطان۔ ہر وہ معبود جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کی جائے۔ لہذا ساحر۔ کاہن۔ سرکش کو طاغوت کہیں گے۔ معبود باطل و داعی الی الضلالة
 = حَقَّتْ عَلَیْہِ۔ ثَبَّتْ۔ وَجِبَتْ عَلَیْہِ (اور بعض کے لئے ضلالت) واجب ہو گئی (بوجہ ان کی سرکشی اور پیغامِ انبیاء سے بے اعتنائی برتنے کے)

۱۶:۳۷ = تَحْرِصٌ۔ مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم بوجہ عمل اِنْ (شرطیہ) (باب ضرب) سے اِنْ تَحْرِصْ۔ اگر تو چاہتا ہے۔ اگر تو حریص ہے۔ اگر تیری تمنا ہے۔ اگر تجھ کو خواہش ہے۔
 الْحَرِصُ۔ شدتِ خواہش۔ فرطِ آرزو۔ اصل میں یہ حَرَصَ الْقَصَارُ الثَّوْبَ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں دھوبی نے کپڑے کو پتھر پر مار مار کر (اس کو دھونے کی آرزو میں) پھاڑ دیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ (۱۲:۱۰۳)

گو تم کتنی ہی خواہش کرو بہت سے آدمی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۱۶:۳۸ = جَهْدٌ - پوری کوشش - طاقت - مشقت - جَهْدٌ يَجْهَدُونَ سے مصدر جس کے معنی ہیں پورے طور پر کوشش اور مشقت کرنا۔

= اَيِّمَانِهِمْ - مضاف مضاف الیہ - ان کی قسمیں جَهْدٌ اَيِّمَانِهِمْ - پورے شد و مد سے قسمیں کھانا۔ یعنی وہ بڑے شد و مد سے پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں۔

= لَا يَبْعَثُ - مضارع منفی - واحد مذکر غائب - نہیں اٹھائے گا۔

= بَلَى وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا - بَلَى بمعنی بلی بلی بلی يَبْعَثُهُمْ - ہاں وہ ضرور اٹھائے گا۔ وَعَدًا مصدر تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ حَقًّا ای واجب عَلَیْہِ - یعنی وعدہ جس کا پورا کرنا اس کے ذمہ ہے۔

۱۶:۳۹ = لِيُبَيِّنَ لَهُمْ - میں لام تعلیل کا ہے اور اس کا تعلق فعل مقدر يَبْعَثُهُمْ سے ہے جس پر لفظ بلی دلالت کرتا ہے۔ اور لَمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب مَنْ يَمُوتُ (۳۸) کی طرف راجع ہے اس میں مومن کافر بھی شامل ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ مردوں کو ضرور بالضرور دوبارہ اٹھائے گا تاکہ ان پر (وہ بات) واضح کر دے جس کے متعلق ان میں اختلاف تھا

۱۶:۴۱ = لَنَبْؤَنَّكُمْ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع مستکمل - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب بَوَّءَ يَبْؤُو تَبْؤُوةً (باب تفعیل) سے ہم ان کو ضرور جگہ دیں گے۔ ہم ان کو ضرور ٹھہرائیں گے۔ ہم ان کو ضرور اتاریں گے۔

اور جگہ آیا ہے: وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَآئِيلَ مَبَآئِیْمَ صِیْدٍ (۱۰:۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو پہنچنے کے لئے عمدہ جگہ دی۔

= لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ - میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کافروں کی طرف راجع ہے

۱۶:۴۲ = الَّذِينَ صَبَرُوا - عَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ - دونوں الَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ کی مدح ہیں۔

۱۶:۴۳ = أَهْلَ الذِّكْرِ - ای اہل الکتاب۔

= قَبْلِكَ میں ضمیر واحد مذکر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۶:۴۴ = بَيِّنَاتٍ - بمعنی معجزات و شواہد صدق پیغمبر - واضح دلائل۔

= الزُّبُرِ - الکتاب - کتابیں - اس کا واحد زُبُرٌ ہے۔

= بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ - اس کے متعلقات کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ لیکن آیت کے سیاق و سباق سے اس کا تعلق اَرْسَلْنَا ہی سے ہے کہ جو انبیاء بھیجے گئے ان کی تائید و تصدیق روشن دلائل اور

معجزات سے بھی کی گئی۔ اور احکام شرعیہ جن کی انہوں نے تبلیغ کی۔ وہ اس کتاب الہیہ میں بیان کئے گئے جو ان کو دی گئی۔ اِی اَدْسَلْنَاهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ۔
= الذِّكْر۔ یہاں اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ نصیحت نامہ۔

= لَتَبَيَّنَ۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ تَبَيَّنَ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تاکہ تو بیان کرے دکھول کھول کر۔

= يَتَفَكَّرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (تاکہ) وہ غور و خوض کریں۔ اور حقائق کو سمجھیں۔
۱۶: ۴۵ = اَفَاَمِنَ۔ ہمزہ استفہامیہ۔ اَمِنَ يَأْمَنُ۔ (سمع) اَمِنٌ۔ مصدر سے ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی جمع) کیا وہ محفوظ ہیں۔ کیا وہ بے فکر اور نڈر ہو گئے ہیں۔

= مَكْرُوا السَّيِّئَاتِ۔ مَكْرُوا ماضی جمع مذکر غائب۔ السَّيِّئَاتِ یا تو مصدر محذوف کی صفت ہے اِی مَكْرُوا المَكْرَاتِ السَّيِّئَاتِ جو مذموم منصوبے باندھتے ہوتے ہیں۔ یا مَكْرُوا کا مفعول ہے۔
= اَنْ يَخْشِفَ۔ يَخْشِفَ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ واحد مذکر غائب۔ خَشَفَ مصدر (باب ضرب) کہ دھنسا دے۔ غرق کر دے۔ اَنْ يَخْشِفَ بِهِمُ الْاَرْضَیْنِ ان کو زمین میں دھنسا دے۔
= حَيْثُ۔ بنی برنمہ ہے۔ ظرف زمان و مکان۔

۱۶: ۴۶ = تَقْلِبْهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی آمد و شد۔ ان کا چلنا پھرنا۔ ان کے سفر۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ فَلَا يَخْشُرُكَ تَقْلِبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (۴: ۴۰) سو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا یعنی سفر کرنا تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ تَقْلِبُ (تَفْعَلُ) سے۔
(اَنْ) يَأْخُذَ هُمْ فِي تَقْلِبِهِمْ۔ وہ ان کو چلتے پھرتے میں پکڑ لے۔
= مُعْجِزِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عاجز بنادینے والے۔ ناکام کر دینے والے۔

= تَخَوَّفَ۔ (تَفْعَلُ) ڈرانا۔ خوف دلانا۔ خوف ظاہر کرنا۔ اس کا تعدیہ بذریعہ علی آیا ہے۔

باب تَفْعَلُ کی خاصیتوں میں سے ایک خائنت تدریج بھی ہے یعنی کسی چیز کو درجہ بدرجہ کرنا جیسے تَجَرَّعَ زَيْدٌ۔ زید نے گھونٹ گھونٹ کر پیا۔ یہاں بھی انہی معنوں میں آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ بار بار ظالموں کو انتباہ کرتا ہے۔ حوزہ زلزلوں کی صورت میں یا آندھنیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا، اگر پھر بھی وہ سبق حاصل نہ کریں اور باز نہ آئیں تو تدریجاً وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن نے قرطبی کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ:-

ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے پوچھا، اے لوگو! اَوْيَاخُذَ هُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ۔ کا کیا مطلب ہے۔ سب خاموش ہو گئے۔ بنی ہذیل کا ایک بوڑھا اٹھا

اور اس نے عرض کی اے امیر المؤمنین یہ ہماری لغت ہے یہاں التخوف کا معنی التثقیص ہے
یعنی آہستہ آہستہ کسی چیز کا گھٹتے چلے جانا (اور اس نے اس کی تائید میں ابو بکر ہڈی کا یہ شعر پڑھا)
تَخَوَّفَ الرَّجُلُ مِنْهَا تَأْمِكًا قَرْدًا - كَمَا تَخَوَّفَ عُودَ النَّبْعَةِ السَّفْنُ
ترجمہ :- کچا فے نے میری اونٹنی کی موٹی تازی اونچی کوہان کو گھسا کر کم کر دیا ہے جس طرح نبوعہ درخت
کی لکڑی کو گھسانے والا آلہ گھسا کر چھوٹا کر دیتا ہے

عَلَى تَخَوَّفٍ يَه مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ کا دوسرا رخ ہے۔

= فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ۔ یہ اخذ علی تخوف کی تفسیل ہے۔ یعنی وہ انتباہ کر کے بار
بار مصیبتیں لاکر ظالموں کو توبہ و رجوع کا موقعہ میسر کرتا ہے۔ کیونکہ وہ رَءُوفٌ و رَحِيمٌ ہے۔
۱۶: ۴۸ = يَتَفَيَّئُوا۔ مضارع واحد مذکر غائب تَفَيَّئُ (تفعل) مصدر۔ فَيَّئُ مادہ
جھکے جاتے ہیں۔ لوٹتے ہیں۔ اَلْفَيَّئُ وَ اَلْفَيَّئَةُ کے معنی اچھی حالت کی طرف لوٹ کر آنا کے
ہیں۔ مثلاً فَإِنَّ فَاءُ ذَا۔ (۲۲۶: ۲) اگر وہ اس عرصہ میں قسم سے رجوع کر لیں۔

اسی سے فَاءُ الظِّلُّ ہے جس کے معنی سایہ کے (زوال کے بعد) لوٹ آنے کے ہیں۔ اور فَيَّ
اس سایہ کو کہا جاتا ہے جو (زوال کے بعد) لوٹ کر آتا ہے۔
= مُجَدًّا۔ الظِّلَالُ کا حال ہے۔ سجدہ کرتے ہوئے۔

= دَاخِرُونَ۔ دَخَرٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ ذلیل و خوار ہونے والے۔ عاجزی کرنے والے
الدخور۔ ای الصغار والذال۔ یعنی عاجزی و درماندگی۔

= وَهُمْ دَاخِرُونَ۔ میں و او حالیہ ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ اظہار عجز کر رہے ہیں۔
یعنی سائے اپنے خالق کے حکم کی اطاعت میں بے چون و چرا اذلتے بدلتے رہتے ہیں۔ کہ تخلیق
کائنات میں یہی سنت اللہ ہے۔

۱۶: ۵۰ = مِنْ فَوْقِهِمْ۔ ان کے اوپر سے۔ خداوند تعالیٰ کی بالادستی اور اس کے عُلُو
مرتب اور فضیلت کے اظہار کے لئے ہے۔ جیسے کہ اور جگہ آیا ہے وَهُوَ الْعَظِيمُ فَوقًا
عِبَادِہ (۱۸: ۶) اور وہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے۔

۱۶: ۵۱ = لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ۔ دو معبود مت اختیار کرو یہ تعدد کی نفی ہے
دو کثرت و تعداد کا ادنیٰ درجہ ہے جب دو کی نفی ہوئی تو اس سے زیادہ کی نفی خود بخود ہو گئی
= فَأَدْهَبُونِ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ہی ضمیر واحد متکلم محذوف۔ تم مجھ سے ڈرو۔ (باب
سمع) رُحْمًا سے۔ بے تابی اور بے چینی کے ساتھ ڈرنا۔

انَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ فَإِيَّايَ فَارْهَبُوا - صیغہ غائب کے معاً بعد صیغہ متکلم کی طرف انتقال صفت التفات کہلاتا ہے۔ اور عربی اسلوب بلاغت میں یہ ایک اعلیٰ صفت ہے اس کی کئی مثالیں ہیں۔ مثلاً اسی سورت کی آیت نمبر ۷، ملاحظہ ہو۔ غائب سے متکلم کی طرف التفات اپنی کبریائی اور عنایات کی طرف توجہ دلانا۔ یا ترہیب میں شدت پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۱۶: ۵۲ = وَاصْبِرْ - اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ دوامی۔ ہمیشہ۔ جاودانی۔ لازوال۔ قائم رہنے والا۔ الدِّينُ کی ضمیر کا حال ہے۔ یہاں الدِّينُ سے مراد اطاعت ہے۔ وَلَهُ الدِّينُ وَاصِبًا اطاعت ہمیشہ اسی کو سزاوار ہے۔

وَاَصْبَا وَصُوبُ سے مشتق ہے۔ (باب ضرب) اور اگر بذریعہ علی مصدر سمع ہو تو بیمار ہونا کے معنی ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں پہلے معنی ہی میں متعل ہے

= اَنْغَيْرَ اللّٰهُ تَنْقُوْنَ (تو کیا اللہ کے سوا غیروں سے ڈرتے ہو) میں الف استفہامیہ اور تعجب اور توبيخ کے لئے ہے۔

معنی یہ ہیں کہ: کیا اس ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت کے علم کے باوجود اور اس علم کے باوجود کہ وہی حاجت روا ہے تم دوسرے معبودانِ باطل سے ڈرتے ہو؟

۱۶: ۵۳ = وَمَا يَكُم مِّنْ تَعٰمَةٍ اَوْ رَجُلٍ ؕ اَمْ لَكُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ
 یعنی تمہارے پاس ہے نعمتوں میں سے۔ یعنی تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں۔

== تَجَرُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ جَاَرٌ يَجْرُ (فتح) جَوَّارٌ۔ الْجَوَّارُ کے اصل
معنی جنگلی جانوروں کے چلانے کے ہیں۔ بلند آواز سے مدد کے لئے پکارنے کے لئے استعمال
ہوتا ہے۔ جَاَرٌ (ج ع ر) مادہ۔ تَجَرُّوْنَ تم گڑ گڑا کر چیخ چیخ کر مدد کے لئے اس کو پکار
ہو۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَا تَجْرُدُوا الْيَوْمَ اِسْكُمْ مِثْلًا تَنْصَرُوْنَ (۲۳:
۶۵) آج چلا پلا کر مدد کے لئے مت پکارو۔ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی
۱۶: ۵۴ = كَشَفَ۔ ماضی (مبني حال) واحد مذکر غائب (باب ضرب) وہ دور کر دیتا ہے
وہ ہٹا دیتا ہے، زائل کر دیتا ہے۔ اَلْكَشْفُ مصدر جس کے معنی ہیں چہرہ وغیرہ سے پردہ اٹھانا
مجازاً غم و اندوہ یا تکلیف کے دور کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

== اِذَا..... اِذَا كَشَفَ میں شرطیہ ہے بمعنی جب اور اِذَا فَرَّقْتُ میں اِذَا فجائیہ ہے۔ یعنی اچانک۔ یکایک۔ فوراً۔ یک لخت۔ تو۔

۱۶:۵۵ = يَكْفُرُوا۔ میں لام عاقبت کا ہے یعنی شرک سے ان کی غرض اللہ کی نعمت سے

الکارتھا۔ صَاَنَهُمْ جَعَلُوْا غَرَضَهُمْ فِی الشَّرْکِ کفرانِ النعمۃ
 = بِمَا اٰتٰیْنٰهُمْ۔ جو ہم نے ان کو عطا کیا تھا۔ یعنی نعمت کَشَفُ عَنِ الضَّرِّ تَکْلِیْف
 سے نجات دینے کی نعمت۔

فَتَمَتَّعُوْا ۲۔ پس تم فائدہ اٹھا لو۔ تم مزے اڑا لو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمَتَّعُ مصدر
 آیات ۵۲-۵۴-۵۵۔ میں التفاتِ ضمائر ہے۔ وَمَا بِکُمْ سِوَا لَہِ کَرَاۤیَا کَشَفَ
 الضَّرَّ تَکْ مَخَاطِبِیْنَ کے لئے ضمیر جمع مذکر حاضر لائی گئی ہے اس میں اپنی عنایت پروری
 اور کرم فرمائی کا ذکر مخاطبین سے کیا جا رہا ہے لیکن پھر ان کی ناشکری اور کفرانِ نعمت کے سبب
 اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لئے مخاطبین کو اپنی حاضری سے دور کر کے ضمیر جمع مذکر غائب
 لائی گئی ہے اور یُشْرِکُوْنَ۔ لَیْکُفِّرُوْا۔ اٰتٰیْنٰهُمْ۔ استعمال ہوتے ہیں۔ پھر تہدید اور
 زجر پر شدت پیدا کرنے کے لئے اور اپنی ناراضگی کو ان کے ذہن نشین کرانے کے لئے
 ان کو پھر اِسَاسًا لایا گیا ہے اور جمع مذکر حاضر کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں جیسے
 فَمَتَّعُوْا۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اس طرح محض التفاتِ ضمائر سے مختلف احوال کا اظہار
 فرمایا گیا ہے۔

۵۶:۱۶ = وَ یَبْخَلُوْنَ اس کا عطف یُشْرِکُوْنَ پر ہے

= بِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ میں مَما موصولہ ہے جو اکثر غیر ذوی العقول کے لئے مستعمل ہوتا ہے
 مراد اس سے وہ اوثان۔ بُت۔ بَدَوانِ باطل ہیں جن کو مشرکین نے الوہیت کا درجہ
 و مرتبہ دے رکھا تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ یہ ان کے نفع نقصان پر قدرت رکھتے ہیں حالانکہ
 یہ حقیقت نہ تھی وہ تو محض خود ساختہ۔ بے جان۔ بے شعور چیزیں تھیں۔

لَا یَعْلَمُوْنَ کی ضمیر یا تو معبودانِ باطل کی طرف راجع ہے۔ یعنی وہ بُت وغیرہ جو علم
 و عقل کے اوصاف سے بالکل بے بہرہ تھے۔

یا ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں جو نہیں جانتے تھے کہ یہ بت محض بے جان چیزیں
 ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔

= وَ یَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ۔ اور یہ لوگ اس رزق میں
 سے جو ہم نے انہیں دیا ہے ایک حصہ ان چیزوں (معبودانِ باطل) کے لئے مخصوص کرتے
 ہیں جو کچھ بھی نہیں جانتیں۔

ان ہی میں اور جگہ ارشاد ہے وَ جَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَأْنَا مِنَ الْحَرْثِ

وَالْأَنْعَامَ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا إِلَهُ بَرَعْمِهِمْ وَهَذَا الشَّرْكَاءُ مَا - الخ (۱۳۶:۶)
اور ان لوگوں نے کھیتی اور مویشیوں میں سے جو اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں کچھ حصہ اللہ کا مقرر کر رکھا
ہے اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ حصہ ہمارے دیوتاؤں کا
= تَاللّٰہِ - ت حرف قسم ہے۔ خدا کی قسم۔ حرف قسم کات کے ساتھ لانا لفظ اللہ کے ساتھ
ہی مخصوص ہے۔

= لَتَسْأَلَنَّ - مضارع مجہول بلام تاکید و نون ثقیب۔ جمع مذکر حاضر۔ تم سے ضرور باز پرس
ہوگی۔ تم سے ضرور پوچھا جائیگا۔ تم سے ضرور سوال کیا جائے گا یعنی آخرت کے دن)
= کُنْتُمْ تَفْتَرُونَ - ماضی استمراری۔ تم بہتان باندھا کرتے تھے۔ تم افتراء پر دازی
کیا کرتے تھے۔

اس آیت میں بھی التفاتِ ضمائر ہے۔ شدتِ توبیخ و تہدید کے اظہار کے لئے جمع مذکر
غائب جمع مذکر حاضر کی طرف التفات کیا گیا ہے۔

۱۶:۵۷ = سُبْحَنَہٗ - جملہ معترضہ ہے ای یجعلون للہ البنت ولہم ما یشتہون
ان لوگوں نے اللہ کے لئے تو بیٹیاں تجویز کر رکھی ہیں اور اپنے لئے اپنی پسند کی چیز (یعنی بیٹے)
سُبْحَنَہٗ (حالانکہ وہ ذات ان باتوں سے پاک و منزہ ہے۔)

۱۶:۵۸ = ظَلَّ وَجْہُہٗ مُسْوَدًّا - اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے ظَلَّ فعل ناقص ہے۔
ظَلِلْتُ وَظِلْتُ اصل میں اس کام کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو دن کے وقت کیا جائے
جس طرح بَاتَ یَبِیْتُ کا استعمال رات گزارنے یا رات کے وقت میں کسی کام کو
کرنے کے لئے ہے۔ ظَلَّ وَظِلُّوْا مصدر باب سمع وفتح سے آتا ہے یہاں ظَلَّ بمعنی صَادَ
ہے۔ ہو گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ لیکن یہاں مضارع کے معنی دیتا ہے "ہو جاتا ہے"
مُسْوَدًّا - اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ اِسْوَدَّ مصدر (باب افعلال سیاہ۔ غم کی وجہ سے)
رنگ بگڑا ہوا۔

= کَظِیْمٌ - صفت مشبہ۔ کَظُمٌ وَکَظُوْمٌ مصدر۔ سخت نعلین جو اپنے غم کو دبا کر رکھے
اور ظاہر نہ کرے۔

اَلْكَاظِمُ - روکنے والا۔ دبائے والا۔ کَاظِمُ الْغَيْظِ غصہ کو پی جانے والا۔ غصہ کو
روکنے والا۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِذْ نَادٰی وَہُوَ مَکْظُوْمٌ (۶۸:۷۸) جب اس نے

(اپنے پروردگار کو) پکارا۔ اس حال میں کہ وہ غم میں گھٹ رہا تھا۔

۱۶: ۵۹ = يَتَوَارَىٰ - مضارع واحد مذکر غائب - تَوَارَىٰ (تَفَاعُلٌ) مصدر - وہ چھپتا ہے

دردی اور دردِ مادہ و دَرَاء کے معنی آڑ - حد فاصل - کسی چیز کا آگے پیچھے ہونا - علاوہ - سوا -

= مِنْ سُوءٍ - برائی - بری بات - عیب - سُوءٌ ہر وہ چیز جو غم میں ڈال دے ۔

= اَيُّمُسِكُهُ - الف استفہامیہ - يُمْسِكُ مضارع واحد مذکر غائب - اِمْسَاكٌ (افعال)

روکے رکھنا - کسی چیز کے ساتھ چپٹ جانا اور روکے رکھنا - ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا

مرجع مابشر ہے - کیا اس (بچی) کو بحفاظت اپنے پاس رکھے -

= هُوِّنَ - اسم - ذلت - روانی - خواری - عَلَيَّ هُوِّنٌ یعنی ذلت سہہ کر -

مطلب یہ کہ - کیا قوم کی نظروں میں ذلیل ہونا برداشت کر کے بچی کو زندہ رہنے دے اور اپنے پاس

رکھے یا.....

= يَدُ شَيْءٍ مضارع واحد مذکر غائب دَسَّ يَدُ شَيْءٍ (نصر) دَسَّ ایک چیز کو دوسری

چیز میں زبردستی داخل کرنا - دَسَّ الشَّيْءُ فِي التُّرَابِ او تحت التُّرَابِ - کسی شے کو مٹی

کے نیچے چھپانا - اَمْ يَدُ شَيْءٍ فِي التُّرَابِ یا اس کو مٹی میں گار دے -

= يُمْسِكُهُ اور يَدُ شَيْءٍ میں ضمیر مفعول کو مذکر ما کی رعایت سے لایا گیا ہے -

= اَلَا - حرف تنبیہ - آہ - خبردار ہو جاؤ - سن رکھو -

= سَاءَ - بُرَا ہے سَاءَ يَسُوءُ (نصر) فعل ذم ہے بمعنی برا ہے - ماضی واحد مذکر غائب

= مَا يَحْكُمُونَ جو وہ فیصلہ کرتے ہیں - حَكَمَ يَحْكُمُ (نصر) حُكْمًا - فیصلہ کرنا - اَلَا سَاءَ

مَا يَحْكُمُونَ - آہ کتنا ناروا اور بھونڈا ان کا یہ فیصلہ ہے -

۱۶: ۶۰ = مَثَلٌ - یہاں اس کا معنی صفت ہے

= السَّوْءُ - سَاءَ يَسُوءُ (نصر) کا مصدر ہے - بُرَا ہونا -

مَثَلُ السَّوْءِ - مضاف مضاف الیہ - برائی کی صفت -

یعنی وہ صرف برائی اور بُری اور مذموم صفات سے ہی متصف ہیں کوئی خوبی یا اچھی

صفت ان میں نہیں ہے -

= اَلْمَثَلُ اَلْاَعْلٰی - موصوف صفت - بہت بلند صفت - بہت بُری خوبی -

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر یقین و ایمان نہیں رکھتے وہ نہایت بُری صفات کے مالک

ہیں اور باری تعالیٰ اعلیٰ صفات کے مالک ہیں -

الْمَثَل (معروف باللام) صرف دو جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور دونوں جگہ اللہ کی شان میں ہے ایک اس آیت میں اور دوسرا پارہ نمبر ۲۱ میں وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (۲۴:۳۰) اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان اعلیٰ وارفع ہے۔

۶۱:۱۶ = ذَا بَنَةٍ - جاندار - جانور - چلنے والا - رینگنے والا۔

۶۲:۱۶ = تَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكُذِبَ - ان کی زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ اِنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰی کہ ان کے لئے بھلائی ہی مقدر ہے۔

= لَا جَرَمَ - یقیناً اور حقاً کا ہم معنی ہے۔ ضروری۔ یقینی۔ ناگزیر۔

= مُفْرَطُونَ - اسم مفعول - جمع مذکر - اِفْرَاطٌ (افعال) مصدر - آگے بھیجے ہوئے - آگے روانہ کئے جانے والے۔

فَرَطَ يَفْرُطُ (باب نصر) آگے بڑھ جانا۔ اور اَفْرَطَ فَلَانٌ اَغْعَجَلَهُ - کسی کو آگے

جلدی بھیجا۔ مُفْرَطُونَ - ای مقتدمون و معجلون - جلدی آگے بھیجے جانے والے۔

وَأَنَّهُمْ مُّفْرَطُونَ - اور ان کو درد زخ میں پہلے بھیجا جائے گا۔

افراط (باب افعال) زیادتی کرنا۔ عمدًا و قصدًا آگے بڑھنا۔ تجاوز کرنا۔ اور باب تفصیل

سے تفريط کوتاہی کرنا۔

۶۳:۱۶ = أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ - ای ارسلنا رسلا الی امم - ہم نے رسولوں کو مختلف قوموں

کی طرف بھیجا۔

= أَعْمَالَهُمْ - ای اعمال انکفر والتکذیب - انکار اور تکذیب کے اعمال۔

= أَلْيَوْمَ - سے مراد آج بھی ہو سکتا ہے یعنی رسول اکرم کا زمانہ۔ اور اس سے مراد مطلقاً

زمانہ دنیا بھی ہو سکتا ہے اور اس سے مراد "آج قیامت کے دن" بھی ہو سکتا ہے۔

= وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ - ای ولهم عذاب الیم فی الآخرۃ اور (آخرت کے دن)

ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۶۴:۱۶ = لَتُبَيَّنَّتْ - لام تعلیل کا ہے۔ بتدین مضارع واحد مذکر حاضر۔ تاکہ تو صاف

صاف بیان کرے۔

= هُدًى وَرَحْمَةً - اَنْزَلْنَا کے مفعول لڑ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یعنی ہم نے اسے

ہدایت اور رحمت بنا کر نازل کیا۔

۶۶:۱۶ = عِبْرَةٌ - الْعِبْرَةُ کے اصل معنی ہیں ایک حالت سے دوسری حالت تک پہنچ جانا۔

مگر اَلْعُبُورُ کا لفظ خاص کر پانی عبور کرنے پر استعمال ہوتا ہے۔ خواہ کسی طریقہ سے کیا جائے
ذریعہ اونٹ۔ کشتی۔ پل۔ یا تیر کر یا پیدل۔

اَلْعِبْرَةُ اور اَلْغِيَارُ اس حالت کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے کسی دیکھی چیز کی وساطت سے
ان دیکھے نتائج تک پہنچا جائے۔

امام رازی کے مطابق عِبْرَةُ وہ نشانی ہے کہ جس کے ذریعہ سے جہالت کے مقام کو عبور کر کے
علم تک رسائی ہوتی ہے۔

عبرت نصیحت حاصل کرنا۔ دوسرے کے حال سے اپنا حال قیاس کرنا۔

عِبْرَةُ بوجہ عمل اِنَّ منصوب ہے۔

= بُطُونُهُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے پیٹ۔ بُطُونٌ بَطْنٌ کی جمع ہے ۵ ضمیر واحد
مذکر غائب کا مرجع الہ لغام ہے۔ الہ لغام مذکر مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ آیت
ہذا میں مذکر آیا ہے۔ لیکن سورۃ المومنون میں بطور مؤنث استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ
ہے اِنَّ لَّكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهَا وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ
(۲۱: ۲۳) یعنی لفظ کے لحاظ سے مذکر اور اسم جنس کے لحاظ سے مؤنث۔ اسی طرح النحل مذکر
بھی آیا ہے جیسے کَانْتَهُمْ اَعْجَازُ نَحْلِ مُنْقَعِرٍ (۲۰: ۵۴) اور مؤنث بھی جیسے کَانْتَهُمْ
اَعْجَازُ نَحْلِ خَاوِيَةٍ (۷: ۶۹)

= فَدْرَثٌ۔ واحد۔ وہ گوبر جو جانور کی آنتوں کے اندر ہو اس کی جمع فَدْرَثٌ ہے

= سَائِغًا۔ خوشگوار سَوْنَجٌ سے جس کے معنی آسانی کے ساتھ کھانے پینے کی چیز کا حلق
سے نیچے اتر جانا۔ سَائِغًا۔ مزے سے حلق سے نیچے اتر جانے والا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

نُسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ اَبْيْنِ فَدْرَثٍ وَدَمٍ لَبَنًا.....

گوبر اور خون کی ماہین حالت میں جو (اجزائے خوراک) ان کے شکموں میں ہوتے ہیں ان میں
سے خالص اور خوشگوار دودھ (پیدا کر کے) ہم تم کو پلاتے ہیں۔

۶۷: ۱۶ = وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ مَحْذُوفٌ سے متعلق ہے تقدیر کلام ہے وَنُسْقِيكُمْ مِّنْ
ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ..... یا تَتَّخِذُونَ سے متعلق ہے اس صورت میں مِنْهُ کا تکرار
تاکید کے لئے ہے۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا (ہم پلاتے ہیں تمہیں) کھجور اور انگور کے پھلوں سے۔ تم بناتے ہو اس
سے میٹھارس۔ دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور تم کھجور اور انگور کے پھلوں سے میٹھارس

ہو جاتا ہے۔

۱۶: ۷۱ = فَمَا لِلَّذِينَ فِي مَا نَافِيَهُ

= رَادَّی - اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب وجر۔ اصل میں رَادَّیْن تھا۔ ت اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ بحالت رفع رَادُّون ہو گا رَادُّ کی جمع۔ رَدُّ (مضاعف) سے اسم فاعل۔ اصل میں رَادُّ تھا۔ دو حرف ایک جنس کے اکٹھے ہوئے۔ پہلے کو ساکن کر کے دوسرے میں مدغم کیا۔ رَادُّ ہو گیا۔ رَدَّ یَرُدُّ (نَصَرَ) کے معنی ہیں۔ پھیرنا۔ واپس کرنا۔ پس اسم فاعل رَادُّ کے معنی ہوئے پھیرنے والا۔ واپس کرنے والا۔

= فَمَا لِلَّذِينَ فَضَّلُوا بِرَادَّی رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ۔ پھر جن لوگوں کو رزق میں یہ فضیلت دی گئی ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنا رزق اپنے غلاموں (مملوک) کی طرف پھیر دیں تاکہ وہ سب اس میں (اس رزق میں) برابر ہو جائیں (برابر کے حصہ دار بن جائیں)۔

(جب یہ لوگ اس رزق میں جو ان کا اپنا بھی نہیں ہے۔ کسی اور کا (یعنی اللہ کا) دیا ہوا ہے اپنے غلاموں کو شریک بنانا پسند نہیں کرتے۔ تو اَفِئْتُمْ لِلَّهِ يَجْحَدُونَ کیا اللہ ہی کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں (یعنی اس کی نعمتوں کا صرف اسی کے لئے شکر یہ ادا نہیں کرتے بلکہ اس کے بندوں اور مٹی کے خود ساختہ بتوں کو اس کا شریک و سہم ٹھہراتے ہیں) اس آیت کے تحت تفہیم القرآن میں تفصیلی نوٹ ملاحظہ ہو۔

= يَجْحَدُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب جَحَدٌ و جُحُودٌ مصدر باب فتح۔ وہ انکار کرتے ہیں ۱۶: ۷۲ = اَذْوَاجًا۔ جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ ذَوُج کی جمع ہے۔ یہاں بیویاں مراد ہیں = حَفَدَةٌ۔ حَافِدٌ کی جمع ہے۔ حَفَدٌ سے اسم فاعل حَفَدٌ يَحْفِدُ (باب ضوَب) خدمت کے لئے دوڑتے ہوئے حاضر ہونا۔ یہاں اس سے مراد پوتے ہیں کیونکہ ان کی خدمت زیادہ سچی ہوتی ہے۔

بنو سعد العشیرہ کی لغت میں حَفَدَةٌ نواسوں کو کہتے ہیں۔ اور لفظی معنی کے لحاظ سے ہر وہ شخص خواہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو۔ جو دوڑتے ہوئے خدمت میں حاضر ہو حَافِدٌ کہلاتا = بَاطِلٌ۔ حق کے مقابلہ میں۔ اس سے مراد جھوٹے خدا، معبودانِ باطل بھی ہو سکتا ہے۔ = قَبِلْنَاهُمُ اللَّهُ يَكْفُرُونَ۔ میں ہُمْ ضمیر کو تاکید اور زور کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ ورنہ تو مضمون اس کے بغیر بھی ادا ہو جاتا تھا۔

۴۳:۱۶ = لَا يَسْتَطِيعُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب - اسْتَطَاعَ (اسْتَطَاعَ) وہ طاقت نہیں رکھتے - وہ استطاعت نہیں رکھتے - وہ قدرت نہیں رکھتے -

۴۴:۱۶ = فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ - اللہ کے لئے مثالیں مت گھڑو -

ضرب المثل کا معنی ہے ایک حال کو دوسرے حال سے تشبیہ دینا - تشبیہ حال بحال یہاں منع کیا جا رہا ہے کہ اُس کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہ دی جائے کیونکہ اس کی ذات فہم انسانی سے ماوراء ہے اور ہر اعتبار سے غیر محدود اور ہر حدود نہایت سے برتر ہے اس لئے اس کی مثال دی ہی نہیں جاسکتی اور نہ ہی اس کی کوئی شبیہ ہو سکتی ہے -

۴۵:۱۶ = مَمْلُوكًا - اسم مفعول واحد مذکر - مِنْكَ مَاوَدَّ (باب ضرب) وہ جو کسی کی ملکیت میں ہو - یعنی غلام -

= مَنْ اسم ہے اور بطور موصوف استعمال ہوا ہے اور عَبْدًا کی مطابقت میں نکرہ آیا ہے سَاَنَّا قِيلَ وَحُذِّرًا زَقْنًا (عبد کے مقابلہ میں حُذِّرًا) یعنی اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے ایک عبد مملوک کی اور ایک آزاد شخص کی جسے خدا نے رزق حَسَن عطا کر رکھا ہے

= هَلْ يَسْتَوُونَ - میں استفہام انکاری ہے - کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں؟ یعنی یہ برابر نہیں ہو سکتے یہاں صیغہ تثنیہ کی بجائے جمع کا آیا ہے کیونکہ مقصود یہاں محض دو فرد ہی نہیں بلکہ اس قبیل کے کل اخصاص ہیں جو متضاد صفات کے مالک ہیں - یہ دونوں قسم کے اشخاص ایک جیسے نہیں ہو سکتے -

= الْحَمْدُ لِلَّهِ - اس مثال کے بعد یہی جواب دیں گے کہ ہرگز برابر نہیں - اس پر فرماتا ہے الْحَمْدُ لِلَّهِ کہ اس قدر تو سمجھ رہے کہ دونوں برابر نہیں - مگر أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ اکثر کو تو یہ بھی خبر نہیں اس قدر جاہل و بے تمیز ہیں - تفسیر حقانی -

صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں :-

سوال اور الْحَمْدُ لِلَّهِ کے درمیان ایک لطیف غلابے جسے پُر کرنے کے لئے خود لفظ الحمد للہ ہی میں بلیغ اشارہ موجود ہے - ظاہر ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ سوال سن کر مشرکین کے لئے اس کا یہ جواب دینا تو کسی طرح ممکن نہ تھا کہ دونوں برابر ہیں لامحالہ اس کے جواب میں کسی نے صاف صاف اقرار کیا ہوگا کہ واقعی دونوں برابر نہیں ہیں - اور کسی نے اس اندیشے سے خاموشی اختیار کر لی ہوگی کہ اقراری جواب دینے کی صورت میں اس کے منطقی نتیجے کا بھی اقرار کرنا ہوگا اور اس سے خود بخود ان کے شرک کا ابطال ہو جائے گا - لہذا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا جواب پاکر فرمایا الْحَمْدُ لِلَّهِ اقرار کرنے والوں کے اقرار پر بھی الحمد للہ اور خاموش رہ جانے والوں کی خاموشی پر

بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہونے کہ خدا کا شکر ہے اتنی بات تو تمہاری سمجھ میں آگئی
دوسری صورت میں اس کا مطلب یہ ہے کہ۔ خاموش ہو گئے؛ الحمد للہ اپنی ساری ہسٹ دھرمی
کے باوجود دونوں کو برابر کہہ دینے کی ہمت تم بھی نہ کر سکے۔ مگر اکثر لوگ (اس سیدھی بات
کو) نہیں جانتے۔

۱۶: ۷۶ = اَبْکُم۔ مادر زاد گونگا۔ بَکْم سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع بَکْم
ہے صُمَّ بَکْم (۱۸: ۲) یہ بہرے اور گونگے ہیں۔
= کَلٌّ۔ واحد و جمع۔ گراں بار۔ اہل و عیال۔ یتیم۔ بے والد یا بے اولاد آدمی۔ چھری یا تلوار
کی پشت۔ بے فیض آدمی۔ سب پر بار۔

کَلٌّ یَکِلُّ (ضرب) کَلًّا وِجَلَّةً۔ کَلًّا لَا وِجَلَّةً۔ تھکنا۔ کمزور ہونا۔ صرف
دور کے رشتہ دار رکھنے والا۔ بے اولاد و بے والد کے ہونا۔ تلوار کا کند ہونا۔
کَلَّةً۔ وہ آدمی جس کے مرنے پر نہ اس کی اولاد نہ اس کا ماں باپ ہو جو اس کا وارث بن
سکے کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰیہُ جو اپنے مالک پر بوجہ ہو۔

= یُوَجِّہُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَجَّہَ یُوَجِّہُ تَوَجَّہَ (باب تفعیل) ۱۰ ضمیر مفعول
واحد مذکر غائب۔ وہ اس کو بھیجتا ہے۔ اَیْنَمَا یُوَجِّہُ۔ وہ اس کو جہاں بھی بھیجتا ہے۔

= لَا یَا تِ بِخَیْرٍ۔ وہ درست کر کے نہیں لاتا۔

= دَهْوٌ۔ اِی دَهْوٌ فِی نَفْسِہِ۔ اور وہ خود بھی۔

۱۶: ۷۷ = اَمْرُ السَّاعَةِ۔ یعنی قیامت برپا ہونے کا معاملہ۔

= لَمَحَ۔ اسم مصدر۔ پلک جھپکنا۔ لَمَحَ الْبَرْقُ۔ بجلی چمکی۔ یا جھپکی۔

۱۶: ۷۹ = مُسَخَّرَاتٍ۔ اسم مفعول جمع مَوْنُثٌ مُسَخَّرَةٌ واحد تسخیر (تفعیل) مصدر
تابع۔ فرمانبردار بنائے گئے۔ مُطِیع۔

= جَوٌّ۔ فضاء۔ ہوا۔ اس کی جمع جَوَاءٌ اور اَجْوَاءٌ ہے۔

= یَمْسِکُہُنَّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مَوْنُثٌ غائب۔

اِمْسَاکٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ روکنا۔ تھامے رکھنا۔ امساک کے اصل معنی کسی چیز سے چمٹ جانا
اور اس کی حفاظت کرنا۔

۱۶: ۸۰ = مَسْکَنًا۔ فعل بمعنی مفعول۔ اِی مَوْضِعًا تَسْکُنُوْنَ فِیْہِ وقت اقامتکُم۔ وہ جگہ

جہاں تم بوقت اقامت تسکین پاتے ہو۔

= بَيُوتًا۔ مفعول بَيْتُتْ کی جمع۔ یہاں گھر سے مراد چمڑے کے بنے ہوئے نیچے جو مسافری کے دوران گھر کا کام دیتے ہیں۔

= تَسْتَخِفُّوْهُا۔ مضارع جمع مذکر حاضر ہا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع بَيُوتًا ہے تم اسے ہلکا پاتے ہو۔ اسْتَخَفَّافٌ (استفعال) مصدر جس کا مطلب ہلکا سمجھنا۔
"الخفيف" الثقیل کے مقابلہ میں ہے۔

= ظَعْنُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا سفر۔ ظَعْنٌ مصدر۔

= وَمِنْ أَصْوَابِهَا دُبَارُهَا وَأَشْعَارُهَا اس کا عطف وَمِنْ جُلُودِہِ پر ہے اور ہا ضمیر کا مرجع الْأَنْعَامُ ہے۔

= أَصْوَابِہَا۔ ان کی اُون۔ صَوْتُ کی جمع ہے۔ بھیڑوں کی اُون

= دُبَارُہَا۔ ان کی اُون۔ دُبُر کی جمع اونٹ کی اُون کو دُبُر کہتے ہیں۔

= أَشْعَارُہَا۔ ان کے بال۔ شَعْر کی جمع۔ کبری کے بال۔

ہا ضمیر کا مرجع جیسا کہ اوپر بیان ہوا الانعام ہے جس میں بھیڑیں کبیریاں اونٹ سب شامل ہیں

= اِثَاثًا۔ اثاثہ۔ گھر کا سامان۔ مال و اسباب۔ اِثٌّ سے مشتق ہے اِثٌّ یُوثُّ (نصوم)

بمعنی زیادہ یا گنجان ہونا۔ پھر یہ لفظ اثاث ہر قسم کے فراوان مال پر بولا جانے لگا۔ مَتَاعٌ کی طرح

اس کا بھی واحد نہیں آتا۔ اس کی جمع اِثَاثٌ (بکسر ہمزہ) ہے قرآن مجید میں ہے هُمْ اَحْسَنُ اِثَاثًا

وَرَبِّیًّا (۱۹: ۷۴) وہ ساز و سامان میں زیادہ تھے اور خوش منظر بھی۔

= اِلٰی حَیْنٍ۔ مدت تک۔ مدت العمر۔ اِلٰی اَنْ تَمُوْتُوْا۔ تمہاری موت تک

۸۱: ۱۶ ظِلَّلًا۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ ظِلٌّ کی جمع۔ سائے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلِّیْ وَّعِیُونٍ (۷۴: ۴۱) بیشک پرہیزگار لوگ سایوں اور چشموں میں ہو

= اَكْنَانًا۔ بوجہ مفعول منصوب ہے اَكْنَانٌ جمع اس کی واحد کَنْتٌ ہے چھپنے کی جگہ، حفاظت

کی جگہ۔ کَنْتٌ یَكُنُّ رَنْصَمٌ کَنْتٌ کُنُوْتُ وَاَكْنَنْتُ گھر میں چھپانا۔ دھوپ سے بچانا۔ اَلْکِیْتُ ہر وہ

چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ رکھا جائے کَنْتُ الشَّیْءَ کَنْتًا میں نے چیز کو کَنْت میں محفوظ کر دیا

کَنْتُ (ثلاثی مجرد) خصوصیت کے ساتھ کسی مادی شے کو گھریا کپڑے وغیرہ میں چھپانے پر

بولا جاتا ہے مثلاً کَانَهُمْ کُلُوْا مَّکْنُوْتُ (۵۲: ۲۴) جیسے چھپاتے ہوئے موتی۔

آیہ نذا: وَجَعَلَ لَکُم مِّنَ الْجِبَالِ اَکْنَانًا۔ اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں (رہنا

گاہیں) بنائیں۔

= سَرَّابِيلَ - سِرْبَالُ کی جمع - کرتے - قمیص، پیراہن - پوشاک -

دوسری دفعہ سَرَابِل سے مراد زرہ کبتر لی گئی ہے۔ وہ بھی ایک قسم کا پیراہن ہی ہے۔

= تَقِيَكُمْ - مضارع واحد مَوْث غَاب - كُمْ ضمیر مفعول جمع منکر حاضر۔ وہ تمہیں بچاتی ہے
وَقِي يَقِي (ضرب - لفیف مفعول) وَقَايَةً پہچانا۔ نگاہ رکھنا۔

= بَأْسَكُمْ - تمہاری لڑائی میں - مضاف مضاف الیہ۔

= تَسْلِمُونَ - تم فرماں بردار رہو۔ تم اطاعت کرتے رہو۔ اِسْلَامٌ (افعال) سے مضارع جمع منکر حاضر۔

۸۲:۱۶ = فَإِنْ تَوَلَّوْا - اگر یہ روگردانی کرتے رہیں۔

۸۳:۱۶ = يُكْرَهُنَّهَا - مضارع جمع منکر غَاب۔ هَا ضمیر واحد مَوْث غَاب جس کا مرجع نعمۃ ہے اِنْكَارٌ (افعال) سے وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

۸۴:۱۶ = يَوْمَ - کا نصب محذوف عبارت کی وجہ سے ہے۔ اِی اذکر یوم ...

= نَبَعْتُ - مضارع جمع محکم بَعَثٌ مصدر (باب فتح) ہم کھڑا کریں گے۔ ہم قائم کریں گے
= لَا يُؤْذَنُ - مضارع منفی مجہول واحد منکر غَاب اجازت نہیں دی جائیگی (محذوف معذرت پیش کر لے کی)

= وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ - مضارع منفی مجہول کا صیغہ جمع منکر غَاب اَلْعَتَبُ اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں جو وہاں اترنے والے کے لئے ناسازگار ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر عَتَبُ کے معنی ناراضگی سختی۔ خفگی کے آجاتے ہیں۔ عَتَبَ يَعْتَبُ (نصوم) عَتَبَ يَعْتَبُ (ضرب) عَتَبَ خفگی کرنا۔ ناراض ہونا۔ غصہ ہونا۔ اِعْتَابَ (باب افعال) میں سلب ماخذ کی خصوصیت کی وجہ سے معنی ہو گئے عتاب کو دور کرنا۔ ناراضگی۔ غصہ۔ خفگی کو دور کرنا۔ باب استفعال میں طلب ماخذ کی خصوصیت ہے جیسے اِسْتَعْفَرَ زَيْدٌ (زید نے مغفرت مانگی)۔ لہذا استعتاب کا مطلب ہوا۔ طلب عتاب یعنی ناراضگی کو دور کرنے کی طلب۔ یعنی کسی سے خواہش کرنا کہ وہ تیری ناراضگی کو دور کر دے اور تجھے رضامند بنالے۔

باب افعال (ثلاثی مزید فیہ) سے باب استفعال بنانا غیر قیاسی ہے کیونکہ قیاساً باب استفعال ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے۔

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ اور نہ ہی ان سے اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کی فرمائش کی جائے گی اور نہ ہی ان سے توبہ لی جائے گی! نیز ملاحظہ ہو لغات القرآن - ندوة المصنفین اور نیز اضواء البیان جلد سوم

تفسیر آیت ہذا۔

۱۶: ۸۵ = وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ - اور جب وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا (یعنی کافر) دیکھ لیں گے عذاب کو۔

مطلب یہ ہے کہ جب وہ عذاب ان پر آ پڑیگا (تو نہ اس میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی)۔ چاہے وہ کتنا ہی روئیں پیٹیں یا چلائیں۔

۱۶: ۸۶ = شُرَكَاءَهُمْ - اور شُرَكَاءُ نَا میں شریکوں سے مراد وہی دیوی دیوتا اور معبودان باطل ہیں جنہیں وہ شریکِ خدائی سمجھتے تھے۔

= كُنَّا نَدْعُهُمْ - ماضی استمراری جمع متکلم ہم پکارا کرتے تھے ہم عبادت کیا کرتے تھے۔

= اَلْقَوْا - ماضی جمع مذکر غائب اَلْقَاءُ (باب افعال) سے۔ انہوں نے ڈالا۔ انہوں نے

پھینکا۔ اَلْقَاءُ کے معنی ہیں کسی چیز کو اس طرح ڈال دینا کہ وہ دوسرے کو سامنے نظر آئے۔

جیسے قَالُوا يَمُوسَى اِمَّا اَنْ تَلْقٰى وَ اِمَّا اَنْ تَكُوْنَنَّحْنُ الْمَلٰٓئِكَةُ قَالَ اَلْقُوا فَلَمَّا

اَلْقَوْا سَجِرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ - (۱۱۵: ۱۱۶) جادو گروں نے کہا اے موسیٰ یا تو تم

(پہلے) ڈالو۔ ورنہ ہم ہی پہلے ڈالنے والے ہو جاتے ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ تم ہی ڈالو!

پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔

اَلْقٰى قَوْلًا اِلٰی..... کسی سے کلام کرنا۔ وَاَلْقٰى مَوَدَّةً اِلٰی۔ کسی سے دوستی یا محبت

بڑھانا جیسے قُلُوْۤنَ اِيْۤیْہِم بِالْمَوَدَّةِ (۶۰: ۱)، تم ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ وَاَلْقٰى

سَلَمًا اِلٰی۔۔۔ عاجزی پیش کرنا۔ جیسے وَاَلْقَوْا اِلٰی اللّٰهِ یَوْمَئِذٍ السَّلَامَ ۱۶: ۸۷، اور

وہ اس دن خدا کے حضور عاجزی پیش کر دیں گے۔ اس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے

اس کے سامنے صلح و اطاعت کی طرح ڈال دیں گے۔

اَلْقَوْا میں ضمیر فاعل معبودانِ باطل کی طرف راجع ہے۔ اور اِیْہِم میں ضمیر جمع مذکر

غائب کا مرجع الذین اشرکوا ہے۔ فَاَلْقَوْا اِلٰیہِمُ الْقَوْلَ اِنۡکُمۡ لَتَکٰذِبُوْنَ۔

معبودانِ باطل مشرکین سے کہیں گے۔ یقیناً تم جھوٹ بول رہے ہو۔

۱۶: ۸۷ = اَلْقَوْا میں ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں۔ نیز اوپر ۱۶: ۸۶۔ ملاحظہ ہو۔

= ضَلَّ - ضَلَّ یَضِلُّ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ضَلَّالٌ وَّ

ضَلٰلَةٌ مصدر۔ گمراہ ہونا۔ بھٹک جانا راہِ حق سے۔ مکر مٹی میں گل مٹ جانا۔ (کوشش کا)

برباد جانا۔ راستے سے بہک جانا۔ فراموش کرنا۔ ضائع کرنا۔ ضائع ہونا۔ گم ہونا۔ ہلاک ہو جانا

صَالَتُجْ ضَوَاً - گم شدہ چیز جس کی تلاش کی جائے۔ الْحِكْمَةُ - صَالَتُ الْمُؤْمِنِ
فہو احق بہا حیث وجدھا۔

صَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ - اور جو افتراء پردازی وہ کیا کرتے تھے وہ سب
کافور ہو جائے گی۔ یعنی اپنے معبودانِ باطل سے جو امیدیں انہوں نے وابستہ کر رکھی تھیں
وہ سب دھری کی دھری رہ جائیں گی۔

۱۶: ۸۸ = صَدُّوا - ماضی جمع مذکر غائب - انہوں نے روکا۔ صَدُّ دُودٌ مصدر
انہوں نے دوسروں کو روکا۔

۱۶: ۸۹ = يَوْمَ - اس کا نصب فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے ای اذ کر لوم
یاد کرو وہ دن۔

= تَبَيَّنَا - بان یبین (ضرب) کا مصدر ہے۔ بیان۔ وضاحت۔

۱۶: ۹۰ = اِيْتَايْ - دینا۔ عطا کرنا۔ اِيْتَاءٌ بروزنِ اَفْعَالُ مصدر ہے اس کا استعمال
قرآن مجید میں بیشتر صدقہ دینے کے بارہ میں ہوا ہے۔ اِيْتَايْ ذِي الْقُرْبَى اہل قرابت کو
دینا۔ اسی آیت کے متعلق حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں۔ ہذہ اجمع اٰیۃ فی القرآن
لخیر یتمثل ولشر یجتنب - یہ قرآن کی جامع ترین آیت ہے اس میں ہر وہ اچھی چیز جس پر
عمل کرنا ضروری ہے مذکور ہے۔ اسی طرح ہر وہ بری چیز جس سے اجتناب ضروری ہے موجود ہے
۱۶: ۹۱ = لَا تَنْقُضُوا الْاَيْْمَانَ - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اَيْْمَانٌ - يَمِیْنٌ کی جمع۔ قسموں کو
مت توڑو۔ نَقَضَ يَنْقُضُ (نصر) توڑنا۔ اصل میں نَقَضَ کے معنی ہیں عمارت۔ رُتِی
یا ہار کی گرہ کھولنا۔ پراگندہ کرنا۔ عمارت کو مسمار کرنا۔

= كَفَيْلًا - ذمہ دار۔ ضامن۔ ایفاء عہد کے لئے گواہ۔ مذکر مؤنث واحد جمع سب کے
لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کی جمع کفلاء آئی ہے۔

۱۶: ۹۲ = نَقَضَتْ غَزْلَهَا - نَقَضَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب اس عورت نے توڑ
ڈالا۔ بل کھول دیئے۔

غَزَلَهَا - مضاف مضاف الیہ غَزْلٌ کا تاہوا دھاگہ۔
غَزَلَ يَغْزِلُ (ضرب) غَزْلٌ (روئی یا اون کا تنا۔ اَغْزَلَ عورت کا پر خہ کا تنا اور
باب سمع سے غَزَلَ يَغْزِلُ وَتَغْزِلُ - عورتوں سے محبت جتاننا۔ ان کے حسن و جمال کی
تعریف کرنا۔ اسی سے غَزَلَ عشقیہ کلام ہے۔

= اَنْكَاثًا۔ ٹکڑے ٹکڑے نِکٹ کی جمع جس کے معنی سوت کے اس ٹکڑے کے ہیں جو دوبارہ کاتنے کے لئے توڑا جائے۔

نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا۔ اس نے اپنے دھاگے کو مضبوط کاتنے کے بعد توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اَنْكَاثًا غَزْلًا کا حال ہے۔

مکہ میں ایک بے وقوف قریشی عورت تھی جو صبح سے دوپہر تک یا دن بھر باندیوں کو ساتھ لے کر سوت کاتا کرتی تھی اور آخر میں تمام کاتا ہوا سوت توڑ ڈالتی تھی۔ اس کا نام رلیہ بنت عمرو بن سعد تھا (بغوی) بعض نے دیگر مختلف نام دیئے ہیں۔

= دَخَلَ۔ بہانہ۔ دفا۔ فساد۔ دَخِلَ يَدْخُلُ (سبع) کا مصدر ہے۔ الدخل مَا يَدْخُلُ فِي الشَّيْءِ وَلَمْ يَكُنْ مِنْهُ۔ الدخل۔ وہ ہے کہ جو کسی شے میں داخل ہو لیکن اس سے نہ ہو۔ یا الدخل مَا يَدْخُلُ فِي الشَّيْءِ عَلَى سَبِيلِ الْفَسَادِ۔ الدخل وہ ہے جو فساد کے واسطے کسی شے میں داخل ہو۔ ایک چیز کو دوسری میں فساد کے لئے ملانا دَخْلٌ ہے۔ کل شئیءٌ مَرِيصٌ فَهُوَ دَخِلٌ وَدَخِيلٌ بِمَعْنَى الْمَفْسَدِ وَالِدَاخِلُ ضِدُّ الْخَارِجِ (جو چیز درست ہو وہ دغل ہے) دخل بمعنی دغل ہے۔ ادغله فی۔ کسی کام میں غیر متعلق چیز کو داخل کر کے سے خراب کر دینا۔ دَخَلًا بَيْنَكُمْ۔ باہمی فساد و خیانت و دغا بازی۔

دَخَلَ يَدْخُلُ (نصر) دُخُولٌ اندر داخل ہونا۔
تَتَّخِذُونَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ۔ یہ لَا تَكُونُوا کی ضمیر کا حال ہے امام رازی کے دیک یہ جملہ مستانف (یا جملہ) ہے اور استفہامیہ ہے۔ اِیْ اَتَتَّخِذُونَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ کیا تم اپنی قسموں کو باہمی دھوکہ بازی کا ذریعہ بناتے ہو؟

= اَرَبْنِ۔ اَفْعَلَ التَّفْصِيلُ کا صیغہ ہے رَبَّاءُ رَبُّوْا۔ (نصر) رَبَّاءُ وُ رَبُّوْا جس کے معنی ہنسنے اور چڑھنے کے ہیں۔ اَلرِّبُوْ۔ سود۔ بیاج۔ زیادتی۔ اَرَبْنِ تعداد میں اور مال و دولت میں چڑھ کر ہونا۔

= اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِیْ اَرَبْنِ مِنْ اُمَّةٍ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱، کَانَ (تَكُوْنُ) تائم ہے اور هِیْ مِنْ اُمَّةٍ۔ اُمَّةٌ کی صفت ہے اور اُمَّةٌ تَكُوْنَ فاعل ہے۔ اس اعتبار سے معنی ہوں گے کہ ایک قوم ایسی ہو جا۔ کہ جو دوسری قوم سے زیادہ فتور ہو۔

کَانَ یَكُوْنُ فعل ناقص ہے اور هِیْ اَرَبْنِ مِنْ اُمَّةٍ اس کی خبر ہے۔ گویا آیہ کی تقدیر

اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ اَرَبِيٌّ مِنْ اُمَّةٍ - تکرار کے سقم کو دور کرنے کے لئے اسم ظاہر اُمَّة کی بجائے ہی ضمیر لائی گئی ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے زبردست ہو جائے۔
 زمانہ جاہلیت میں قریش اور دیگر قبائل ایک قوم سے معاہدہ کر لیتے پھر جب دیکھتے کہ دوسری قوم قوی ہے تو اس سے معاملہ کر لیا۔ اور پچھلے معاہدہ کو توڑ دیا۔ اس سے مسلمانوں کو منع کیا جا رہا ہے اور ایفائے عہد پر زور دیا گیا ہے۔

= يَبْلُوكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب۔ (باب نصر) مَبْلَأٌ مصدر۔ وہ آزمائش کرتا ہے۔ وہ آزماتا ہے۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ (اللہ تم کو آزماتا ہے۔

= يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرَبِيٌّ مِنْ اُمَّةٍ ہے یعنی کسی گروہ کی افزائش قوت و ثروت۔ یا یہ راجع ہے اس امر و نہی کی طرف جس سے خبردار کیا جا رہا ہے۔

= كَيْبَيِّنَ ذٰلِكَ - لام تاکید کے لئے۔ مضارع بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب قَبِيْلَيْنِ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ وہ ضرور ہی کھول کر بیان کرے گا۔

۹۲:۱۶ = وَ لَا تَتَّخِذْ وَاِیْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ - اور اپنی قسموں کو آپس میں فریب دہی کا ذریعہ مت بناؤ۔ نیز ملاحظہ ہو ۹۲:۱۶

= فَتَزِلَّ وَاَدَمٌ - فَ تَفْعِيل کا ہے بمعنی ورنہ۔ نتیجہ ایسا نہ ہو۔ تَزِلَّ مضارع واحد مؤنث غائب زَلَّ يَزِلُّ (ضرب) ذَلٌّ سے۔ اَلْزَلَّةُ کے اصل معنی ہیں بلا قصد قدم پھسل جانا۔ اس جو گناہ بلا قصد سرزد ہو جائے اس کو بطور تشبیہ زَلَّةٌ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَانْ زَلَلْتُمْ (۲: ۲۰۹) اگر تم لغزش کھا جاؤ۔

باب استفعال سے کسی کو پھسلانے کا ارادہ کرنا۔ مثلاً اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ (۲: ۲۷۶) انہیں شیطان نے پھسلادیا۔ یعنی شیطان انہیں آہستہ آہستہ پھسلانے کی کوشش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ پھسل گئے۔ اسی معنی سے تَزِلُّوْا بمعنی اضطراب کے ہیں اور اس میں تکرار حروف تکرار معنی پر دلالت کرتا ہے۔

مضارع کا نصب جواب نہی ہونے کی وجہ سے ہے فَتَزِلَّ وَاَدَمٌ یعنی (تم اپنی قسموں کو باہمی فساد کا ذریعہ مت بناؤ) ورنہ (تمہارا یا کسی کا یا لوگوں کا) قدم (جادہ حق سے) پھسل جائیگا (یا کہیں ایسا نہ ہو کہ قدم راہ مستقیم سے پھسل جائے۔

= بَعْدَ ثَبُوْرَتَا - اس کے جم جانے کے بعد (یعنی اچھے بھلے ہدایت یافتہ قدم ڈگمگا جائیں

= تَذُوقُوا۔ ذَاقَ يَذُوقُ (نصر) ذُوقُ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی بوجہ عامل (جواب نہی) گر گیا۔ تمہیں چکھنا پڑے۔ تمہیں بھگتنا پڑے۔ یا تمہیں چکھنا پڑے گا۔ بھگتنا پڑے گا۔
= السَّوْءَ۔ عذاب۔ بُرَانْتِجَ۔ یہاں دنیوی عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں تک عذاب آخرت کا تعلق ہے تو آیت کے آخر میں ہے وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔

= بِمَا۔ بسبب۔ بوجہ
= صَدَدْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ صَدَّ مصدر۔ (باب نصر) تم نے روکا۔ تم مانع ہوئے (بوجہ عہد شکنی کے)

۹۵:۱۶ = لَا تَشْتَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تَمَّتْ خَرِيدٌ۔ تم مت مول لو۔ اِشْتَرَاءُ (اِفْتَعَالُ) مصدر۔

= اِنَّمَا۔ اِیْ اِنَّ مَّا۔ بیشک۔ تحقیق۔ (جو بطور ثواب آخرت اللہ کے پاس ہے)
اِنَّ۔ حرف مشبہ بالفعل ہے اور خبر کی تاکید اور تحقیق مزید کے لئے آتا ہے۔ حروف مشبہ بالفعل اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ لیکن جب اِنَّ کے بعد مَّا کا فہ آجائے تو اِنَّ عمل نہیں کرتا۔ اور کلمہ حصر کے معنی دیتا ہے۔ جیسے اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ (۲۸:۹) مشرکین تو پلید ہیں یعنی نجاستِ تامہ تو مشرکین کے ساتھ مختص ہے۔

۹۶:۱۶ = يَنْفَدُ۔ يَنْفَدُ (باب سَمِعَ) نَفَادٌ سے واحد مذکر غائب۔
ختم ہو جائے گا۔ جیسے اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدًّا اَدَا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي (۱۸:۱۰۹)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر (سائے کے سائے) سمندر روشنائی ہو جائیں میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لئے تو سمندر ختم ہو جائیں گے۔ اور میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہو سکیں گی۔

= بَاقٍ۔ باقی رہنے والا۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ ناقص یا ئی سے ہے۔ اصل میں باقی ہوا تھا ضمہ ی پر دشوار تھا۔ اس کو ساکن کیا۔ اب ی اور تنون دو ساکن جمع ہوئے تو ی اجتماع ساکنین سے گر گئی باقی ہو گیا۔ بَقَاءُ مصدر۔ باب سَمِعَ سے آتا ہے بَقِيَ يَبْقَى بَقَاءً کسی چیز کا اپنی اصلی حالت پر قائم رہنا۔ یہ فناء کی ضد ہے۔

= لَنَجْزِيَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم۔ ہم ضرور بالضرور اجر دیں گے۔

= اَحْسَنَ۔ اسم التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہت اچھا۔ سب سے اچھا۔

اَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ جو عمل وہ کیا کرتے تھے ان میں سے کا سب سے اچھا۔

یعنی ہم صبر کرنے والوں کو ان کے کئے کا جو بہترین عمل ہوگا اس کے مطابق اجر دیں گے۔
صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:-

بالفاظ دیگر جس شخص نے دنیا میں چھوٹی اور بڑی ہر طرح کی نیکیاں کی ہوں گی اُسے وہ اونچا مرتبہ دیا جائے گا جس کا وہ اپنی بڑی نیکی کے لحاظ سے مستحق ہوگا۔

۱۶: ۹۷ = لَنُحْيِيَنَّهٗ مِصْرًاۙ بَلَامٌ تَاكِيْدٌ وَنَوْنٌ ثَقِيْلَةٌ جَمْعٌ مُّشْكَلٌ۔ ۱۶: ۹۷ ضَمِيْرٌ مَفْعُوْلٌ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ جِسْ كَا مَرْجِعُ فِعْلٍ عَمَلٍ كَا فَاعِلٌ ہے۔ یعنی نیک صالح عمل کرنے والا۔ ہم اس کو ضرور بالضرور زندگی بخشیں گے۔

= حَيَوٰۃٌ طَيِّبَةٌ۔ پاکیزہ زندگی۔ اسی دنیا میں کہ اس میں رزق حلال حاصل ہو۔ قناعت ہو اطمینان و تسکین ہو رضائے الہی حاصل ہو۔ یا عالم برزخ کی زندگی کہ اس کی قبر روضۃ من ریاض الجنۃ ہو اس کی برزخ کی زندگی باغات جنت سے ایک باغ بن جائے یا اخروی زندگی۔ کہ وہاں نہ موت کا ڈر نہ نعمتوں کے ختم ہو جانے کا خدشہ۔ جہاں صحت بلا سقم۔ سعادت بلا شقاوت حاصل ہوگی۔

۱۶: ۹۸ = اِسْتَعِذْ۔ تو پناہ مانگ۔ اِسْتِعَاذَةٌ (اِسْتَفْعَالٌ) سے مصدر۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر کہو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

= الرَّجِيْمُ۔ الرَّجَاۡمُ۔ پتھر۔ اسی سے الرَّجْمُ ہے جس کے معنی سنگسار کرنا کے ہیں جس کو سنگسار کیا گیا ہو اسے مَرْجُوْمٌ کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (۱۱۶: ۲۶) کہ تم ضرور سنگسار کئے جاؤ گے۔

پھر استعارہ کے طور پر رَجْمٌ کا لفظ جھوٹے گمان۔ توہم۔ سب و شتم اور کسی کو دھتکار دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے رَجْمًا بِالْغَيْبِ (۲۲: ۱۸) یہ سب غیب کی باتوں میں اٹکل کے تکتے چلاتے ہیں۔

شیطان کو رجیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ملا اعلیٰ کے مراتب سے راندہ ہوا ہے۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ (۳۸: ۷۷) تو بہشت سے نکل جا کہ راندہ درگاہ ہے۔

۱۶: ۹۹ = سُلْطٰنٌ۔ تسلط۔ استیلا۔ زور۔ اختیار۔ برہان۔ سند۔ مثلاً فَاَتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (۱۰: ۱۴) کوئی کھلی دلیل لاؤ۔ یعنی واضح دلیل اور حجت قائم کرو۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (۳۳: ۵۵) اور سوائے کسی سند یا اجازت نامہ کے تم نہیں نکل سکتے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ تمام قرآن میں سلطان بمعنی حجت کے آیا ہے۔

۱۶: ۱۰۰ = يَتَوَلَّوْۤنَهَا۔ وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ مضارع جمع مذكر غائب ضمير مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الشیطان ہے

= یہ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) ب تقدیر کے لئے ہے اور ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ سے اسی دارج الی ربہم۔ اس صوت میں ترجمہ ہوگا: اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ (دوسروں کو) شریک بنائے ہیں۔

(۲) ضمیر کا مرجع شیطان ہے اور یہ من اجلہ کا مرادف ہے یعنی اس کے سبب۔ ترجمہ ہوگا: اور جو شیطان کے ورغلا نے کی وجہ سے اللہ کے ساتھ (دوسروں کو) شریک ٹھہرانے والے ہیں۔

۱۶: ۱۰ = اَعْلَمُ - عَلِمُ سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے۔ خوب جانتے والا۔ بہتر جانتے والا۔

= يُنْزِلُ - نَزَلَ يُنْزِلُ (تفعیل) سے مضارع واحد مذکر غائب وہ اتارتا ہے۔ وہ نازل کرتا ہے۔

= مُفْتَرٍ - اِفْتَرَا (اِفْتَعَالُ) سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اپنی طرف سے گھڑ کر بات بنانے والا۔ اصل میں مُفْتَرٍ تھا۔ اسی پر ضمہ دشوار تھا۔ اس کو ساکن کیا۔ اب یہی ساکن اور تنوین دو۔ اکنت اکنتے ہو گئے۔ جماع سائین کی وجہ سے گر گئی مُفْتَرٍ بن گیا۔ اس کا مادہ فَرَضَ ہے۔ اَلْفَرِیُّ کے معنی چمڑے کو سینے اور مرمت کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں اور اِفْتَرَا (فعل) کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اِفْتَرَا (اِفْتَعَالُ) اصلاح اور فساد دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔

فَرِیْ یَفْرِیْ ضرب، فَرِیًّا علی کسی کے خلاف مہتان باندھنا۔ جھوٹ گھڑنا۔ باب افتعال۔ یہ بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ باب سمع سے بمعنی حیران ہونا۔

باب افتعال سے قرآن حکیم میں ہے اُنْظُرْ کَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْاِکْذٰبَ (۵۰: ۴۰) دیکھو یہ خدا پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں۔

آیہ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا فَرِیًّا (۲۷: ۱۹) یہ تو نے عجیب حرکت کی ہے (یہاں شَیْءٌ بمعنی فَرِیٌّ ہے) اس میں بعض نے کہا ہے کہ فَرِیًّا کے معنی عظیم بات کے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ عجیب بات کے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی من گھڑت اور بنائی ہوئی بات کے ہیں لیکن مال کے اعتبار سے یہ تمام اقوال ایک ہی ہیں۔

= وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنْزِلُ اس آیت میں قبلہ مقرر ہے۔

۱۶: ۱۰ = مَرْکَہ میں ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

= رُوْحُ الْقُدُسِ سے مراد حضرت جبریلؑ ہیں۔

= لَیْسَتْ میں لام تعلیل کے لئے ہے تاکہ - یثبت مضارع واحد مذکر غائب (باب تفعیل)

تاکہ ثابت قدم رکھے۔

۱۶: ۱۲ = اِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ میں وہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس میں دوسرا مفعول یعنی القرآن محذوف ہے ای النما یعلمہ القرآن بشراً اس کو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قرآن ایک آدمی سکھلاتا ہے۔ اس کا اشارہ ایک نو مسلم رومی نصرانی غلام کی طرف ہے جو انجیل وغیرہ سے واقف تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں خوب توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنا کرتا تھا۔ تو آپ بھی کبھی کبھی اس کے پاس جا بیٹھتے تھے۔

= يُلْحِدُونَ - اَلْحَدَ يُلْحِدُ اِلْحَادٌ (اِفْعَالٌ) سے جمع مذکر غائب مضارع معروف۔
اَللَّحْدُ اس گڑھے یا شکاف کو کہتے ہیں جو قبر کی ایک جانب میں بنایا جاتا ہے۔ پھر اصل سے ہٹ کر ایک طرف پھرنے کو بھی اِلْحَاد کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے اَلْحَدَ فَلَانَ عَنْ الدِّينِ فلاں دین سے پھر گیا اسی سے محمد دین سے پھرا ہوا کافر ہے۔ اور اَلْحَدَ الشَّهْمُ عَيْنِ الْمُهْدُوتِ - یہ نشانہ کے ایک پہلو میں جا لگا۔ يُلْحِدُ ذُو الْاَيْمَنِ حَقِيقَت سے ہٹ کر جس کی طرف وہ مائل تھے۔ یا جس کی طرف ان کا اشارہ تھا۔

= اَعْجَبِي - الْعَجَمَةُ کے معنی ابہام اور اخفا کے ہیں۔ یہ اَلْبَانَةُ کی ضد ہے جس کے معنی واضح اور بیان کر دینا کے ہیں۔ اَلْعَجَمُ غیر عرب کو کہتے ہیں اور اَلْعَجَبِي اس کی طرف منسوب ہے کو کہتے ہیں اَلْاَعْجَمُ وہ آدمی جس کی زبان فصیح نہ ہو خواہ وہ عربی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ عربی لوگ عجمی کی گفتگو بہت کم سمجھتے تھے۔ اور اَلْاَعْجَمِي - اَلْاَعْجَمُ کی طرف منسوب کی گئی تھی۔

لِسَانُ اَعْجَبِي - وہ زبان جو ایک اعجمی کی ہو۔ یعنی ایسے شخص کی جو فصیح و مبین زبان نہ بول سکتا ہو۔
= مُبِينٌ اسم فاعل واحد مذکر کھول کھول کر فصاحت و بلاغت سے بیان کرنے والا ایسی زبان جو بات کو فصاحت و بلاغت سے بیان کرنے والی ہو۔

۱۶: ۱۵ = يَفْتَرِي - مضارع واحد مذکر غائب وہ بہتان باندھتا ہے۔ یہاں صیغہ واحد جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۱۰

آیت کا ترجمہ یوں ہے۔ حقیقۃً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے وہی جھوٹ اور افتراء باندھتے ہیں۔ اِنَّمَا کے حصر کے ساتھ کذب کا ارتکاب آیات قرآنی پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے مخصوص ہو گیا، فی ہذا الدایۃ دلالتہ قویۃ علی ان الکذب من اکبر الکبائر و افحش الفواحش والدلیل علیہ ان کلمۃ النما للحصر والمعنی ان الکذب والفریۃ لا یقدم علیہما الا من کان غیر مؤمن بآیت اللہ تعالیٰ والا من کان کافراً و ہذا

تہدید فی النہایۃ -

اس آیت میں اس امر کی قوی دلیل ہے کہ کذب بدترین گناہ اور بدترین فحش ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انما کلمہ حصر کا ہے یعنی کذب اور افتراء کے ارتکاب کی ہرأت ماسوائے خدا تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہ رکھنے والے اور کافر کے کوئی نہیں کرتا اور یہ نہایت سخت تنبیہ ہے۔

= اُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ هُمْ ضَمِيرُ جَمْعِ مَذْكَرِ غَائِبٍ كَوَلَا كَرِ كَذِبٍ كَا فَعْلٍ مُنْكَرِينَ آيَاتِ رَبَّانِي پر مختص کر دیا۔ پس یہی لوگ ہیں جو (پوئے کے پوئے) جھوٹے ہیں۔

۱۶: ۱۰۶ = مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ بَعْدَ اِيْمَانِهٖ - مبتدا

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ - خبر (محذوف)

جس نے ایمان لانے کے بعد اللہ سے انکار کیا (یعنی اس کی وحدانیت سے اس کے رسول سے قرآن کے کلام الہی ہونے سے اور عقیدہ حشر سے) اس پر غضب الہی ہوگا۔

= اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ - مُسْتَثْنٰی ہے ماسوائے اس کے جسے مجبور کیا گیا۔

اُكْرِهَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب - اس پر زبردستی کی گئی۔ اِكْرَاهٌ (اِفْعَالٌ) مصدر = وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ - وراں حالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے۔ یہ جملہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ کا حال ہے۔

= شَرَحَ - ماضی واحد مذکر غائب اس نے دل کھولا۔ شَرَحٌ کے معنی گوشت وغیرہ کھیلنے کے ہیں۔ صَدْرًا بِمَعْنٰی صَدْرًا ہے۔ اِیْ مِنْ شَرَحِ صَدْرًا بِمَعْنٰی صَدْرًا جس کا سینہ کفر کے ساتھ کھل جائے یعنی وہ اس کفر سے خوشی محسوس کرے۔ صَدْرًا بِمَعْنٰی صَدْرًا بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے مَنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا - مبتدا اور فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللّٰهِ - خبر ہے۔ اور اگر مِنْ شرطیہ ہے تو پہلا جملہ شرط اور دوسرا جملہ جواب شرط ہوگا۔

۱۶: ۱۰۷ = اِسْتَجَبُوا - اِسْتَجَابَ (اِسْتَفْعَالٌ) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ انہوں نے عزیز رکھا۔ انہوں نے پسند کیا۔

۱۶: ۱۰۸ = طَبَعَ عَلٰی - مہر لگانا۔ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قَلْبِهٖ اس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی۔ یعنی وہ نیکی کی توفیق سے محروم ہو گیا۔

= الْعَافِلُونَ - الکاملون فی الغفلة - نتائج و عواقب سے غفلت۔ غفلت کی انتہا ہے۔ ۱۶: ۱۰۹ = لَا جَرَمَ - یقیناً۔ حقاً۔ اصل میں اس کا معنی لامحالہ تھا۔ پھر توسیع استعمال کے بعد قسم باحق (فعل ماضی) کے معنوں میں مستعمل ہونے لگا۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۹۲

= ھَمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے اور گھائے اور ٹوٹے کو خصوصی طور پر ان اشخاص کے لئے مخصوص کرنے کے لئے جن کا ذکر آیہ بالا نمبر ۱۰۸ میں آیا ہے۔
یقینی طور پر بالکل یہی لوگ آخرت میں گھانا پانیوالے ہونگے!

۱۱۰:۱۶ = ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ يَهْدِي لِكُلِّ شَيْءٍ سُبُلًا۔ اس امر پر کہ غافلون خاسرون کا حال بلحاظ مرتبت ان اصحاب کے کتنا عید ہے جن کا آیہ ہذا میں ذکر ہے۔ ان کے لئے غضب الہی و خسران اور ان کے لئے مغفرت و رحمت رب تعالیٰ۔

ثُمَّ۔ پھر حرف عطف ہے۔ پہلی چیز سے دوسری کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ تاخیر خواہ یا اعتبار زمانہ ہو یا باعتبار مرتبہ۔ یا بلحاظ وضع و نسبت ہو یا باعتبار نظام صنائی جیسے الاساس اولاً ثُمَّ البناء یعنی پہلے اساس (بنیاد) رکھی جاتی ہے پھر اس پر عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ دوسری دفعہ جو ثُمَّ آیا ہے وہ باعتبار زمانہ تاخیر پر دلالت کرتا ہے۔

= مِنْ بَعْدِ مَا خَلَقُوا۔ آزمائش میں ڈالے جانے کے بعد (یعنی کفار کے ہاتھوں مرصائب و آلام میں ڈالے جانے کے بعد) جیسے حضرت مار بن یاسر اور ان جیسے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو اسلام سے مرتد کرنے کے لئے روئے فرما تکالیف دی گئی تھیں۔

= وَبَعْدِ مَا هَمَّ بِمُصِيبَةِ الْمُؤْمِنِينَ۔ مذکورات بالا یعنی آزمائش میں پڑنے اور ہجرت اور جہاد اور صبر کی طرف راجع ہے۔

مصاب مصار القرآن فرماتے ہیں:

یہاں یہ سوال آتا ہے کہ یہ سورت تو مکی ہے اس میں ہجرت اور جہاد کا ذکر کیسا۔ لیکن اول تو ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور مکی سورتوں میں مدنی آیتوں کی آمیزش کی مثالیں قرآن میں کثرت سے موجود ہیں اور ہجرت سے مراد ہجرت حبشہ بھی ہو سکتی ہے اور جہاد اپنے لغوی معنی میں (یعنی جدوجہد) پھر ان کے علاوہ صیغہ ماضی سے اخبار مستقبل کی مثالیں بھی قرآن میں شاذ نہیں۔

۱۱۱:۱۶ = يَوْمَ مَنصُوبٍ بِوَجْهِ رَحِيمٍ کا ثلث زمان ہونے کے ہے یعنی اس کی یہ مغفرت و رحمت اس روز ہوگی جس روز..... یا یہ اُذْکُرْ (مُحَذِّف) کا مفعول ہے لیکن اول الذکر زیادہ راجح ہے کیونکہ خُسُودٌ کے وقت سزا کے لئے فی الآخرة آیا ہے (فی الآخرة هدا الخسود) اور یہاں بھی یوم سے مراد یوم قیامت ہی ہے۔

= مَا تَقِيْ مَضَارِعَ وَاحِدٍ مِّنْ غَائِبٍ۔ وہ آئے گی۔ اِیَّانُ سے ضمیر فاعل کُلِّ نَفْسٍ کے لئے ہے

كُلُّ نَفْسٍ بِرِجَالٍ -

= تَجَادُلٌ - مضارع واحد مؤنث غائب - مُجَادَلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے وہ جھگڑا کرے گی وہ جھگڑا کرتی ہے، وہ جھگڑاتی ہے - مُجَادَلَةٌ باہم جھگڑنا - یہاں مجادلہ عذر - معذرت - اور صفائی پیش کرنے کے معنی میں ہے -

= عَنْ نَفْسِهَا - اپنی ذات کے متعلق - پہلا نفس (كُلُّ نَفْسٍ) جان یا شخص کے مترادف ہے اور دوسرے نفس کے معنی اس جان یا شخص کی ذات ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع کل نفس ہے = تَوَفَّى - مضارع مجہول واحد مؤنث غائب - تَوَفَّيْتُ (تَفَعَّلَ) سے ہے پورا پورا دیا جاتا تھا۔ پورا رسید لہ دیا جائے گا۔

= وَهُمْ لَا يَظْلَمُونَ - اور ان پر (ذرا بھی) ظلم نہ کیا جائے گا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب حملہ نفوس کے لئے ہے۔

۱۱۲:۱۶ = مَثَلًا - تشبیہ قصہ - تَثِيلٌ - نصب بوجہ ضَرْبِ کے مفعول ہونے کے ہے

= قَرِيَّةٌ - اصل میں ضَرْبِ اللہ مَثَلًا مَثَل قَرِيَّةٍ تھا۔

مَثَل قَرِيَّةٍ مضاف مضاف الیہ ہے - معارف کو حذف کیا گیا اور مضاف الیہ کو قائم رکھا گیا۔

مضاف مضاف الیہ مل کر مَثَلًا کا بدل ہے مبدل نہ کی رعایت سے قَرِيَّةٌ منصوب ہوا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ضَرْبِ بمعنی جَعَلَ ہے اور قَرِيَّةٍ اس کا مفعول اول ہے اور مَثَلًا مفعول

ثانی ہے - قَرِيَّةٌ کو بعد میں اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کے اور اس کی صفات مذکورہ (كَأَنَّتْ اٰمِنَةً.....) کے درمیان فصل واقع نہ ہو۔

= اٰمِنَةً - پُر امن - دل جمعی والی - چین والی - اور مُطْمَئِنَّةٌ اسم فاعل واحد مؤنث - مگن - چین

والی - ہر دو بوجہ كَانَ کی خبر ہونے کے منصوب ہیں۔

= يٰأَيُّهَا - اس تک آتا تھا - اس تک پہنچتا تھا - مضارع مبنی ماضی - صیغہ واحد مذکر غائب

ہا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرِيَّةٍ کی طرف راجع ہے۔

= رَعْدًا ۱ - بافراغت - وسیع - بکثرت - خوب - اچھی طرح - یہ اصل میں رَعْدٌ يَرْعَدُ (سَمِعَ)

سے مصدر ہے بمعنی بہت نعمت ہونے کے اور صفت مشبہ ہو کر مستعمل ہے نیز رَعْدٌ کی جمع بھی ہے

جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے۔

= فَكَفَرَتْ - پس اس نے انکار کیا - اس نے ناشکری کی - یعنی اس کے باشندوں نے - كُفِرُ

وَكُفْرَانٌ - مصدر -

== اَلْعُمِّ - نِعْمَةً کی جمع - نعمتیں - احسانات۔

== فَآذَا قَهَا - اس نے ان کو چکھایا (ہا ضمیر واحد مؤنث غائب بستی کی طرف راجع ہے۔ مراد اس بستی کے باشندے ہیں) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ آذَا قَهُ وَآذَا قَهُ مُصَدَّرٌ چکھنا۔ ذَوْقٌ مصدر (اجوف وادی) مادہ۔ ذَاقَ يَذُوقُ (نصر) چکھنا۔

== لِبَاسِ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ ۝ مبھوک اور خوف کا لباس۔ یعنی ایسی مبھوک اور خوف کر لباس کی طرح ان کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔

اب اس آیت کا ترجمہ ہو گا۔

اور اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے جو امن و امان اور اطمینان و دلچسپی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ اس کو (یعنی اس میں سہنے والوں کو) رزق با فراط ہر طرف سے پہنچ رہا تھا مگر اس (کے بسنے والوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو مبھوک اور خوف کے لیے عذاب کا مزہ چکھایا جو کہ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھا۔ (اور یہ) بوجہ ان کا رستائیوں کے تھا جو وہ کر رہے تھے۔

۱۶:۱۳ == وَهُمْ ظَالِمُونَ حال ہے فَآخَذَهُمُ الْعَذَابُ سے۔ یعنی پس ان کو عذاب نے آیا وراں حالیکہ وہ (اپنے ہی حق میں) ظلم کر رہے تھے۔

۱۶:۱۵ == مَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ - اَلْهِلَالُ سے ہے اَلْهِلَالُ مہینے کی پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اسے قمر کہا جاتا ہے اس کی جمع اَهِلَّةٌ ہے الاہلال کے معنی چاند نظر آنے پر آواز بلند کرنے کے ہیں۔ پھر یہ لفظ عام آواز بلند کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اسی سے محاورہ ہے اَهِلَّ الصَّبِيُّ ولادت کے وقت بچے نے رونے میں آواز بلند کی۔ اور حاجیوں کے با آواز بلند لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ کہنے کو بھی اہلال کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پکارنا۔ آواز لگانا۔ بلند آواز سے ذکر کرنا۔ نامزد کرنا۔ کسی چیز کو شہرت دینا سب کے معنی میں مستعمل ہے۔

اُھِلَّ - اِھْلَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس جملہ میں مَا اسم موصو ل ہے اور یہ میں ۝ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے۔ مَا اُھِلَّ یہ جس کا نام لے کر آواز بلند کی گئی۔ جس کا نام یُکَّار اُگیا۔ یعنی ذبح کرتے وقت جس کا نام لیا گیا۔

اُھِلَّ بمعنی ذُبِح کی سند کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول پیش کیا گیا ہے۔

اِذَا سَمِعْتُمُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى يَهْلُونَ لَغِيْرِ اللَّهِ فَلَا تَأْكُلُوْهَا وَاِذَا لَمْ تَسْمَعُوْهُم

فَكُلُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اٰحَلَ ذٰلِکُمْ لَكُمْ وَهُوَ عَلِمَ مَا يَقُوْلُوْنَ -

(جب تم سنو کہ یہود و نصاریٰ غیر خدا کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں تو ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور اگر نہ سُنو

تو کھالو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحہ کو حلال کیا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔
 تو گویا مَا أَهْلَ بِهِ کا ترجمہ ہوا۔ ذبح کے وقت جس کا نام پکارا گیا۔ اور مَا أَهْلَ لَغَيْرِ اللَّهِ
 بہ جسے نام لے کر غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا۔ مثلاً میں ذبح کرتا ہوں لات کے لئے اگر ذبح لات
 کے نام پر ہوا ہے خدا کی ذات کے لئے نہیں) ذُكِرَ عِنْدَ ذِبْحِهِ اسْمٌ غَيْرُ اللَّهِ تعالیٰ
 (محمد مخلوف)

= اضْطُرَّ۔ اضْطَرَّارُ (اضْطعال) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ بے اختیار کیا گیا
 وہ لاپچار کیا گیا الضَّرُّ (حق رہ) کے معنی بد حالی کے ہیں خواہ اس کا تعلق انسان کے نفس سے
 ہو جیسے علم و فضل و عفت کی کمی۔ خواہ بدن سے ہو جیسے کسی عضو کا ناقص ہونا۔ یا قِلَّتِ مال
 کے سبب ظاہری حالت کا بُرا ہونا۔

اضطرار کے معنی کسی کو نقصان دہ کام پر مجبور کرنے کے ہیں اور عرف میں اس کا استعمال
 ایسے کام پر مجبور کرنے کے ہیں جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ مجبوری کسی خارجی سبب کی بناء پر ہو۔ مثلاً مار پیٹائی کی جلتی یا دھمکی دی جائے
 حتیٰ کہ وہ کام کرنے پر رضا مند ہو جائے یا زبردستی پکڑ کر اس سے کوئی کام کر دایا جائے۔
 مثلاً ثُمَّ اضْطُرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ۔ (۱۲۶:۲) پھر میں اس کو عذاب دوزخ کے
 بھگتے کے لئے لاپچار کر دوں گا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مجبوری کسی داخلی سبب کی بناء پر ہو۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں
 (۱) کسی ایسے بندے کے تحت وہ کام کرے جسے نہ کرنے سے اسے ہلاک ہونے کا خوف ہو۔ مثلاً شراب
 یا قمار بازی کی خواہش سے مغلوب ہو کر شراب نوشی یا قمار بازی کا ارتکاب کر بیٹھے۔

(ب) کسی ایسی مجبوری کے تحت اس کا ارتکاب کرے کہ جس کے نہ کرنے سے اسے جان کا خطرہ
 ہو مثلاً بھوک سے مجبور ہو کر مردار کا گوشت کھانا۔ فَمِنْ اضْطُرَّتْنِي مَخْمَصَةٌ (۳:۵) ہاں
 جو شخص بھوک میں لاپچار ہو جائے۔ آیت ہذا میں بھی یہی صورت ہے (نیز ملاحظہ ہو ۱۴۵:۶)
 بَاغٍ وَعَادٍ اصل میں بَاغِيٌّ وَعَادِيٌّ تھا۔ بَاغِيٌّ ضمہ ی پر دشوار تھا۔ جس کی وجہ سے
 گر گیا۔ عی ساکن ہوا۔ اب ی ساکن اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے عی اجتماع ساکنین کی وجہ سے
 گر گئی بَاغٍ ہوا۔

عَادٍ کی واو اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں واقع ہونے کی وجہ سے اور ماقبل مکسور ہونے کی
 وجہ سے عی ہو گئی اور پھر عمل متذکرہ بالا سے عی گر گئی۔ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ جو لذت کا جویا نہ ہو۔

اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔

فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ كَبَدَ فَلَائِمٌ عَلَيْهِ مَحْذُوفٌ ہے یعنی بحالتِ لاچارگی گناہ نہیں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۴۳: ۲)

۱۱۶: ۱۶ = وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ السُّنْتُ الْكُذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ اس میں لامِ تعلیل کے لئے ہے مآ مصدر یہ ہے الْكُذِبَ تَصِفُ کا مفعول۔ اور هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ مقول القول یعنی ای لَا تَقُولُوا: هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ یہ الکسانی اور الزجاج کا مذہب ہے ترجمہ یوں ہوگا اور جو جھوٹ موٹ تمہاری زبانوں سے نکلے اسے (بلا سند صحیح) حلال یا حرام مت قرار دیدو۔

اگرچہ اس کے متعلق بہت سے اقوال اور بھی ہیں مگر الکسانی اور الزجاج کے مذہب کو بہت سے مفسرین نے اختیار کیا ہے ای لَا تَقُولُوا هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لاجل وصف السنتکم الکذب (روح المعانی)

= لَتَفْتَرُوا۔ اس میں لامِ عاقبت کا ہے لَیْنِ نَتِجَةً تَم (اللہ تعالیٰ پر) تہمت اور بہتان کا ارتکاب کرو گے تَفْتَرُوا۔ تم افتراء کرو۔ تم جھوٹ باندھ لو۔ افتراء (افتعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی لام کی وجہ سے گر گیا ہے۔

= لَا يُفْلِحُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائبِ اِفْلَاحُ (افعال) سے وہ کامیاب نہیں ہوں گے وہ فلاح نہیں پائیں گے۔

۱۱۷: ۱۶ = مَتَاعٌ قَلِيلٌ۔ ذَٰلِكَ (محذوف) مبتدا۔ مَتَاعٌ خَيْرٌ قَلِيلٌ صفت خبر۔ یہ قلیل اور چند روزہ منفعت ہے۔ ای منفعة قليلة منقطعہ عن قریب۔ یعنی قلیل عیش و منفعت جو کہ عنقریب ختم ہو جائیوالی ہے۔ مطلب یہ کہ اس افتراء سے ان کو کوئی طویل المدت نفع کثیر حاصل نہیں ہوگا بلکہ قلیل المدت و قلیل المقدار فائدہ ہو تو ہو۔

۱۱۸: ۱۶ = وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ كَا اِشَارَه سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۶ کی طرف ہے۔ جہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَ إِنَّا لَصَدِّقُونَ (۱۴۶: ۶) اور جو لوگ کہ یہودی ہوئے ان پر ہم نے سب کھروالے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کی تھیں بجز اس (چربی) کے

جوان کی پشتوں پر یا ان کی انٹریوں میں لگی ہوئی ہو یا جو ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو۔ ہم نے یہ سزا ان کو ان کی شرارت پر دی تھی اور ہم ہی یقیناً پہنچے ہیں۔

مِنْ قَبْلُ يَا حَرَمَنَا سے متعلق ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اس سے قبل ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے کیا ہے۔
یا یہ قَصَصْنَا سے متعلق ہے اور ترجمہ یوں ہے ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام قرار دی دی تھیں جن کا ذکر ہم تجھ سے قبل ازیں کر چکے ہیں۔

۱۶: ۱۱۹ = مِنْ بَعْدِ هَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع توبہ ہے (جیسا کہ ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سے ظاہر ہے) یا اس کا مرجع الاصلاح ہے جو کہ توبہ میں مندرج ہے اور توبہ کی تکمیل کے لئے شرط ہے۔

۱۶: ۱۲۰ = اُمَّةٌ - یعنی الشُّرک بابت و فرمانبرداری اور طاعات و حسنات میں پوری ایک جماعت کے برابر اور قائم مقام۔ دوسرے معنی میں امام یا مقتدا کے ہیں جو امور خیر میں بطور نمونہ کام دے۔ علمبردار صداقت و حق۔ نیز جو دنیا بھر سے الگ تھلگ ہو۔ اس قوم کو بھی اُمَّة کہتے ہیں جس کی طرف کوئی رسول بھیجا گیا ہو۔

جماعت۔ طریقہ۔ دین اور مدت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ہر وہ جماعت کہ جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہے اسے بھی امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد و اشتراک مذہبی وحدت کی بنا پر ہو یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی وجہ سے ہو۔

= قَانِنًا - قَنُونٌ سے اسم فاعل۔ حالتِ نصب۔ فرماں بردار۔ اطاعت گزار۔
الْقُنُونُ (باب نصر) کے معنی غضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں جیسے کہ وَ قَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (۲: ۲۳۸) اور خدا کے حضور ادب سے کھڑے رہا کرو خشوع اور خضوع اور خاموشی کے ساتھ۔

= حَنِيفًا - یکسوئی سے حق کی طرف مائل ہونے والا۔ سب سے بے تعلق ہو کر ایک خدا کا ہوہنے والا۔ حَنِيف کی جمع حُنَفَاء۔

ہر وہ شخص جو بیت اللہ کا حج کرتا اور فتنہ کراتا۔ عرب کے لوگ اسے حنیف کہہ کر پکارتے تھے۔ یعنی یہ دین ابراہیم کا پابند ہے۔

اُمَّةٌ - قَانِنًا - حَنِيفًا - شَاكِرًا بوجہ عمل کا ان منصوب ہیں۔

۱۶: ۱۲۱ = اَلْعُمَةِ - مضاف مضاف الیہ۔ اس کی نعمتیں۔ اس کے احسانات۔ نِعْمَةٌ کی جمع

= اِجْتَبَاهُ - اِجْتَبَى يَجْتَبِي اِجْتِبَاءً (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب ۛ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب - اس نے اس کو پسند کیا - اس نے اس کو چھانٹ لیا - منتخب کر لیا - مُجْتَبًى برگزیدہ - منتخب شدہ - پسند کیا ہوا - پسندیدہ -

۱۲۲:۱۶ = اَتَيْنَاهُ - ماضی جمع متکلم - اَتَيْنَا (افعال) سے ۛ ضمیر واحد مذکر غائب ہم نے اس کو دیا - اَتَى مَادَّة -

۱۲۳:۱۶ = حَنِيفًا - حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے ابراہیم سے حال ہے یا جیسا کہ ابن مالک کا قول ہے بِرِ مِلَّةٍ کا حال ہے -

۱۲۴:۱۶ = جُعِلَ - جُعِلَ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب - مقرر کیا گیا - ٹھہرایا گیا - لازم کیا گیا = اَلَسْبَبُ - اس کے اصل معنی ہیں قطع کرنا - سَبَبْتُ کام کاج سے قطع تعلق کر لینا - ہفتہ کا دن - سنیچر کی تعظیم کرنا - پہلے معنی کے اعتبار سے مصدر ہے یعنی کام کاج چھوڑ دینا - سنیچر کی تعظیم کرنا - دوسرے معنی کے لحاظ سے (کہ سبت بمعنی سنیچر کا دن ہے) اسم ہے جس کی جمع اَسْبَبْتُ اور سُبُوتٌ ہے -

= اِخْتَلَفُوا فِيهِ - جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا - یعنی حرمتِ سبت کے احکام کے بارے میں اختلاف کیا تھا

= كَيْحَكْمُ - میں لام تاکید کے لئے ہے یَحْكُمُ مضارع واحد مذکر غائب مُحْكَمٌ سے - وہ ضرور فیصلہ کر دے گا -

۱۲۵:۱۶ = اُدْعُ - دَعَا يَدْعُو دُعَاءً دَعْوَةً (ناقص داوی) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (باب نصر) تو دعوت ہے - توبلا - تو دعا کر -

= جَادِلْهُمْ - جَادَلَ امر واحد مذکر حاضر - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب - جَادَلَ يَجَادِلُ مُجَادَلَةً (مفاعلة) باہم مناظرہ کرنا - باہم تھکرنا - تو ان سے مناظرہ و مباحثہ کر -

= اِنْ عَاقِبْتُمْ - اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو - ماضی جمع مذکر حاضر - عَاقَبَ يُعَاقِبُ مُعَاقَبَةً بمعنی عقوبت کرنا - سزا دینا -

اَلْعَقِبُ وَالْعَقَبُ پاؤں کا پھللا حصہ یعنی اٹری - اس کی جمع اَعْقَابٌ ہے بطور استعارہ عَقِبٌ کا لفظ بیٹے پوتے پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے - وَجَعَلَهَا حِلْمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ (۲۸:۴۲) اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے -

عَاقِبَةٌ بمعنی انجام کار جیسا کہ قرآن پاک میں ہے فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا اَنْتَهُمَا فِي النَّارِ (۱۴:۵۹)

دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں داخل ہوئے۔ اس میں عاقبتہ کا لفظ استعارۃ عذاب کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اور دوسری جگہ عاقبتہ کا لفظ بطور ثواب کے بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (۸۳:۲۸) اور انجام نیک (ثواب) تو پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

۱۲۶:۱۶ فَعَاقِبُوا أَمْرَ جَمْعِ مَذْكَرٍ حَاضِرٍ۔ تم (ان کو) سزا دو۔

عَوَقِبْتُمْ! ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تمہیں سزا دی گئی۔ تمہیں ایذا پہنچائی گئی۔

۱۲۶:۱۶ = وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ اور آپ کا صبر بدوں توفیق من اللہ نہیں ہے۔ یعنی صبر کی توفیق بھی خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

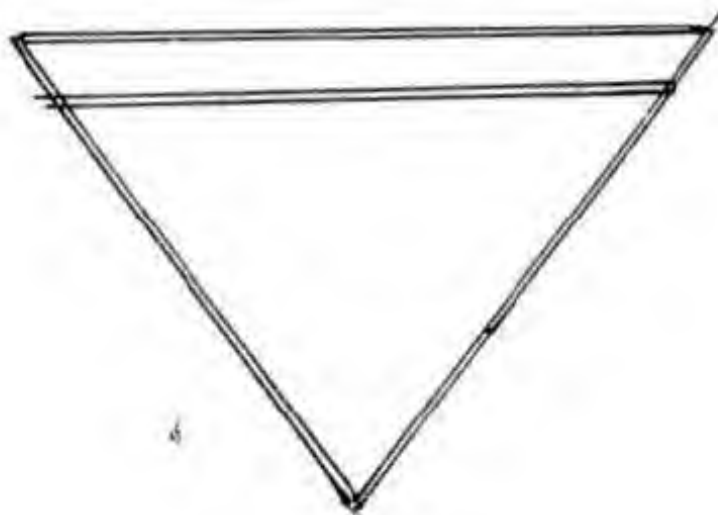
= وَلَا تَكُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ کَوْنٌ مصدر۔ تَوْنٌ ہو۔ تَوَمَت ہو۔

= ضَيِّقٌ۔ ضَيِّقٌ۔ سَعَةٌ (وسعت و کشادگی) کی ضد ہے۔ اور ضَيِّقٌ بھی بولا جاتا ہے۔ ضَيِّقَةٌ کا استعمال فقر۔ بخل۔ غم اور اسی قسم کے معنوں میں ہوتا ہے مثلاً آیت ہذا وَلَا تَكُ فِي ضَيِّقٍ تَوْتَنُكَ دَلَمَتِ ہو۔ تو غم نہ کھا۔

ضَاقَ يَضِيقُ تَنُكَ ہونا۔

= يَمْكُرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مَكْرٌ سے۔ وہ چالیں چلتے ہیں۔

۱۲۸:۱۶ = مُحْسِنُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُحْسِنٌ واحد۔ نیکوکار۔ مہلائی کرنے والے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَنَ الَّذِي رَٓءٰى

بَنِي إِسْرَٓاءِيلَ ۖ الْكَهْفُ ۖ

(۱۷) سُورَةُ بَنِي إِسْرَآئِيلَ (۱۱۱)

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا

۱۷:۱ (سُبْحَانَ - السَّابِقُ) ہے۔ جس کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں۔ سَبَّحَ (فتح) سَبَّحًا وَسَبَّاحَةً وہ تیز رفتاری سے چلا۔ پھر استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم کی گردش اور تیز رفتاری کے لئے استعمال ہونے لگا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (۳۳:۲۱) سب (اپنے اپنے) فلک یعنی مدار میں تیز رفتاری سے چل رہے ہیں۔ اور گھوڑے کی تیز رفتاری پر بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً وَالسَّابِحَاتِ سَبَّحًا (۳:۷۹) اور فرشتوں کی قسم جو (آسمان وزمین کے درمیان) تیرتے پھرتے ہیں۔

السَّابِقُ کے معنی تنزیہ الہی بیان کرنے کے ہیں۔ اصل میں اس کے معنی عبادت الہی میں تیزی کرنے کے ہیں پھر اس کا استعمال ہر فعل خیر پر ہونے لگا ہے جیسا کہ البعاد کا لفظ شر پر بولا جاتا ہے۔ اَلْبَعْدُ اللَّهُ عَذَابًا لِّاُولَئِكَ لَمْ يَصْبِرُوْا اِذْ هُمْ يُدْعَوْنَ فَاُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۲۳:۲۳) ہم نے ان کو خس و خاشاک بنا دیا۔ سو خدا کی مار ظالم لوگوں پر۔

پس تسبیح کا لفظ قولی، فعلی، قلبی ہر قسم کی عبادت پر بولا جاتا ہے۔

الزجاج نے لکھا ہے کہ سُبْحَانَ مصدر ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے اور اس کا نصب ایک پوشیدہ فعل کی بنا پر ہے جس کا اظہار متروک ہو چکا ہے اس کی اصل یوں ہے اُسَبِّحُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ تَسْبِيْحًا۔ میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ الاثنان میں رقمطراز ہیں سُبْحَانَ مصدر ہے بمعنی تسبیح (پاک بیان کرنا) اس و نصب اور کسی اسم مفسرہ کی طرف مضاف ہونا لازم ہے جو ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللّٰهِ اور سُبْحَانَ الَّذِي اَسْرَى بِعَبْدِهِ یا مفسر ہو جیسے سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (۳۲:۲) اور یہ ایسا مفعول مطلق ہے کہ اس کا ل حذف کر کے اس کو اس کی جگہ قائم کر دیا گیا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي پاک و منزہ ہے ہر قسم کے قبائح سے وہ ذات

اَسْرٰی - اِسْرَآءُ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب مادہ سَرَّی سے سَرَّی لَبَسْرٰی (باب ضرب) اور اَسْرٰی یُسْرِی اِسْرَآءُ (باب افعال) رات کے وقت سفر کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ باب ضرب سے فعل لازم آتا ہے اور ب کے ساتھ فعل متعدی۔ جیسے سَرَّی یہ اس نے اس کو رات کو سفر کرایا۔ ابو عبیدہ کے قول کے مطابق اَسْرٰی میں ہمزہ تعدیہ کے لئے نہیں ہے لہذا تعدیہ کے لئے اس کے ساتھ بھی ب کو لایا گیا۔ نیز بعض کے نزدیک اَسْرٰی لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اَلَّذِی اَسْرٰی لَبَسْدِہ جو لے گیا اپنے بندے کو رات کے وقت۔

بعض کے نزدیک اَسْرٰی کا مادہ س س س سے نہیں جس کے معنی رات کو سفر کرنے کے یہ بلکہ یہ سَرَّآۃ سے مشتق ہے جس کے معنی کشادہ زمین کے ہیں۔ اور اصل میں اس کے لام کلمہ میں واو ہے (ناقص واوی ہے) پس اَسْرٰی کے معنی ہیں کشادہ زمین میں چلے جانا۔ جیسے اَجْبَل کے معنی ہیں وہ پہاڑ پر چلا گیا۔ اور اَنْهَم کے معنی ہیں وہ تہامہ میں چلا گیا۔ اس صورت میں سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرٰی لَبَسْدِہ کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو وسیع اور کشادہ سرزمین میں لے گیا۔ نیز سَرَّآۃ ہر چیز کے افضل اور اعلیٰ حصہ کو بھی کہتے ہیں۔ اسی سے سَرَّآۃ النَّہَارِ ہے جس کے معنی دن کی بلندی کے ہیں۔

= لَبَسْدِہ۔ رات کے ایک حصہ میں۔ ایک ہی رات کے تھوڑے وقت میں لَبَسْدِہ صیغہ نکرہ کے اضافہ سے یہ تاکید و تصریح مقصود ہے کہ اتنا بڑا سفر جو عادیہ کئی ہفتوں میں ممکن تھا۔ مافوق العادۃ کے طور پر رات کی چند گھڑیوں میں ہی انجام پا گیا۔ اسی تبعیض (بعض حصہ) کی بنا پر عبد اللہ اور حذیفہ نے مِّنَ اللَّیْلِ پڑھا ہے جیسا کہ قول ہے اللہ تعالیٰ کَاذِبًا مِّنَ اللَّیْلِ فَتَحَجَّجْتُ بِہ (۷۹: ۱۷) بوجہ اسر کی کے ظرف زمان ہونے کے منصوب ہے۔

= اَلْمُسْجِدِ الْقُصْبِ۔ موصوف و صفت، اَقْصٰی اسم المفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بہت بعید بہت دور۔ زیادہ دور۔ قُصْبَاءُ سے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں۔ مسجد اقصیٰ کو باعتبار بعد کے جو مخاطبین قرآن (اہل عرب) سے مہی اَقْصٰی کہتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے اس کا مادہ ق ص و (ناقص واوی) سے ہے قرآن مجید میں ہے اِذَا نُتِمُّ بِالْعِدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعِدْوَةِ الْقُصْبِ (۴۲: ۸) جس وقت تم (مدینے) قریب کے ناکہ پر تھے اور کافر بعید کے ناکہ پر۔

= حَوْلَہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حَوْلُ بمعنی گرد۔ حوالی۔ حَوْلَہ اس کے گرد۔ اس کے آس پاس۔ ۸ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مسجد اقصیٰ ہے۔

== نُرِيَه - نُرِيَ - مضارع جمع متکلم - اِدَاعَةٌ (افعال) مصدر ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع عَبْد ۴ ہے ہم اس کو دکھا دیں۔

== مِنْ اٰیٰتِنَا - مِنْ تَبَعِيضِ كَلِمَةٍ - اٰیٰتِنَا - مضاف مضاف الیه - اٰیات جمع اٰیة - کی - نشانیاں - عجاہبات قدرت - اپنے عجاہبات قدرت میں سے بعض - چند - کچھ عجاہبات یہاں التفاتِ منماۓ ہے - پہلے خداوند تعالیٰ کو ضمیر واحد مذکر غائب سے بیان فرمایا۔ پھر بَرَكْنَا اور نُرِيَه میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال ہوا۔ یہ فصاحت و بلاغت کے لئے ہے یا یہ برکات و آیات کے اظہار عظمت و تکریم کے لئے ہے۔

== السَّمِيعُ - سَمِعُ سے بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہہ کا صیغہ ہے اور جب یہ حق تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے۔ سننے والا۔

== اَلْبَصِيرُ - دیکھنے والا۔ جاننے والا۔ بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعل ہے۔ صفت مشبہہ کا صیغہ ہے ۲:۱۷ جَعَلْنَاهُ - جَعَلْنَا - ماضی جمع متکلم - ہم نے اس کو کیا۔ ۴ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع

اَلْكِتَابُ ہے یعنی تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی

== اَلَّا تَتَّخِذُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی حذف ہو گیا ہے تم مت پکڑو۔ تم مت اختیار کرو۔ تم مت بناؤ۔ اَلَّا - اَنَّ لَا ہے اَنَّ کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ کہ آیا یہ تفسیر یہ ہے، ناہیہ ہے، مصدر ہے۔ یا اَنَّ اور اس کا مابعد الکتاب کا بدل ہے۔ یہاں اتنا ہی کافی ہے کہ اَلَّا تَتَّخِذُوا۔ اِیْ قُلْنَا لَہُمْ لَا تَتَّخِذُوا۔ تقدیر کلام ہے۔

== مِنْ دُوْنِیْ - میرے سوا۔ مجھے چھوڑ کر۔ دُوْنِ - ورے۔ سوائے۔ غیر۔ ی ضمیر اضافت واحد متکلم۔

== وَکَیْلًا - صفت مشبہہ - منسوب وَکَلٌ سے بمعنی کارساز۔ ذمہ دار۔ مددگار۔ وکیل۔ اس کارساز کو کہتے ہیں جس کو اپنے تمام امور سپرد کر دیئے جائیں

۳:۱ = ذُرِّيَّةٌ - اولاد۔ اصل میں تو چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّيَّةٌ ہے مگر عرف میں چھوٹی اور ہی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے شمل ہے ذُرِّيَّةٌ بوجہ ندا کے ہے اس سے پہلے حرف ندا یا مَحذُوف ہے۔ ذُرِّيَّةٌ مضاف ہ اور مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ مضاف الیه ہے۔ یا ذُرِّيَّةٌ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ اے ان لوگوں! اولاد جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا۔ اس کے بعد اِنَّہٗ كَانَ عَبْدًا لَّکُوْرًا کا جملہ، جملہ معترضہ حضرت نوح علیہ السلام کی تعریف میں ہے تو گویا اَلَّا تَتَّخِذُوا..... الخ

کی تقدیر ہے وقلنا لهم لا تتخذوا من دونی وکیلا یا ذریۃ من حملنا مع نوح۔ اور ہم نے ان سے (بنی اسرائیل سے) کہا کہ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا مجھے چھوڑ کر (کسی کو) اپنا کارساز مت ٹھہراؤ۔

شکوہ ۱۔ نصب بوجہ عمل کان کے ہے شکور۔ شکر گذار۔

۴:۱۴ = قَضَيْنَا اِلٰی۔ اِی اعلماہم وَاخبرناہم۔ ہم نے (بنی اسرائیل کو) آگہ کر دیا تھا۔ بتا دیا تھا۔ (قَضٰی اِلٰی) کسی کو بتانا۔ کسی کو وضاحت کے ساتھ بتانا۔ قَضَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔

= الْكِتٰب۔ اِی التوراة۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔

= لَتَفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ۔ لَتَفْسِدُنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اِفسَادُ (افعال) تم ضرور فساد کرو گے۔ تم ضرور خرابی پھیلاؤ گے۔ بعض کے نزدیک لام قسم ہے! اور تقدیر کلام ہے وَاللّٰہ لَتَفْسِدُنَّ۔ خدا کی قسم تم ضرور فساد مچاؤ گے۔

فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں۔ یہاں اَرْض۔ مراد ارض شام اور بیت المقدس ہے۔

= وَلَتَعْلُنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع مذکر حاضر۔ اَلْعُلُوُّ (باب نص) سے۔ تم چڑھ جاؤ گے

تم سرکشی کرو گے۔ لَتَفْسِدُنَّ کی طرح لَتَعْلُنَّ میں بھی۔ لام للقسم ہو سکتی ہے۔ اَلْعُلُوُّ۔ کسی چیز کا بلند

ترین حصہ۔ یہ سُفْل کی ضد ہے اَلْعُلُوُّ بلند ہونا۔ مذموم معنوں میں فساد کرنا۔ سرکشی کرنا جیسے اور

جگہ کہ اَن مجید میں آیا ہے لَا یُرِیْدُ ذٰلَکَ اِلَّا فِی الْاَرْضِ (۸۳:۲۸) جو زمین میں سرکشی کرنا نہیں چاہتے۔

وَلَتَعْلُنَّ اَعْلٰوًا کَبِیْرًا اور تم بڑی سرکشی کا ارتکاب کرو گے (خلق پر ظلم و ستم کر کے اور خالق کے

قانون سے بغاوت کر کے)

= مَرَّیْنِ۔ دو مرتبہ۔ الکشاف میں ہے۔ پہلی مرتبہ قتلِ حضرت زکریا علیہ السلام و جس ارمیا نبیؑ اور

دوسری مرتبہ قصد قتل عیسیٰ علیہ السلام (بعد عام ظلم و ستم کے)

آیات ۴۔ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۔ ہم کے بعد۔ اور اس کے بعد نتیجہً تمہیں سخت عذاب

دیا جائیگا۔ کے الفاظ حذف ہیں۔

۵:۱۴ = فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰٓئِہِمَا۔ پھر جب ان دو باریوں میں سے پہلی مرتبہ کے وعدہ کا وقت آیا۔

= بَعَثْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے بھیجا۔ بَعَثٌ سے۔ یہاں بعثت سے مراد تشریف بعثت نہیں کسی رسول

یا نبی کو بھیجا گیا بلکہ محض تکوینی بعثت مراد ہے۔

پھر تشریف بعثت کے لئے بَعَثَ اِلٰی استعمال ہوا ہے کہ نبی ہمیشہ ہی قوم کی طرف اس کی بہتری کے

لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور یہاں بَعَثَ عَلٰی استعمال ہوا ہے کہ سزا کے لئے مبعوث کو بھیجا گیا۔

مفسرین کے نزدیک یہاں لفظ ۵۶ ق۔ م میں بخت نصر تاجدار بابل و نینوا کے ہاتھوں بنی اسرائیل کی تباہی و بربادی کی طرف اشارہ ہے۔

== عِبَادًا - عَبْدٌ کی جمع - بندے - عِبَادَ النَّارِ - ہمارے بندے (بلا تخصیص ان کے اعتقادات کے) یہاں مراد ہے۔ وہ انسان جو عذاب الہی کے کارندوں کی محیثیت سے ان پر مسلط کئے گئے تھے۔
= اُولٰٓئِی - ولے - اُولَآءِی سے اُولَآءِی جمع ہے اس کا واحد نہیں۔ اگرچہ بعض ذُو کو اس کا واحد بیان کرتے ہیں اُولَآءِی بحالت رفع اور اُولَآءِی بحالت نصب وجر۔

اُولَآءِی بَآئِسٌ شَدِیدٌ - سخت قوت ولے - سخت جنگ جو۔
= بَآئِسٌ قوت، بہادری، خوف - عذاب - جنگ - لَا بَآئِسَی کوئی خوف نہیں - لَا بَآئِسَ فِی ذٰلِکَ - اس میں کوئی حرج نہیں۔

المفردات میں ہے کہ الْبُؤْسُ وَالْبَآئِسُ وَالْبَآسَاءُ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں مگر بُؤْسٌ کا لفظ زیادہ تر فقر و فاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے اور الْبَآسَاءُ اور الْبَآئِسُ جسمانی زخم اور نقصان کے لئے آتا ہے مثلاً وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَآسًاۙ اَشَدُّ مَتَکِبِلًاۙ (۸۴: ۸۴) اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا دینے کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔
= جَآسُوْا - ماضی جمع مذکر غائب، وہ گھس پڑے۔ وہ داخل ہو گئے جو بُؤْسٌ سے رباب نصر لوٹ مار کے لئے گھس پڑنا۔

= خِلَلٌ - درمیان - بیچ - وسط - خَلَلٌ کی جمع ہے۔ دو چیزوں کی درمیانی کشادگی۔
فَجَآسُوْا خِلَلَ الدِّیَارِ - وہ تمہاری آبادیوں میں (لوٹ مار کے لئے) گھس گئے۔
= وَكَانَ وَعْدًاۙ مَّفْعُولًاۙ میں وَعْدًاۙ - كَانَ کی خبر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اسم کان محذوف ہے
تقدیر کلام ہے وَكَانَ (وَعْدُ الْعِقَابِ) وَعْدًاۙ مَّفْعُولًاۙ اِی لَا یَدَّ اَنْ یَّفْعَلَ - اور سزا عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہنا تھا۔

۶: ۱۷ = رَدَدْنَا - ماضی جمع متکلم - ہم نے پھر دیا - ہم نے لوٹا دیا - ہم نے واپس کر دیا - ہم نے پلٹا دیا - لَکُمْ تمہارے حق میں۔

= اَلْکُرَّةَ - اَلْکُرَّةُ کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو بالذات بالفعل پلٹانا یا موڑ دینا۔ یہ اصل میں مصدر ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع کُرُوْرٌ ہے (مادہ کُرُ) اسی سے اَلْکُرَّةَ - بمعنی دوسری بار ثُمَّ رَدَدْنَا لَکُمُ الْکُرَّةَ عَلَیْہُمْ پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا۔
= اَمَدَدْنَاکُمْ - ماضی جمع متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تمہاری مدد کی اِمْدَادٌ

رَافِعَالٌ ہے۔

== نَفِيرًا منصوب بوجہ تیز کے ہے اَكْثَرُ سے نَفِيرٌ کنبہ یا قبیڈ کے افراد۔ یا یہ نَفَرٌ کی جمع ہے جیسے عَبْدٌ کی جمع عَبِيدٌ ہے اور کَلْبٌ کی جمع حَلِيبٌ ہے۔ یا نَفَرٌ يَنْفِرُ (ضَرْب) سے مصدر ہے۔ لڑائی کے لئے نکلتا۔ نَفَرُ الْقَوْمِ يَلْقَتَالِ قَوْمٌ لڑائی کے لئے نکلی۔ اَكْثَرُ نَفِيرًا۔ اى اكثر عددًا۔ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيرًا۔ ہم نے تم کو کثیر التعداد بنا دیا۔

== اسَا۟ئِمٌ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم بُرائی کرو گے۔ یا تم نے بُرائی کی۔ تم نے بُرا کیا۔ اسَا۟ئِمٌ سے مادہ سُوءٌ۔

== خَلَعَا۔ میں لام معنی عَلٰی ہے جیسا کہ وَعَلَيْهَا مَا اَكْتَسَبْتَ (۲۸۶:۲) اور جوید (عل) اس نے اپنے ارادہ و اختیار سے کہے (اس کا برا نتیجہ عذاب و سزا کی صورت میں بھی م اسی پر ہوگا۔ یا یہ لام استحقاق کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد حق تعالیٰ ہے لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۶۱:۹) اور جو دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یا یہ لام اختصاص کے لئے ہے کہ اچھے اور بُرے کام کی جزا و سزا اس کے کرنے والے کے لئے مختص ہے یعنی وہی بھگتے گا۔

== وَعِنْدُ الْاٰخِرَةِ۔ دوسرا وعدہ۔ اپنی تمہاری دوسری دفعہ کی ظلم و تعدی و سرکشی و نافرمانی کے نتیجہ میں سزائیں و عذاب دینے کا وقت یا عذاب دینے کی نوبت۔ لَيْسُو۟ءٌ.... الخ۔ تقدیر کلام ہے فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لَعَنَّا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا اَوْ لِبَا۟ئِسٍ مِّنْهُمْ لِيُسُو۟ءَ... الخ۔

یعنی اور جب دوسرا وعدہ آگیا تو ہم نے اپنے طاقت ور۔ جنگ جو سخت بندے تمہارے خلاف بھیجے۔ تاکہ غمناک بنا دیں یا بگاڑ دیں تمہارے چہروں کو۔... الخ۔ مفسرین کے نزدیک اس کا اشارہ شہنشاہ رومی شہنشاہ طيطاوس (TITUS) کے ہاتھوں ارض شام و بیت المقدس کے تاخت و تاراج کی طرف ہے۔

لَيْسُو۟ءٌ۔ میں لام تعلیل کی ہے۔ یُسُو۟ءُ مضارع جمع مذکر غائب سُوءٌ مصدر باب نصر تاکہ وہ بگاڑ دیں۔ اور جبکہ ارشادِ ربانی ہے فَكَمَا دَاوُدُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُو۟هُ الَّذِي۟نَ كَفَرُو۟ا (۲۷:۶۷) پھر جب وہ اس قیامت کو پاس آتا دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ اور یہاں چہروں کو بگاڑنے سے مراد ہے کہ ان کی مالی۔ ملکی۔ اخلاقی۔ دنیوی۔ دینی حالت کو

تہیں نہس کر کے بالکل مسخ کر دیتا۔

سَاءَ لَيْسُوْا سُوْءٌ (باب نصر) افعال ذم سے ہے۔

= لَيْتَبْرُؤَا۔ لام برائے تعلیل، یَتَبَرَّؤْا مضارع جمع مذکر غائب باب تفعیل۔ تَبَرَّؤْا تَنْبِیْزًا۔ تاکہ تباہ و برباد کر دیں۔ تَبَرَّؤْا ہلاک کرنا۔

لَيْسُوْا۔ لَيْسَ خَلُوْا ۱۔ لَيْتَبْرُؤْا ان تینوں افعال میں لام برائے تعلیل ہے۔

= مَاعَلَوْا۔ اس میں مَما موصول ہے عَلَوْا ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ عَلُوْا سے۔ وہ غالب آئے مَاعَلَوْا جس پر وہ قابو پائیں۔ یہ مفعول ہے لَيْتَبْرُؤْا کا۔ لَيْتَبْرُؤْا مَاعَلَوْا تَنْبِیْزًا تاکہ وہ جس پر قابو پائیں اس کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیں۔

۸۱۱۷ = عَسَىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ (عجیب نہیں کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے) یہ خطاب ان اسرائیلیوں سے ہے جو قرآن کے معاصر اور براہ راست مخاطب تھے۔

اس سے قبل ان تبتکم عن المعاصی وتؤمنوا باللہ ورسولہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

مذکور ہے یہ اس جملہ شرطیہ کا جواب ہے عَسَىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ

= اِنْ عُدْنَا۔ یہ جملہ شرطیہ ہے اگر تم سرکشی کی طرف دوبارہ بھرے۔

عُدْنَا۔ جواب شرط۔ تو (اس کی سزا و عذاب دینے کے لئے) ہم بھی دوبارہ (ایسا ہی) کریں گے (جیسا کہ پہلے نہیں سزا دی تھی) عَادَ يَعُوْدُ عَوْدٌ باب نصر) پھر آنا۔ پھر کرنا۔ کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنا۔

یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے۔ یعنی اگر تم سرکشی کی طرف دوبارہ پھرے تو پھر ہم بھی دوبارہ سزا دی کی طرف رجوع کریں گے۔

= حَصِيْرًا۔ زندان خانہ۔ قید خانہ۔ بندی خانہ۔ حَصْرٌ سے بروزن قِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی فاعل

بھی ہو سکتا ہے کیونکہ قید خانہ روکنے والا ہوتا ہے اور بمعنی مفعول بھی کیونکہ وہ رکھا ہوا ہوتا ہے۔

۹۲۱۷ = لِّلّٰہِ ہِیَ اَقْوَمُ۔ اِیْ اِلٰی الطَّرِیْقَةِ الَّتِیْ ہِیْ اَصْوَبُ (بیشک یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے)

اس راستہ کی جو صواب ترین ہے یا اِلٰی الکَلِمَةِ الَّتِیْ ہِیْ اَعْدَلُ۔ یا (رہنمائی کرتا ہے) اس کلمہ کی طرف

وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جو موزوں ترین ہے۔

= یُبَشِّرُ۔ بشارت دیتا ہے خوشخبری دیتا ہے تَبَشِّرُ (تفعیل) سے اس کا فاعل القرآن ہے۔

۱۰: ۱۷ = اَعْتَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِعْتَادٌ (افعال) سے ہم نے تیار کیا۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔

۱۱: ۱۷ = یَدْعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب دُعَاءٌ سے باب نصر وہ دعا مانگتا ہے وہ دعا کرتا ہے

== دُعَاءُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا دعا کرنا۔ اس کا دعا مانگنا ای کد عائہ بالخیر۔ اپنی مہلانی کی دعا کی طرح۔ یعنی جس طرح اس کو اپنی مہلانی کی دعا کرتی چاہتے بلا تامل اسی طرح وہ اپنی برائی کے لئے بھی دعا کر دیتا ہے (نتائج سے لاپرواہی کرتے ہوئے)

آیت ۱۰۔ میں بالوضاحت ارشاد فرمایا گیا کہ مومنین صالحین کے لئے اجر کبیر (یعنی جنت) ہے اور منکرین و کافرین کے لئے عذاب الیم (دوزخ) ہے۔ لیکن بعض لوگ یعنی کافر منکر اور عذاب کے لئے بھی یوں بار بار دعائیں کرتے ہیں جیسے وہ جزا یا رحمت کے لئے کر رہے ہوں۔ مثلاً کفار مکہ کو وہ اپنے اس احمقانہ پن میں بار بار کہتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ هٰذِا (ای القرآن) هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ اَوْ اَنْتُنَا بِعَذَابٍ اَلِيْسٍ (۸: ۳۲) اے اللہ اگر یہ قرآن تیری طرف سے سچ ہے (تو ہمارے اس انکار پر) تو ہم پر آسمان سے پتھر برسائے یا لے آہم پر دردناک عذاب۔ یا مثلاً ان سے قبل قوم ہود (علیہ السلام) نے کہا فَاَنْتُنَا بِمَا لَعِدْنَا اَنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۴: ۷۰) اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ یا حضرت صالح (علیہ السلام) کی قوم نے کہا وَقَالُوا يٰصَالِحُ اَنْتُنَا بِمَا لَعِدْنَا اَنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۴: ۷۷) اور انہوں نے کہا کہ اے صالح لے آؤ ہم پر اس عذاب کو جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم (سچ مچ) اللہ کے فرستادگان میں سے ہو۔

یا مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا کہنا قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جَا دَلْنَا فَا كَثُرَتْ جِدَالَنَا فَاَنْتُنَا بِمَا لَعِدْنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۱: ۳۲) اے نوح تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو بنے دو) اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔

صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں :

یہ جواب ہے کفار مکہ کی ان احمقانہ باتوں کا جو وہ بار بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ بس لے آؤ وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈرایا کرتے ہو۔ اوپر کے بیان کے بعد معایہ فقرہ ارشاد فرمانے کی غرض اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ بے وقوفو! خیر مانگنے کی بجائے عذاب مانگتے ہو تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے کہ خدا کا عذاب جب کسی قوم پر آتا ہے تو اس کی کیا گت بنتی ہے !

اور اگر اس آیت سے یہ مطلب لیا جاوے کہ یہ خطاب سب انسانوں کے لئے ہے تو اس بارہ تفسیر ابن کثیر میں ہے :-

انسان کبھی کبھی دلگیر اور نا امید ہو کر اپنی سخت غلطی سے خود اپنے لئے برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے

کبھی اپنے مال و اولاد کے لئے بد دعا کرنے لگتا ہے کبھی موت کی کبھی ہلاکت کی کبھی بربادی کی دعا کرتا ہے لیکن اس کا خدا خود اس سے بھی زیادہ اس پر مہربان ہے ادھر یہ دعا کرے ادھر وہ قبول فرمائے تو ابھی ہلاک ہو جاتے۔

حدیث شریف میں بھی ہے کہ اپنی جان و مال کے لئے بد دعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی عنت میں ایسا کوئی کلمہ بد زبان سے نکل جائے (اور وہ بد دعا اپنے خلاف ہی قبول ہو جائے) اس کی وجہ صرف انسان کی اضطرابی حالت اور اس کی جلد بازی ہے۔ یہ ہے ہی جلد باز۔
= عَجُوْا لَّطَعَجَلُ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت جلد باز۔ بوجہ خبر کان منصوب ہے۔

۱۲۷ = مَحَوْنَا ماضی جمع متکلم۔ مَحَوَّ مصدر۔ باب نصر۔ ہم نے مٹا دی۔ ہم مٹا دیتے ہیں۔ ناقص وادی ہے لیکن ناقص یا ئی بھی آیا ہے۔ ابواب ضرب و سماع سے اور اس کا معنی بھی یہی ہے مٹانا۔ اثر زائل کرنا۔ مَحَوَّ کا اگرچہ اصل معنی مٹا دینا اور اثر زائل کرنے کے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے مراد مدہم کر دینا۔ یاد دہندہ لادینا ہے۔

فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ۔ ہم نے مدہم کر دی رات کی نشانی کو۔ یاد دہندہ لادینا دیارات والی نشانی کو۔ یعنی رات کو دن کے مقابلہ میں تاریک رکھا۔ اگر رات جزوی طور پر یا کلی طور پر چاندنی ہو تو بھی دن کے مقابلہ میں تاریک ہے اور یہ تاریکی عدم مشغولیت کے لئے ہے تاکہ رات کے وقت انسان آرام کرے جیسا کہ اور جگہ فرمایا هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (۶۷: ۱۰) وہ وہی اللہ تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ تم اس میں چین پاؤ اور دن کو ابنا یا، دکھلانے والا۔

یا اور جگہ فرمایا۔ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّهَارَ مَعَاشًا (۷۸: ۱۰-۱۱) اور ہم نے رات کو پردہ کی چیز بنا دیا اور ہم نے دن کو معاش (روزی کمانے) کا وقت بنا دیا۔

= مُبْصِرًا۔ خود روشن اور دوسری چیزوں کو روشن کرنے والی۔ اسم فاعل واحد مؤنث منصوب
= لَتَبْتَغُوا۔ میں لام تعلیل کی ہے تَبْتَغُوا مضارع جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اِبْتَغَاءً (افتعال) سے اصل میں تَبْتَغُوْتُمْ تھا۔ نون اعرابی لام تعلیل کے عمل سے حذف ہو گیا۔ کہ تم تلاش کرو۔ تم ڈھونڈو تم چاہو۔

= فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ فَضْلًا۔ روزی۔ رزق۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ (۶۲: ۱۰) پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو۔ اور اللہ کا رزق تلاش کرو۔

الْفَضْل کے معنی کسی چیز کے اقتصاد (متوسط درجہ) سے زیادہ ہونے کے ہیں اور اس کی

دوستیں ہیں (۱) محمود۔ جیسے علم و حلم وغیرہ کی زیادتی (۲) مذموم۔ جیسے غصہ کا حد سے بڑھ جانا۔ لیکن عام طور پر الفضل اچھی باتوں پر بولا جاتا ہے اور الفضول بری باتوں پر۔

حب فضل کے معنی ایک چیز کے دوسری پر زیادتی کے ہوں تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ برتری بلحاظ جنس کے ہو۔ جیسے جنس حیوان کا جنس نباتات سے برتر ہونا۔

۲۔ یہ برتری بلحاظ نوع کے ہو جیسے نوع انسان کا نوع حیوان سے برتر ہونا۔ جیسے فرمایا وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ..... وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا (۷۰: ۱۷) اور ہم نے

بنی آدم کو عزت بخشی..... اور اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔

۳۔ افضلیت بلحاظ ذات۔ مثلاً ایک شخص کا دوسرے شخص سے برتر ہونا

اول الذکر دونوں قسم کی فضیلت بلحاظ جوہر ہوتی ہے جن میں ادنیٰ ترقی کر کے اپنے سے اعلیٰ درجہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ مثلاً گھوڑا اور گدھا کہ دونوں انسان کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ البتہ تیسری قسم کی فضیلت من حیث الذات ہے اور چونکہ کبھی عارضی ہوتی ہے اس لئے اس کا اکتساب عین ممکن ہے اور یہی تیسری قسم کی فضیلت ہے جسے محنت اور سعی سے حاصل کیا جاسکتا ہے! ہر وہ عطیہ جو دینے والے پر لازم نہیں آتا وہ فضل کہلاتا ہے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ (۵: ۵۴) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے لَبْتَخُوا أَفْضَلًا مِّن رَّبِّكُمْ تاکہ تم اپنے پروردگار کا رزق تلاش کرو۔

= وَالْحِسَابَ۔ اور دوسرے سائے، حساب۔ دنیا اور دین کے سائے کا دوبارہ جو وقت اور زمانے سے متعلق ہیں۔

= وَكُلَّ شَيْءٍ فَضَّلْنَاهُ تَفْضِيلًا اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا مصدر کو آخر میں تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۳: ۱۷ = وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ۔ ہم نے ہر انسان کے لئے لازم کر دیا ہے۔ ہم نے اس کے لئے لگا دیا ہے۔ أَلْزَمْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ الزام سے ہضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع كُلُّ إِنْسَانٍ ہے۔

= طَائِرٌ۔ ہر وہ پروں والا جانور جو فضا میں حرکت کرتا ہے اسے طائر کہتے ہیں۔

طَاوِطَيْرٌ طَيْرٌ دَطِيرَانٌ وَطَيْرٌ وَرَجٌّ پرندہ کا اڑنا۔ طائر کی جمع طیر ہے۔ جیسے رَاكِبٌ کی جمع رُكَبٌ ہے۔ پرندے کے اڑنے کے معنی میں طَاوِطَيْرٌ کا اکثر استعمال ہوا ہے مثلاً وَلَا طَاوِطَيْرٌ يَّجْمَعُ حَيْهَ (۶: ۳۸) اور نہیں ہے کوئی پرندہ جو اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہے

(مگر یہ کہ وہ سب تمہاری ہی طرح کے گروہ ہیں) اَطْيَرٌ وَتَطْيَرُ خَلْدٌ۔ اس کے اصل معنی تو کسی پرندہ سے شگون لینے کے ہیں پھر یہ ہر اس چیز کے لئے استعمال ہونے لگا جس سے بُرا شگون یا جاکہ اور اسے منحوس سمجھا جائے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے اِنَّا تَطْيَرُ نَابِكُمْ (۳۶: ۱۸) ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔ اور اِنْ تُصِيبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطْيِرُوا (۴: ۱۳۱) اگر ان کو سختی پہنچتی ہے تو بد شگون لیتے ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کو باغث نحوست سمجھتے ہیں۔ اور قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ (۳۶: ۱۹) انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔

یہاں طائر سے مراد انسان کے نیک و بد اعمال ہیں جو اپنے انجام میں بطور جزو لاینفک اس کے ساتھ لازم کر دیئے گئے ہیں۔ طَائِرُکَ اس کے اعمال کی شامت اس کی بُری قسمت۔ اَلْزَمْنَةُ فِي عُنُقِهِ محاورہ عرب میں شدت لزوم اور کمال ربط کے اظہار کے لئے آتا ہے

امام راغب لکھتے ہیں۔ انسانی اعمال کو طائر اس لئے کہا گیا ہے کہ عمل کے سرزد ہونے کے بعد انسان کو یہ اختیار نہیں رہتا کہ اسے واپس لے سکے۔ گویا وہ اس کے ہاتھوں سے اڑ جاتا ہے۔

وَكُلَّ إِنْسَانٍ اَلْزَمْنَةُ طَائِرُهُ فِي عُنُقِهِ اور ہم نے ہر انسان کی بُری قسمت کو اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

= يَلْقَاهُ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع کِتَابٌ ہے لَقِيَ مصدر باب سمع وہ اس کو پائے گا۔

= حَنَشُورًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ نَشَرُ۔ کھلا ہوا۔ المفردات میں ہے۔ اَلنَّشْرُ۔ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے کے ہیں۔ یہ کپڑے اور صحیفے کے پھیلانے بارش اور نعمت کے عام کرنے اور کسی بات کے مشہور کر دینے پر بولا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اور جگہ آیا ہے وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۸۱: ۱۰) اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے۔

۱۳: ۱۷ = اِقْرَأْ۔ تو پڑھ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ قِرَاءَةٌ مصدر باب فتح و نصرے مُتَعَلٍّ ہے اس سے قبل يُقَالُ لَهُ مُقَرَّبٌ۔ اِی یَقَالُ لَهُ اِقْرَأْ۔ اس سے کہا جائیگا پڑھ۔

= كِتَابِكَ۔ اِی كِتَابِ اَعْمَالِكَ۔ اپنا نامہ اعمال۔

= كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔ بِنَفْسِكَ میں باء زائدہ ہے۔ نَفْسِكَ مضاف مضاف الیہ مل کر كَفَى کا فاعل ہے۔ یعنی حساب لگانے میں آج تو خود ہی کافی ہے۔ تیری اپنی ذات ہی

کافی ہے (یعنی تیرا نامہ اعمال بذاتِ خود تجھ پر تیرے دنیاوی اعمال کی حقیقت واضح کر دیگا) کَفَىٰ - ماضی واحد مذکر غائب ماضی براد استمرار ہے یعنی اس طرح کفایت کر نیوالا۔ ضرورت پوری کرنے والا کہ اس کے بعد کسی کی حاجت نہ ہے۔ کِفَايَةً مصدر۔ اسم مصدر بھی ہے۔ وہ چیز جو ضرورت کو پوری کر دے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہ ہے۔ اسی سے اَلْكَافِي: اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے کہ وہ ذاتِ پاک ضرورت کو پوری کرنے والی ہے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہیں۔

حَسِبًا۔ بر وزن فَعِيلٌ بمعنی فاعل ہے۔ حساب لینے والا۔ حساب کر نیوالا۔

۱۵: ۱۷ = اِهْتَدَىٰ - راہ پر آیا۔ اس نے ہدایت اختیار کی۔ اِهْتَدَاءٌ (افتعال) مصدر ماضی واحد مذکر غائب۔

= عَلَيْهَا۔ اِی علیہا وبال الصَّلَال۔ اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے۔

= لَا تَزِرُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ وہ بوجھ نہیں اٹھاتی ہے وَذُرُّ دَبَابٍ ضرب سے دَاوِرَةٌ بوجھ اٹھانے والی۔ نفس کی رعایت سے فاعل کو مؤنث لایا گیا ہے = اُخْرَى۔ اُخْرُ دَاوِرٌ کا مؤنث ہے۔ دوسری۔ پچھلی۔ وَذُرُّ اُخْرَى۔ مضاف مضاف الیہ۔ دوسرے کا بوجھ۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وَذُرُّ اُخْرَى۔ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائیگی = مَا كُنَّا۔ ماضی منفی جمع متکلم۔ ہم نہیں تھے۔ یا ہم نہیں ہیں۔

= نَبَعَثَ۔ مضارع منصوب جمع متکلم بَعَثَ مصدر۔ (باب فتح) ہم بھیج دیں۔ ۱۶-۱۷ = اَمَرْنَا۔ اَمْرٌ سے۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے حکم دیا۔

اَمْرُنَا کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

- ۱۔ بعض نے کہا ہے کہ اَمْرُنَا بمعنی اَمَرْنَا ہے یعنی ہم امیر بنا دیتے ہیں یعنی حاکم کر دیتے ہیں اہل ثروت کو۔ اور وہ دولت و اقتدار کے نشے میں فتنہ و فجور کا ارتکاب کرتے ہیں۔
- ۲۔ بعض کے نزدیک اَمْرُنَا بمعنی اَكْثَرْنَا ہے یعنی ہم اہل ثروت کی تعداد کثیر کر دیتے ہیں اور وہ دولت کے نشے میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔

۳۔ بعض کے نزدیک اَمْرُنَا مُتَرَفِّعٌ ہا کے بعد یہ عبارت مقدر ہے بِالطَّاعَةِ عَلٰی لِسَانِ الرَّسُولِ یعنی ہم وہاں کے اہل ثروت اشخاص کو ان کے رسول کے ذریعہ اطاعت کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ نافرمانی کرتے ہیں۔

= مُتَرَفِّعٌ۔ اسم مفعول جمع مذکر حالت نسب۔ مضاف ہا مضاف الیہ ضمیر بستی کی طرف راجع ہے اصل میں مُتَرَفِّعَاتٌ تھا اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ بستی کے دولت مند اہل ثروت

صاحب اقتدار لوگ۔

مُتَرَفِّیْ۔ صاحبِ دولت۔ اسم فاعل۔ اُتَرَفَّ (افعال) سے جس کے معنی عیش و آرام دینا۔ فراغت کی زندگی دینا ہے۔ اُتَرَفَّ زَیْدٌ۔ زید کو خوش حالی دی گئی۔ فَهُوَ مُتَرَفٌّ۔ پس وہ آسودہ حالی اور کثرتِ دولت سے بدست ہے۔ اُتَرَفَّتْهُ النِّعْمَةُ۔ عیش نے اس کو بے راہ کر دیا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَ اُتَرَفُّهُمْ فِی الْحَیْوَةِ الدُّنْیَا (۲۳: ۳۳) اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی سے رکھی تھی۔

= فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ۔ ای فوجِ علیہا الوعد۔ پس عذاب کا فرمان ان پر واجب ہو جاتا ہے۔ اَلْقَوْلُ۔ ای حکمتِ العذاب۔

= فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِیْرًا۔ تَدْمِیْرًا۔ فعل با فاعل ہا مفعول تَدْمِیْرًا۔ مصدر برائے تاکید لایا گیا ہے۔ پس ہم اس کو تہس نہس کر دیتے ہیں۔

دَمَّرَ یَدْمِیْرُ تَدْمِیْرًا (تفعیل) ہلاک کرنا۔ اکھاڑ مارنا۔ تباہی لا ڈالنا۔

اور جگہ ارشاد ہے دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْہِمْ (۱۰: ۴۷) اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال دی۔

۱۷: ۱۷ = کَمْ۔ خبریہ ہے۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔ جیسے کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ۔ میں نے کتنے ہی مردوں کو پیٹا۔

اس صورت میں کبھی اس کی تمیز سے پہلے میں جارہ آتا ہے۔ جیسے کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ

فِئَةٌ کَثِیْرَةٌ (۲: ۲۴۹) کتنے ہی قلیلِ التعداد گروہ کثیرِ التعداد گروہوں پر غالب آگئے۔ یا کَمْ

قَصَمْنَا مِنْ قُرْبَیَّةٍ کَا نَتَّ ظَالِمَةً (۱۱: ۲۱) اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ستمگار تھیں

ہلاک کر ڈالا۔

آیت ہذا میں کَمْ خبریہ ہی استعمال ہوا ہے۔ اس کی دوسری صورت استفہامیہ ہے اس حالت میں اس کا مابعد اسم تمیز بن کر منصوب ہوتا ہے اور اس کے معنی کتنی تعداد یا مقدار کے ہوتے ہیں۔ مثلاً کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتُ۔ تو نے کتنے آدمیوں کو پیٹا۔

= الْقُرُونُ۔ وہ قومیں جن میں سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔

قَرْنٌ۔ واحد۔ ایک زمانہ کے آدمی۔ وہ قوم جو ایک زمانے میں ہو۔

= وَ کَفٰی بِرَبِّکَ۔ میں بت زائدہ ہے وَ کَفٰی رَبُّکَ.....

وَ کَفٰی بِرَبِّکَ بِذُنُوبِ عِبَادٍ خَیْرًا اَبْصِرًا اور اپنے بندوں کے گناہوں کی

بابت خبر رکھنے اور ان کو دیکھنے کے لئے تیرا رب ہی کافی ہے، کسی اور کی ضرورت نہیں۔

۱۷:۱۸ = الْعَاجِلَةُ - جلد ملنے والی - دنیا اور دنیا کی آسودگی مراد ہے عَجَلٌ - عَاجِلَةٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث ہے۔ الْعَاجِلَةُ صفت ہے اس کا موصوف الدار محذوف ہے العاجلة سے مراد دار دنیا ہے۔

= عَاجِلُنَا - ہم نے جلدی کی۔ تَعَجَّلْ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔
عَاجِلُنَاكَ - ہم اس کو جلدی دیدیتے ہیں۔
= فِيهَا اِي فِي تِلْكَ الدَّارِ الْعَاجِلَةِ - اِی فی الدنیا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الدار العاجلة - یعنی دار دنیا ہے۔

= يَصْلُهَا - مضارع واحد مذکر غائب وہ داخل ہوگا۔ صَلًی لِیَصْلَ (باب فتح) باب سَمِعَ مصدر صَلًی هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَهَنَّمَ کی طرف راجع ہے۔ يَصْلُهَا وہ اس جہنم میں داخل ہوگا

= مَذْمُومًا - اسم مفعول۔ مذمت کیا ہوا۔ ذَمَّ يَذُمُّ (نصر) ذَمُّ مَذْمُومَةٌ سے برائی کرنا۔ عیب جوتی کرتا۔ مذمت کرتا۔ اَذَمْتُ کسی کو پناہ دے کر اپنی حفاظت میں لینا۔ اَلَّذِیْ مَآ مَآءٌ كَفَالَتْ - ذم داری۔ اَنْتَ فِیْ ذِمَّةِ اللّٰهِ - تو اللہ کی پناہ میں ہے۔

= مَذْخُورًا - اسم مفعول۔ ٹھکرایا ہوا۔ راندہ ہوا۔ اَلْمَذْخُورُ وَالْمَذْخُورُ (باب نصر) کے معنی دھتکار دینے اور دور کر دینے کے ہیں۔

آیت نہا میں لَنْ تَزِيدَ بَدَلِ الْبَعْضِ ہے اور اس کا مبدل مَنْ لَكَ جس کا مرجع مَنْ ہے جو ابتداء آیت میں ہے مَنْ اور لَكَ اگرچہ لفظاً واحد ہیں لیکن معنی جمع ہیں۔ لہذا آیت کا ترجمہ ہوگا جو لوگ طلبکار ہیں دار دنیا کے ہم ان میں سے جس کو چاہیں جلدی ہی اس دنیا میں جتنا چاہیں دے دیتے ہیں۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ فِي مِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِنْ شَرِّ مَا تَصْنَعُ - اور یصلُہا میں ضمیر فاعل بھی مَنْ تَزِيدُ کے لئے ہے

۱۹:۱۷ = مَشْكَورًا - اسم مفعول واحد مذکر۔ مقبول۔

۲۰:۱۷ = كُلًّا - میں تنوین عوض کی ہے اصل میں كُلُّ الْفَرِیْقَیْنِ مضاف الیه کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے عوض كُلًّا بر تنوین آگئی۔

اس کی اور مثالیں دَكُلْتُ فِي فَلَكٍ لَیْسَ جَوْنٌ (۴۰:۳۶) اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیرے ہیں۔ اور دَكُلًا جَعَلْنَا صَالِحِیْنَ (۷۳:۲۱) اور سب کو ہم نے نیک بخت بنایا۔

مضاف مضاف الیہ کی صورتیں ۔

- ۱۔ جمع معرف باللام کی طرف کُلّ کا مضاف ہونا۔ جیسے کُلّ القوم پوری قوم
- ۲۔ جمع معرف باللام کی ضمیر کی طرف مضاف ہونا۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ۔ (۲۰: ۱۵) تو فرشتے سب کے سب سجدہ میں گر پڑے ۔
- ۳۔ نکرہ مفردہ کی طرف مضاف ہونا۔ جیسے وَكُلُّ الْإِنْسَانِ أَلَدٌ مِّنْهُ (۱۴: ۱۳) اور ہم نے ہر انسان (کے اعمال کو بصورت کتاب) اس کے گھلے میں لٹکا دیا ہے۔

== نَمِدُّ۔ مضارع جمع متکلم۔ (مُذَادُّ) (افعال) ہم مدد دیتے ہیں۔ ہم امداد کرتے ہیں۔ ہم دیتے ہیں ہم سعت کھول دیتے ہیں۔ ہم اپنا رزق اور نعمتیں مطیع و عاصی دونوں کو عطا کرتے ہیں۔

== هُوَ ذَا وَهُوَ ذَا۔ ان کی بھی اور ان کی بھی۔ یعنی طالبان دنیا کی بھی اور طالبان آخرت کی بھی

== مَحْظُورًا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ ممنوع۔ روکی گئی۔ بند کر دی گئی۔ یعنی تیرے رب کی نعمتیں اور بخششیں کسی پر بند نہیں۔

۲۱: ۱۴ = فَضَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے فضیلت دی (دنیاوی سائو سامان کے عطا کرنے میں)

== وَكَذَلِكَ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَ أَكْبَرُ تَفْضِيلًا۔ لیکن باعتبار درجات و باعتبار فضل و کرم کے آخرت سب سے بڑھ کر ہے۔

۲۲: ۱۴ = فَتَقَعْدَ۔ ورنہ تو بیٹھ رہیگا (قُعُودُ) (بیٹھے رہنا) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر

== مَخْذُولًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ خَذَلُ وَ خَذَلْتُ مصدر۔ بے مدد چھوڑا ہوا

خَذَلَا يَخْذُلُ (باب نصر) بے مدد چھوڑنا۔

۲۳: ۱۴ = قَضَى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضَا و قَضَاءُ مصدر۔

قضا قولی ہو یا عملی۔ بشری ہو یا الہی۔ بہر حال اس میں فیصلہ کر دینا یا فیصلہ کر لینا۔ کسی بات کے متعلق ارادہ کر لینا۔ حکم دینا۔ یا عمل کو ختم کر دینا۔ کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ صلہ یا سیاق کی مناسبت سے اس کے مختلف معانی ہیں۔ حکم دینا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ مقدر کرنا۔ مقرر کرنا۔ قضی حاجتہ ضرورت پوری کرنا اور اس سے فارغ ہونا قضی و طرہ اپنی حاجت پوری کر لی۔ اپنی مراد پالی۔

قضی زَبَدٌ مِّنْهَا وَ طَرَا (۳۴: ۲۳) زید کا دل اس عورت سے بھر گیا۔ یعنی بے تعلق ہو گیا۔ اس نے طلاق دیدی ہم قضی نَجَّہ مرعانا۔ کنایہ موت مراد ہے اصل استعمال منت پوری کرنا کے لئے ہے

== وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ای احسنوا بالوالدین احساناً اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

= اِمَّا۔ اِنْ مَّا ہے اِنْ شرطیہ ہے مَا زائدہ ہے تاکید کے لئے آیا ہے۔ اگر۔

= يَبْلُغَنَّ۔ بَلَغَ يَبْلُغُ (نصر) سے مضارع بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب۔ وہ پہنچ جائے

= الْكِبَرِ۔ اسم مصدر منصوب۔ پیرانہ سالی۔ بڑھاپا۔

= كِلَا۔ تاکید۔ تثنیہ مذکر کے لئے آتا ہے یعنی دونوں (مذکر) یہ لفظ لفظاً مفرد ہے اور معنی کے اعتبار سے

تثنیہ۔ اس لئے مفرد بھی مستعمل ہے اور تثنیہ بھی۔ بغیر مضاف الیہ کے مستعمل نہیں۔ اگر مضاف الیہ اسم ظاہر

ہو تو رفع، نصب، جر۔ ہر حالت میں اس کا الف باقی رہتا ہے۔ جیسے جَاءَ كِلَا الرَّجُلَانِ وَرَأَيْتُ

كِلَا الرَّجُلَيْنِ وَمَرَرْتُ بِكِلَا الرَّجُلَيْنِ۔

مگر جب مضاف الیہ ضمیر ہو تو حالت رفع میں كِلَا ہما اور حالت نصب و جر میں كِلَيْهِمَا (یاء

کے ساتھ) آئے گا۔ جیسے رَأَيْتُ الرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا۔

كِلْتَا۔ دونوں (مونث) تاکید مونث کے لئے ہے۔ اس کا استعمال بھی كِلَا کی طرح ہے۔ لیکن

جب ان (كِلَا۔ کلتا) کی طرف ضمیر راجع ہو تو ان کا لفظ مفرد ہونے کی وجہ سے مفرد کا صیغہ لایا جاتا ہے

جیسے زید و عمرو كلا هما قاتلہ یا كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اَنْتَ اُكُلْهُمَا (۳۳:۱۸) دونوں باغ اپنا

پورا پورا پھل لائے۔

= لَا تَنْهَرُ۔ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر، تومرت ڈانٹ۔ تومرت جھڑک۔ نَهَرُ مصدر باب فتح۔

۲۴-۱۶ = اخْفِضْ۔ خَفَضَ مصدر سے۔ باب ضرب۔ توجھکاڑے۔ تونرمی اختیار کر۔

= جَنَاحَ الدُّلِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تواضع اور انکسار کے پڑ۔

جَنَاحَ بازو۔ اَجْنَعَةُ جمع۔ پرندہ کا پر۔ کسی شے کی جانب اور پہلو۔ بازو اور ہاتھ کے معنی میں بھی آتا ہے

مَثَلًا وَلَا طَائِرٍ لَّيْطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ (۲۸:۶) اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو پروں سے، اور وَ

اَضْمَمْتُ يَدَكَ اِلَى جَنَاحِكَ (۲۲:۲۰) اور ملا لے اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے۔ اور وَ اَضْمَمْتُ اِلَيْكَ

جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ (۳۲:۲۸) اور خوف (دفع کرنے) کے واسطے اپنا بازو پھر اپنے سے ملا لیتا۔

وَ اَخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الدُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ۔ اور ان دونوں کے لئے ذلت کا بازو مہربانی

سے بچھاؤ۔

ذلت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ذلت انسان کو گراتی ہے۔ دوسری سے مرتبہ بجائے گھٹنے کے

بڑھتا ہے۔ جابر کے سامنے جھک جانا اول الذکر میں شامل ہے۔ لیکن کمزور کے سامنے نرمی اختیار

کرنا مؤخر الذکر میں شامل ہے۔ یہاں یہ دوسری قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں رحمت بمعنی

شفقت ہے۔

ذُلٌّ - ذَلَّ يَذِلُّ (ضرب) کا مصدر ہے۔ تواضع، عاجزی،

= رَبٌّ - اصل میں رَبَّیْتُ تھا اس سے قبل یا حرفِ نداء مقدّم ہے تخفیف کے لئے یا ساقط ہو گیا ہے۔

= كَمَّارٌ رَبَّيْنِي - جیسا کہ (پیار و محبت سے) ان دونوں نے مجھے پالا تھا۔

۱۴: ۲۵ = اَدَابِيْنٌ - اَدَابٌ بہت رجوع ہونے والا۔ اَدْبٌ سے جس کے معنی رجوع ہونے کے ہیں۔ مبالغہ کا صیغہ بروزن فَعَّالٌ۔ یہاں اپنے تمام اقوال و افعال۔ حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا اور اس کا مطیع ہونا مراد ہے۔

اَدَابِيْنٌ - اَدَابٌ کی جمع ہے بہت رجوع کرنے والے۔ یعنی وہ جو گناہ سے توبہ کی طرف اور برائیوں سے اچائیوں کی طرف رجوع کریں۔

۱۴: ۲۶ = اَتَتْ - اِيتَاءٌ سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تودے۔

= لَدَّ تَبَدَّرَ - فعل نہیں واحد مذکر حاضر۔ تَبَدَّرَ يُوْ (تَفْعِيلٌ) سے تو فضول خرچی نہ کر۔ تَبَدَّرَ يُوْ مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۴: ۲۷ = الْمُبَدِّرِيْنَ - فضول خرچ۔ فضول برباد کرنے والے۔ يَذَرُ - بیج جو کھیت میں بکھیرا جاتا ہے اسی رعایت سے مال کو فضول (بکھیرنے والے کو مُبَدِّرٌ کہتے ہیں۔ يَذَرُ يَبْدُرُ (نصر) بکھیرنا۔

= كَفُوْرًا - صفت مشبہ۔ منصوب۔ نکرہ۔ ناشکرا۔

۱۴: ۲۸ = تَعْرَضَتْ - مضارع بانون ثقیلہ۔ واحد مذکر حاضر۔ اِعْدَا ضُ (اِفْعَالٌ) مصدر تو منہ پھیرے۔ تو تغافل کرے (یعنی عدم استطاعت کی وجہ سے اعراض پر مجبور ہو جائے۔

= اِبْتِغَاءٌ - بروزن اِفْعَالٌ، بمعنی پناہنا۔ تلاش کرنا (سخت کوشی کے لئے مخصوص ہے) منصوب بوجہ مفعول لہ ہونے کے ہے۔ اِبْتِغَاءٌ رَحْمَةٍ - رحمت کی تلاش۔ اللہ کی طرف سے رحمت کی امید۔

= تَرْجُوْهَا - جس کی تو توقع اور امید رکھتا ہے رَجَاءٌ سے (نصر) ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جو رَحْمَةٍ کی طرف راجع ہے۔

= مَكْسُوْرًا - اسم مفعول واحد مذکر مُسْوَرٌ سے۔ آسان۔ نرم۔ عُسْرٌ کی ضد۔

آیت کا ترجمہ ہوا۔ اگر اپنے رب کی طرف سے متوقع خوشحالی کی تلاش وجد و جہد کے دوران میں وقتی طور پر تنگدستی کی وجہ سے تجھے ان سے تغافل برتنا پڑے تو ان کے ساتھ نرم گفتاری کا سلوک کر۔

(ان سے مراد وہ حقدار ہیں جن کا ذکر ابھی اوپر گزرا ہے)

۲۹:۱۶ = مَخْلُوكَةً۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔ منصوب، بالکل بندھا ہوا۔ مَخْلُوكَةً اِلَى عُنُقِ گردن سے بندھا ہوا۔ ہاتھوں کا گردن سے بندھا ہونا کے معنی ہیں دینے کے لئے کھلنے سے قاصر ہونا۔ لہذا بخیل کو کہیں گے کہ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں۔

غُلّ کے معنی ہیں باندھنا۔ جکڑنا۔ طوق۔ ہتھکڑی وغیرہ۔

ارشادِ باری ہے، خُذْ دُوهُ فَمَخْلُوكَةً (۶۹: ۳۰) پکڑو اس کو اور طوق پہناؤ اس کو۔

۳۰:۱۶ = وَكَ تَبَسُّطُهَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضرہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اور نہ ہی اسے (اپنے ہاتھ کو) بالکل کھول دے۔

۳۰:۱۷ = فَتَقَعَدَ۔ تو بیٹھ جائے گا۔ ملاحظہ ہو ۲۲:۱۷

۳۰:۱۸ = مَكُوْمًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ کُوْمٌ مادہ۔ ملامت زدہ۔ ملامت کیا ہوا۔

۳۰:۱۹ = مَحْصُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ حسرت زدہ۔ پُرافسوس۔ در ماندہ۔ حیران۔ حَسْرَ مَحْصُوْرًا (نقص)

حَسْرَ مَحْصُوْرًا (ضرر) لازم۔ نگاہ کا تھک جانا۔ برہنہ ہو جانا۔ پہلی مثال یَنْقَلِبُ اِلَيْكَ الْبَصَرُ حَسْرًا

وَحَسِرًا (۶۷: ۴۲) نگاہ ذلیل اور ٹھکی ماندی تیری طرف لوٹ آئے گی۔ اور متعدی تھکا دینا یا برہنہ کر دینا۔

۳۰:۱۷ = يَبْسُطُ۔ کھول دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب کشادہ کر دیتا ہے۔

۳۰:۱۸ = يَفْتَدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَدَّرُ مصدر (باب ضرب) وہ تنگ کرتا ہے۔ قَدَّرَ عَلَيَّ عِيَالِي

اس نے اپنے اہل و عیال پر تنگی کی قَدَّرْتُ عَلَيْهِ الشَّيْءَ۔ میں نے اس پر تنگی کر دی گویا وہ چیز اسے

معین مقدار کے ساتھ دی گئی۔ (بغیر حساب و بے اندازہ نہیں دی گئی)

۳۱:۱۷ = خَشِيَّةٌ۔ خوف۔ ڈر۔ ہیبت۔ خَشِيَّةٌ اس خوف کو کہتے ہیں جس میں لعظیم شامل ہو۔

اسی بناء پر آیت شریفہ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (۳۵: ۲۸) اللہ کے بندوں میں سے

اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔ اس میں علماء کو خشیت سے مخصوص کیا گیا ہے۔

۳۱:۱۸ = اِمْلَاقٍ۔ مصدر (افعال) سے مفلس اور تنگ دست ہونا۔ فقر و فاقہ۔ خَشِيَّةٌ اِمْلَاقٍ

مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لڑ ہے لَدَقْتُكُمُ اِکَا۔

۳۱:۱۹ = خِطَاً۔ گناہ۔ چوک۔ جرم۔ خطا۔ خَطِيْئَ يَخْطَاُ (سبع) کا مصدر ہے بمعنی گناہ کرنا کے

آتا ہے۔

۳۲:۱۷ = فَاحِشَةً۔ الْفَحْشُ وَالْفَحْشَاءُ وَالْفَاحِشَةُ۔ اس قول یا فعل کو کہتے ہیں جو بجا

میں حد سے بڑھا ہوا ہو۔ ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسرے پر پڑے۔

آیاتِ اِلَّا اَنْ يَّاتِيَنَّ لِفَاحِشَةٍ مُّبَيَّنَةٍ (۴: ۱۹) ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کے

مرکب ہوں۔ اور الذی یأْتین الفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَاءِکُمْ (۵: ۴) تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں۔ ان دونوں آیات میں مراد زنا ہے۔
فَاحِشَةُ مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ خَبَرِ کَانَ کے ہے۔

۳۳: ۱۴ = وَلِیَّتِهِ۔ مضاف مضاف الیه۔ اس کا ولی۔ اس کا وارث۔ جیسا کہ آیت شریف میں آیا ہے
هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا (۵: ۱۹) مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ قرآن مجید میں اور
جگہ بمعنی مددگار۔ دوست۔ رفیق بھی آیا ہے۔

= سُلْطَنًا۔ برہان۔ دلیل۔ سند۔ اختیار۔ زور۔ قوت۔ حُجَّت۔ حکومت۔ مادہ سلط۔
فَقَدْ جَعَلْنَا لَوِیَّتِهِ سُلْطَنًا۔ تو ہم نے مقتول کے وارث کو (قصاص کے مطالبہ کا) حق دیدیا،
لَا یُسْرِفُ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل وَلِیُّ کی طرف راجع ہے۔ فَلَا یُسْرِفُ فِی الْقَتْلِ
پس اُسے چاہئے کہ قتل کے باب میں حد سے آگے نہ بڑھے۔ یعنی قتل کا بدلہ اگر قتل ہی لینا ہے تو قتل کے
سوا دوسرے کو قتل نہ کرے۔ اور نہ ہی ایک قتل کے بدلہ میں ایک سے زیادہ مخالفین کو قتل کرے؛
إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا۔ ضرور اس کی مدد کی جائے گی۔ کُتْمِیر واحد مذکر غائب کا مرجع کون ہے
اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اس کا مرجع مقتول ہے کہ دنیا میں اس کے قتل کا قصاص یا دیت دلانے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے
حق میں حکم فرمایا اور آخرت میں وہ ثواب کا حق دار ہوگا۔

۲۔ اس کا مرجع وَلِیُّ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مقتول کا قصاص لینے کا اختیار دیا اور دوسروں کو نقصان
حاصل کرنے میں اس کی مدد کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ اس کا مرجع وہ مقتول ہے جسے ولی نے اسراف کا ارتکاب کرتے ہوئے قتل کر دیا ہو۔ اس صورت
میں مقتول ناحق کی امداد میں ولی صرف پر قصاص یا دیت کی ادائیگی لازم آئے گی۔

۳۴: ۱۴ = لَا تَقْرَبُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم قریب نہ جاؤ۔ تم پاس نہ جاؤ۔ تم ہاتھیں نہ لو۔

= الذِّی بِاللَّحْمِیِّ هِیَ أَحْسَنُ۔ ای الادب الطریقیۃ الہی ہی احسن۔ بجز اس طریق کے جو مالِ تیمم کے
حفاظت و منفعت کے بارہ میں بہتر ہو۔

= یَبْلُغُ أَشُدَّهُ۔ اپنے سن سچسکی کو پہنچ جائے۔

= وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ۔ تم عہد کی پابندی کرو۔ عہد کو پورا کرو۔ ایفائے عہد کرو یہ حکم تیمم کے
ولی کے لئے ہے۔ کیونکہ جب وہ کسی کی سرپرستی قبول کرتا ہے تو خدا اور بندوں سے مالِ تیمم کی حفاظت
کا عہد کرتا ہے۔ جس کا بجالانا اس کا فرض ہے۔

۲۵:۱۴ = اَدْفُوا - تم پورا کرو۔ تم ایفا کرو۔ اِيفَاءٌ (افعال) مصدر۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔
= اَلْكَيْل - مصدر۔ پیمانے سے غلہ وغیرہ کا ماپنا۔

اَدْفُوا اَلْكَيْل - جب ماپو تو پورا پورا ماپ دو۔ مراد غلہ ہے

= حِلْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر۔ كَيْلٌ مصدر اصل میں كَيْلْتُمْ مَقَا۔ باب ضرب اِذَا حِلْتُمْ
جب تم پیمانہ بھر کر دو۔ یا کوئی چیز غلہ وغیرہ پیمانہ سے ماپ کر دو۔ اَدْفُوا - تو پورا پورا دو۔
= اَلْقِسْطَاسِ - ترازو، یہ لفظ رومی ہے۔

قِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ - انصاف کی ترازو۔ صحیح ترازو۔

= تَاوِيلًا - انجام کار۔ مصدر ہے اَوَّلٌ سے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں اسی لئے
جلتے بازگشت کو مَوَائِلُ کہتے ہیں۔

تَاوِيلٌ کے معنی کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانے کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے
مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق فرمایا وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ اِلَّا اللّٰهُ (۶:۳) حالانکہ
اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

غایت عملی کے متعلق فرمایا هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا تَاوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَاوِيلُهُ (۵۳:۷) اب
وہ صرف اس کی تاویل یعنی وعدہ عذاب کے انجام کار کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس وعدہ عذاب
کے نتائج سامنے آئیں گے۔

یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے آجائے گی۔
۳۶:۱۴ = لَا تَقْفُ - فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ جس نے کا تجھے علم نہیں تو اس کے پیچھے نہ پڑ۔
تو اس کے درپے مت ہو۔ قَفْوٌ (باب نصر) سے۔ جس کے معنی اصل میں تو کسی کے پیچھے چلنے اور درپے
ہونے کے ہیں۔ اور اسی لئے اتباع اور پیروی کرنے کے معنی میں آتا ہے یعنی اپنے کان۔ آنکھ اور دل کا
مکمل اور صحیح استعمال کرنے کے بعد فیصلہ کریم

اَلْقَفَا کے معنی گدھی کے ہیں اور قَفْوَتُهُ کے معنی کسی کی گردن پر مارنا اور کسی کے پیچھے چلنا
= كَلُّ اَوْ لَشْك - یہ سب کے سب۔ اُولَٰئِكَ کا اشارہ مجموعاً السمع والبصر والفؤاد کی طرف
ہے۔ اور عَنْهُ کا اشارہ فرداً فرداً ان کی طرف ہے اِی کل واحد منها کان مَسْئُولًا عَنْهُ۔ ان
میں سے ہر ایک کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

۳۷:۱۴ = لَا تَمْشِ - فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تَوْنٌ چل۔ تَوْنٌ چل۔ مَشَى يَمْشِي (ضرب)
سے۔ مَشَى مصدر۔

== مَرَحًا - الْمَرْحُ كے معنی ہیں بہت زیادہ اور شدت کی خوشی جس میں انسان اترنے لگے مَرَحًا اتر کر۔
نخوت و تکبر سے۔ لَا تَمْشِ سے حال ہے۔

== لَنْ تَخْرِقَ مضارع نفی تاکید بن۔ تو نہیں پھاڑ سکتا۔ تو نہیں پھاڑیگا۔ تَخْرِقَ منصوب بوجہ عمل لَنْ کے ہے۔

الْخَرَقُ (ضرب) کسی چیز کو بلا سوچے سمجھے بگاڑنے کے لئے پھاڑ ڈالنا۔ خَلَقَ کی ضد ہے جس کے معنی اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانے کے ہیں اور خَرَقَ کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنا کے ہیں خَرَقُ۔ شکاف۔ سوراخ۔ بے آب و گیاہ بیابان۔ اور خَرَقَهُ کپڑے کا چیتھرا۔ دھجی۔

== لَنْ تَبْلُغَ - بَلَغَ يَبْلُغُ (نصر) سے مضارع نفی تاکید بن۔ تو نہیں پہنچ سکیگا۔ یا تو نہیں پہنچےگا۔

== طُولًا - لِبَاطِئِ مِیْن - بلند می میں۔ طُولًا کا نصب بوجہ تیز کے ہے یا یہ لَنْ تَبْلُغَ کا مفعول لہ ہے یا فاعل یا مفعول (الجبال) سے حال ہے

۱۷: ۳۸ = كُلُّ ذَلِكَ - یہ سب اس کا اشارہ اور ولوہی کی طرف ہے جن کا ذکر آیت ۱۲ لا یجعل مع اللہ سے شروع ہو کر آیت ۴۷ تک مذکور ہے۔

== سَيِّئُهُ - اس کا بُرا پہلو۔ اس کی برائی۔ سَيِّئٌ - بد۔ بُرَا - سُوءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

== مَكْرُوهًا - ناپسند۔ بوجہ کان کی خبر ہونے کے منصوبہ ہے۔

كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا - یعنی ہر حکم میں جو چیز ممنوع ہے اس کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے یا دوسرے الفاظ میں جس حکم کی بھی نافرمانی کی جاتے وہ ناپسندیدہ ہے۔

== ذَلِكَ - یہ تمام باتیں جو آیت ۲۱ سے لے کر یہاں تک مذکور ہیں۔

ذَلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے تیری طرف وحی کی ہیں۔

== لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ - اسی جملہ سے ان حکمت کی باتوں کا آغاز آیت ۲۱ سے ہوا تھا۔ اور اسی پر اس پسند و نصائح کو ختم کیا گیا کیونکہ توحید ہی اس حکمت ہے اور شرک بدترین گناہ۔

== فَتَلَقَىٰ - کہ تو ڈالا جائے یا ڈالا جائے گا۔ اِلْقَاءُ سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر۔

== مَكْرُومًا - ملاحظہ ہو آیت نمبر ۲۹ سورۃ ہذا۔

== مَدْحُورًا - ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۸ سورۃ ہذا۔

۱۷: ۴۰ = أَفَأَصْفَنكُمْ - آ - برائے استفہام انکاری ہے ف عطف کا ہے جس کا عطف مقدر کلام

أَفْضَلَكُمْ عَلَىٰ جَنَابِهِ پر ہے۔

اَصْفَنَکُمْ۔ اَصْفٰی لُصْفٰی (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس نے چُن لیا اس نے منتخب کر لیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہے جس کا مرجع وہ لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اَنَا صَفَنَکُمْ کیا (اے مشرک جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہو اللہ نے تم کو اپنی ذات پر فضیلت دیتے ہو تے) تم کو (بیٹوں کے لئے) انتخاب کر لیا (اور اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا)

یعنی ایک تو اللہ تعالیٰ کا صاحب اولاد ہونا ہی کیا کم افترا رہے کہ مزید برآں اس کی اولاد بھی بیٹیاں قرار دیتے ہو جن کا انتساب خود اپنی جانب باعث ننگ و تحقیر سمجھتے ہو

= اِنَّا نَاثَا۔ اُنْثٰی کی جمع ہے مادہ مؤنث عورتیں۔ بیٹیاں۔

اصل میں اُنْثٰی اور ذَکْرٌ عورت اور مرد کی شرمگاہوں کے نام ہیں پھر اس معنی کے لحاظ مجازاً یہ دونوں نر اور مادہ پر بولے جاتے ہیں۔ مَثَلًا مَنْ یَعْمَلُ مِنَ الصَّالِحَاتِ مَنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی (۲۴:۳۱) مرد یا عورت میں سے جو بھی نیک کام کرے گا

۱۴:۴۱ = صَرَفْنَا۔ ماضی جمع مکمل تَصْرِیْفٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ ہم نے طرح سے بیان کیا۔ ہم نے اس کو طرح طرح سے بانٹا یا تقسیم کیا۔ کسی شے کے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور ایک امر سے دوسرے امر کی طرف پلٹنے اور تبدیل کرنے کے لئے بولا جاتا ہے جیسے تَصْرِیْفٌ الرِّیَاحِ ہواؤں کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹانا۔ وَصَوَّفْنَا الذِّیَّاتِ (۴۶:۱۲۷) اور ہم نے آیات کو لوٹا لوٹا کر بیان کیا۔ اور صَرَفْنَا فِیْہِ مِنَ الْوَعْدِ (۲۰:۱۱۳) اور ہم نے اس میں طرح کے وعید بیان کر دیے ہیں۔

= لَیْتَ کَرُّوا۔ لام تعلیل یَدَّ کَرُّوا مضارع منصوب (نصب بوجہ عمل لام) جمع مذکر غائب تَذَکَّرُوا (تَفَعَّلٌ) سے کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

= یَزِیْدُ هُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل۔ تَصْرِیْفٌ کے لئے ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= نَفُورًا مصدر منصوب (نصر۔ ضرب) دور ہونا۔ بھاگنا۔ مَا یَزِیْدُ هُمْ اِلَّا نَفُورًا۔ (لیکن) اس بار بار اور پھیر پھیر کر سمجھانے نے ان میں نفرت کو ہی بڑھایا یعنی وہ اور زیادہ اس سے بد کے اور دور بھاگے۔

نَفَرَ عَنْ کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ (اِلٰی) کسی کی طرف دوڑ کر آنا۔ ۴۲:۷ = لَا یَتَخَوٰ۔ ماضی جمع مذکر غائب، یَتَخَوٰی (اِبْتِغَاءً) (افعال) لام برائے تاکید۔ انہوں نے ضرورت تلاش کر لیا ہوتا۔

۱۴:۲۳ = تَعَالَى۔ وہ برتر ہے۔ بلند ہے۔ تَعَالَى سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب تفاعل)

= عَلُوا۔ مصدر بمعنی بلند ہونا۔ عَلَا يَعْلُو عَلُوًّا۔ بلحاظ بلندی۔
= كَبُرًا۔ بلحاظ کبریائی کے۔

۱۴:۲۴ = اِنْ۔ نافیہ ہے۔

= لَا تَفْقَهُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ فَقَهُ سے (باب سمع) تم سمجھتے نہیں ہو۔

۱۴:۲۵ = مَسْتَوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ سَوَّرَ مصدر (باب نصر) چھپایا ہوا۔ چھپایا ہوا

۱۴:۲۶ = اَكْتَتَ۔ كَتَّ كِتَانٌ کی جمع پر ہے۔ غلاف۔ كَتَّ يَكْتُو (نصر) كُنَّ وَكُنُوْنَ۔

مصدر۔ مَكْنُونٌ چھپایا ہوا۔ سیپ میں محفوظ

= وَقَرًا۔ اسم مصدر۔ منصوب۔ ثَقُلَ۔ بہرہ پن۔ گرائی۔

= وَلَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَوَلَّى مصدر۔ منہ موڑ کر پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔

عَلَىٰ اَدْبَارِهِمْ پیٹھ موڑ کر اَدْبَارُ دُبُرُ کی جمع بمعنی پیٹھ۔

= نَفَوْا۔ نفرت کرتے ہوئے۔ ضمیر فاعل وَلَّوْا سے حال ہے۔

۱۴:۲۷ = بِمَا يَسْتَمْعُونَ بِهِ۔ کس غرض کے لئے سنتے ہیں۔ بِہ بمعنی لاجلہ۔ بسببہ کے مترادف

ہے۔ یعنی ان کے قرآن سننے کا سبب یا وجہ کیا ہے۔ کس مقصد کے لئے سنتے ہیں۔ يَسْتَمْعُونَ اور

بہ کے درمیان القران محذوف ہے۔

اِذْ يَسْتَمْعُونَ اِلَيْكَ۔ جب وہ کان لگا کر آپ کو سنتے ہیں۔

= نَجْوً۔ یہ مادہ ن ج و سے مشتق ہے اصل میں نَجَاءُ کے معنی کسی چیز سے الگ ہونے کے ہیں

اسی سے محاورہ ہے۔ نَجَا فُلَانٌ مِنْ فُلَانٍ فلاں نے فلاں سے نجات پائی۔

باب افعال وتفعیل سے۔ نجات دینا کے معنی میں ہے مثلاً قَا نَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

(۵۳:۲۷) اور جو لوگ ایمان لائے ان کو ہم نے بچالیا۔

نَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۱۸:۴۱) اور جو لوگ ایمان لائے ان کو ہم نے بچالیا۔ باب تفاعل

اور مفاعلہ سے بمعنی سرگوشی کرنا ہے۔ یا اپنے بھید کو دوسروں پر افشاء کرنے سے بچانا ہے۔ مثلاً يٰۤاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاَتْمِ وَالْعُدُوِّ اِنْ مَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ

(۵۸:۹) اے مومنو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کے

باتیں نہ کرنا۔ اور قَدْ اٰتٰىنَاكَمُ الرُّسُوْلَ فَقَدْ تَمَرَّدُوْا بِئِنَّ يَدِيْ نَجْوٰكُمْ صَدَقَہ

(۱۲:۵۸) جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے صدقہ دیا کرو۔
 لفظ نَجَوٰی کبھی بطور صفت کے بھی آتا ہے اور واحد اور جمع دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے
 وَاِذْ هُمْ نَجَوٰی (آیہ ۱۲) اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں۔ نَجَوٰی بمعنی سرگوشیاں کرنے والے۔
 = اِذْ هُمْ سے قبل وَنَحْنُ اَعْلَمُ محذوف ہے اِی وَنَحْنُ اَعْلَمُ اِذْ هُمْ نَجَوٰی۔ اور ہم خوب جانتے
 ہیں جب یہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہوتے ہیں۔
 = اِذْ یَقُولُ بَدَل ہے اِذْ هُمْ کا۔ یعنی جب یہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہوتے ہیں تو اس وقت یہ (ظالم)
 کہہ رہے ہوتے ہیں۔

= اِنْ تَتَّبِعُوْنَ۔ میں اِنْ نافیہ ہے تَتَّبِعُوْنَ مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتَّبَاعٌ مصدر۔ تم
 پیروی کرتے ہو تم پیروی کر رہے ہو۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ تم پیروی نہیں کر رہے (مگر ایک سحر زدہ شخص کی)
 ۴۹:۱۷ = رُفَاتًا۔ بوسیدہ، گلا ہوا۔ چورا چورا۔ جو چیز ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائے اسے رُفَات کہا جاتا ہے
 رَفَّتْ مصدر (باب نصر)
 = مَبْعُوْثُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ بَعَثَ مصدر (باب فتح) جی اُٹھنا۔ زندہ کرنا۔ اٹھ کھڑا ہونا۔
 مُرَدُوْنَ کے لئے اس کا استعمال بمعنی جی اُٹھنا۔ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کرنا اور حشر ہونا ہے۔
 مَثَلًا وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُہُمُ اللّٰہُ (۳۶:۶) اور مردوں کو اللہ (حشر کے دن قبروں سے زندہ کر کے) اٹھا کھڑا
 کرے گا۔

اور جب اس کا استعمال رسولوں کے لئے ہوگا تو اس کے معنی بھیجنے کے ہوں گے جیسے وَلَقَدْ بَعَثْنَا
 فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (۳۶:۱۶) اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا۔
 مَبْعُوْثُوْنَ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔ قبروں سے اٹھائے جانے والے۔ اٹھا کر کھڑا کئے جانے والے۔
 = مِمَّا یَکْبُرُ فِیْ صُدُوْرِکُمْ (یا تم بن جاؤ یا ہو جاؤ ایسی خلقت میں سے) جو تمہارے خیال میں بہت بڑی
 یعنی جس میں پتھر اور لوہے سے بھی حیات قبول کرنے کی صلاحیت کم ہو۔ یادہ جسم و حجم میں تمہارے خیال میں اس
 قدر بڑی ہو کہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو دوبارہ زندہ کرنا محال ہو۔
 ۵۰:۱۷ = قُلْ کُوْنُوْا حِجَارًا اَوْ حَدِیْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَکْبُرُ فِیْ صُدُوْرِکُمْ کے بعد جملہ لَکَانَ قَادِرًا
 عَلٰی اَنْ یَّرُدَّکُمْ اِلٰی حَالِ الْحَیٰوَةِ۔ محذوف ہے۔ یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے) کہہ دیجئے تم پتھر
 بن جاؤ یا لوہا ہو جاؤ۔ یا کوئی چیز جو تمہارے خیال کے مطابق ان سے بھی مشکل تر ہو حیات کو قبول کرنے میں تو بھی
 اللہ تعالیٰ مکمل قدرت رکھتا ہے تم کو دوبارہ زندہ کرنے پر۔
 = یُعِیْدُنَا۔ یُعِیْدُ مضارع واحد مذکر غائب (افعال) مصدر نا فعیہ جمع متکلم مفعول ہمیں دوبارہ زندہ

کر کے لوٹائے گا۔

۵۱:۱۷ = یَنْغَضُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب باب افعال نَغَضٌ وَلُغُوصٌ مصدر ثلثی مجرد سے۔ اس کے معنی اوپر نیچے یا نیچے اوپر حرکت دینے کے ہیں۔

فَيَنْغَضُونَ إِلَيْكَ دُؤُسَهُمْ۔ وہ آپ کے سامنے سر ہلائیں گے (تعجب یا استہزاء کے طور پر)۔
= مَتَّى هُوَ۔ میں ہُوَ ضمیر واحد مذکر غائب البعث والقیامۃ کی طرف راجع ہے یعنی یہ دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھنا اور حشر کب ہوگا۔

۵۲:۱۷ = یَوْمَ يَدْعُوكُمْ۔ میں یَوْمَ کا نصب بوجہ فعل مضمر اذْکُرُوا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ یاد کرو وہ دن جب وہ اللہ تمہیں پکارے گا۔ یا بوجہ قریبا کے بدل ہونے کے ہے۔ ترجمہ ہوگا (عجب نہیں یہ وقت قریب ہی آپہنچا ہوا) یہ اس روز ہوگا جب اللہ تمہیں پکارے گا۔ الخ

= قَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ۔ قَتَسْتَجِيبُونَ مادہ جَوَّبَ باب استفعال سے مضارع کا صغیر جمع مذکر حاضر ہے۔ الجَوَّبُ (باب ضرب) اس کے اصل معنی الجَوَابُ قطع کرنے کے ہیں۔ الجَوَابُ یہ پست زمین کی طرح (زمین میں گڑھا سا) ہوتا ہے پھر ہر طرح زمین کے قطع کرنے پر بولا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (۹:۸۹) اور ثمود کے ساتھ کیا کیا جو وادی میں پتھر تراشتے (اور مکان بناتے) تھے۔

کسی کلام کے جواب کو جواب اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قائل کے منہ سے نکل کر فضا کو قطع کرتا ہو سامع کے کان تک پہنچتا ہے مگر عرف میں ابتداء کلام کرنے کو جواب نہیں کہتے بلکہ کلام کے لوٹانے پر جواب کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلَوْ طَا ذَقَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا الخ (۵۴:۲۷-۵۶) اور لوط کو بھی ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جبکہ انہوں نے اپنی قوم والوں سے کہا کیا تم یہ بے حیائی کا کام کرتے ہو؟ مگر اس کی قوم کا جواب کچھ نہ تھا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا۔

پھر جواب کا لفظ سوال کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور سوال دو قسم پر ہے۔

۱، گفتگو کا طلب کرنا۔ اور اس کا جواب گفتگو ہی ہوتی ہے۔

۲، طلب عطا۔ یعنی خیرات طلب کرنا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسے خیرات دیدی جائے جیسے اجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ (۳۱:۴۶) خدا کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو یا اجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَا (۸۶:۲) میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔

أَلَمْ سُبْحَانَهُ (باب استفعال) کے متعلق بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی اجَابَةٌ (افعال)

کے ہیں۔ اصل میں استجابة کے معنی جواب تلاش کرنا اور اس کے لئے تیار ہونے کے ہیں لیکن اسے اجابة سے تعبیر کر لیتے ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے جیسے اسْتَجِیْبُوا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُولِ (۲۴:۸) خدا اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو۔ کہ یہاں اسْتَجِیْبُوا۔ اَجِیْبُوا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

فَتَسْتَجِیْبُوْنَ۔ پس تم قبول کرو گے، تم تعمیل کرو گے۔ تم بجا لاؤ گے۔
 = بِحَمْدِہٖ۔ ضمیر فاعل تَسْتَجِیْبُوْنَ کا حال ہے در آنحالیکہ تم اس (اللہ) کی حمد کر رہے ہو گے
 = وَتَظُنُّوْنَ۔ واؤ عاطفہ، تَظُنُّوْنَ کا عطف تَسْتَجِیْبُوْنَ پر ہے۔ اور تم یہ خیال کرو گے (قیامت کی ہولناکی کے پیش نظر)

یا مبتدأ انتم مقدرہ ہے اور جملہ وَاَنْتُمْ تَظُنُّوْنَ موضع حال میں ہے اور در آنحالیکہ تم یہ گمان کر رہے ہو گے۔

= اِنْ لَبِثْتُمْ مِیْنِ اِنْ نَافِیْہِ ہے اِی مَا لَبِثْتُمْ فِی الْقُبُوْرِ اَدْنٰی الدُّنْیَا۔ کہ تم قبروں میں یا دنیا میں نہایت قلیل عرصہ رہے ہو۔

۵۳:۱۴ = یَقُوْلُوْا۔ اِی قُل لِّعِبَادِیْ لَیْقُوْلُوْا۔ یہاں یَقُوْلُوْا فعل امر جمع مذکر غائب لام امر محذوف ہے۔ (اے بنی صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندوں کو (یعنی مومنین کو) کہہ دیجئے کہ وہ ایسی باتیں کریں جو بہتر ہوں
 = یَنْزَعُ مَضَاعٍ واحد مذکر غائب نَزَعَ مصدر (باب فتح) فساد ڈلوانا ہے۔ نَزَعَ دو آدمیوں کے درمیان فتنہ و فساد برپا کرنا۔ بہکانا۔ بھڑکانا۔ برا بھلا بگڑنا۔
 = یَلْبِثْتُمْ۔ اِی بَیْنِ الْمَسْلُوْمِیْنَ وَالْمُسْتَکْبَرِیْنَ

۵۴:۱۴ = یَرْحَمُکُمْ اور یُعَذِّبُکُمْ میں مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط کے ہے

= وَکِیْلًا۔ صفت مشبہ منصوب۔ کار ساز۔ ذمہ دار

= زَعَمْتُمْ۔ اِی ادْعُوا الَّذِیْنَ لَعِبَدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَزَعَمْتُمْ اَنَّهُمُ الْهٰۤیةُ۔ بلا وَاَنْ کُوْجِنَ کِی تَمَّ اللّٰہُ کے سوا عبادت کرتے ہو اور جنہیں تم گمان کرتے ہو کہ وہ خدا ہیں۔

زَعَمْتُمْ۔ زَعَمَ مصدر (باب نصر) تم نے زعم کیا۔ تم نے گمان کیا۔ تم نے سمجھا۔

= تَحْوِیْلًا۔ تَحْوِیْلٌ مصدر بروزن تفعیل۔ تبدیلی۔ تغیر۔ تفاوت۔ حَالٌ یَحْوِلُ دَنْصَرٌ حَالٌ ہونا
 یح میں آپڑنا۔ حَوْلٌ کے معنی کسی شے کے متغیر ہونے اور دوسرے سے جُدا ہونے کے ہیں۔ چونکہ یح میں آپڑنے سے جدائی ضروری ہے اس لئے اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ حَوْلٌ بمعنی سال بھی ہے

۵۵:۱۴ = اُولَیْکَ۔ موصوف الذِّیْنَ یَدْعُوْنَ صفت یَدْعُوْنَ کے بعد ضمیر مفعول محذوف ہے

موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا یَبْتَغُونَ اِلٰی رَبِّهِمْ خبرِ مطلب یہ کہ یہ مشرکین جن کو خدا بنائے ہوئے ہیں اور جن کو اپنی تکلیف و مصائب میں پکارتے ہیں یہ خدا نہیں ہیں بلکہ وہ تو خود ہر لمحہ ہر لحظ اپنے رب کریم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ اگر وہ واقعی خدا ہوتے جیسے مشرکین کا خیال ہے تو پھر انہیں کسی کی عبادت اور رضا جوئی کی کیا ضرورت تھی۔

آیت میں یَدْعُونَ کی ضمیر فاعل مشرکین کی طرف راجع ہے اور یَبْتَغُونَ کی ضمیر فاعل مشرکین (یعنی مشرکین جن کو خدا بنائے ہوئے ہیں) کے لئے ہے

== الْوَسِيلَةَ اسم ہے۔ بمعنی قُرب، نزدیکی، قُرب کا ذریعہ۔ طاعت۔ وسیلہ بروزن فعیلہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ دَسَلَ بمعنی تَقَرَّبَ۔ وہ قریب ہو گیا (رازی) وہ چیز جو اللہ کے قریب تم کو پہنچا دے (سیوطی آیت ۵: ۳۵) طاعت کے ذریعہ سے قرب (سیوطی ۱۷: ۵۷ آیت ہذا) اس کی جمع وسائل ہے جو کہ معنی ذرائع مستعمل ہے۔

یَبْتَغُونَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ۔ اپنے رب کا قرب ڈھونڈتے ہیں۔ اپنے رب کے قرب کا ذریعہ تلاش کرتے ہیں (مبتدگی اور طاعت کے ذریعے)۔

== اَيُّهُمْ اَخْرَبُ ان میں سے کون (اس راہ میں) زیادہ قسرت ہوتا ہے اپنے اللہ سے)

== يَرْجُونَ اور يَخَافُونَ کا عطف یَبْتَغُونَ پر ہے۔

== مَحْذُورًا اسم مفعول واحد مذکر۔ ڈرنے کی چیز۔ قابل خوف، خوفناک۔ ڈر کر بچنے کی چیز حَذَرَ يَحْذَرُ (سمع) ڈر کر بچا۔ احتیاط کی۔

== ۵۸: ۱۷ اِنَّ مِنْ قَرۡبٰیۃٍ سے مراد کافروں اور معاندین کی بستیوں ہیں۔

اور مُهْلِكُوہَا ہم ان کو ہلاک کرنے والے ہیں) میں اہلاک بالعذاب مراد ہے۔ ورنہ نفس موت و ہلاکت تو طبعی اسباب سے مومن اور کافر سب کی ہوتی رہتی ہے۔

== ۵۹: ۱۷ مُبۡصِرَةً اسم فاعل واحد مؤنث حالت نصب۔ واضح، روشن۔ واضح کرنیوالی الناقہ کا حال ہے۔

== خَوِّفًا۔ بروزن تفعیل مصدر ہے خوف دلانا۔ ڈرانا۔ ڈرانے کے لئے۔ خوف دلانے کے لئے۔ نصب بوجہ مفعول لہ ہونے کے ہے۔

== ۶۰: ۱۷ وَاِذۡ قُلۡنَا۔ واذکر زمان قولنا بواسطۃ الوحی۔ یاد کرو وہ وقت جب ہم نے بواسطہ وحی کہا تھا۔

== اَحَاطَ۔ اس کے گھیر لیا۔ اس نے احاطہ کر لیا۔ اس کے قابو میں کر لیا۔ اِحَاطَةً مصدر جس کے

معنی کسی شے پر اس طرح چھا جانے کے ہیں (علمی طور پر نفسیاتی طور پر یا جسمانی طور پر) کہ اسے فرائض نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہاں احاطہ علمی مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو انسانوں کے ماضی حال مستقبل۔ ظاہر و باطن سب کا دقیق و عمیق علم کامل ہے۔

== الرُّؤْيَا - خواب۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بغیر واؤ کے صرف ہمزہ کے ساتھ بغیر مرکز ہمزہ (ی بغیر نقطہ کے) لکھا جاتا ہے۔ یہ رَآی یَرَى کا مصدر ہے اور بروزن فُعْلَى اسم بھی ہے بمعنی خواب۔

بیضاویؒ لکھتے ہیں رُؤْيَا دُویۃ ہی کی طرح ہے مگر وہ خواب میں دیکھنے کے لئے مخصوص ہے اور یہی قول حریریؒ کا ہے۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں۔

کہ رُؤْيَا کبھی بمعنی رؤیت بھی آتا ہے (یعنی بیداری میں دیکھنا) اور اس کی سند میں اسی آیت کو لاتے ہیں۔
متنبی نے بھی رُؤْيَا کا استعمال حالت بیداری میں دیکھنے کے معنی میں کیا ہے۔ اسی سے ہے
دُرُيَاكِ اَحْلَىٰ فِي الْعِيُونِ مِنَ الْغَمَضِ (نیم باز آنکھوں کی نسبت تو تیرا (نگاہ بھر کر) دیکھنا آنکھوں کو زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت نہا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ہی رُؤْيَا عَيْنِ اَرِيَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اسْرِي بِهِ (یہ آنکھ کا دیکھنا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔

یہاں رُؤْيَا کا اشارہ معراج کی طرف ہے۔

== فِتْنَةٌ - آزمائش، آزمائش کا سبب،

== الشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ - موصوف، صفت، وہ درخت جس کی لعنت کی گئی ہے۔

الشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ فِي الْقُرْآن - اسی الشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ مذکورۃ فی القرآن۔ وہ ملعون درخت جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ قرآن میں یہ ذکر ان آیات میں آیا ہے۔

أَذْلِكَ خَيْرٌ لَّكَ أَمْ شَجَرَةُ الزَّكُّومِ ۚ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۚ ۵۳ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۚ ۵۴ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ دُؤُسُ الشَّيْطَانِ ۚ ۵۵

(کیا یہ دعوت بہتر ہے یا زکوم کا درخت۔ ہم نے اس کو کافروں کے لئے (موجب) آزمائش بنایا) وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے کہ شیاطین کے

نَمْرُ - الشَّجَرَةُ الْمَلْعُونَةُ کا عطف الرُّؤْيَا پر ہے۔ جملہ یوں ہوگا!

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ مَذْكُورَةً فِي الْقُرْآنِ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ۔ اور ہم نے جو منظر آپ کو دکھلایا تھا اُسے اور اس ملعون درخت کو جو قرآن میں

مذکور ہے لوگوں کے لئے آزمائش کا سبب بنادیا۔

== نَخَوْفُهُمْ - نَخَوْفُ مضارع جمع متکلم (تفعیل) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ہم ان کو ڈراتے ہیں۔ ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں۔

== مَزِيدُهُمْ - يَزِيدُ کی ضمیر فاعل کا مرجع التخويل (ان کو ڈرانا) ہے۔

۱۷: ۶۱ = طِينًا - اِی من طین۔

۱۷: ۶۲ = قَالَ - اِی قال ابلیس۔

== اَرَاَ يَتْلَا - الاتقان میں ہے جب سہزہ استفہام رَأَيْتَ پر داخل ہوتا ہے تو اس وقت رؤیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنی اَخْبَرْنِي (مجھ کو بتا۔ مجھ کو خبر دے) کے ہوتے ہیں۔ اَرَاَ يَتْلَا تو مجھے بتا۔

== الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ - جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔

آیت میں حذف ہے تقدیر کلام یوں ہے اَرَاَ يَتْلَا هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لِمَ كَرَّمْتَهُ - مجھے بتا تو یہ آدم جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

== اَخْرَجْتَنِي - فَاجْرُؤ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر حاضر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم بوجہ عمل اِنْ ساقط ہو گئی۔ لَنْ اَخْرَجْتَنِي اگر تو مجھے مہلت دے۔

== لَا اَخْتَنِكَ - لام تاکید کے لئے ہے اَخْتَنَكَ مضارع واحد متکلم بانون ثقیلہ اِخْتِنَاكَ افتعال۔ مصدر جس کے معنی ٹڈی کے زمین کی روئیدگی صفا چٹ کر دینے کے ہیں۔ چنانچہ جب مکڑی کسی کھیت کو کھا کر چٹ کر جائے تو عرب کہتے ہیں اِخْتَنَكَ الْجَرَادُ الزَّرْعَ یہاں بھی یہ لفظ اسی معنی و مفہوم کو ادا کرتا ہے۔ یعنی اگر تو مجھے مہلت دے تو میں ذریت آدم کو راہِ راست سے اکھاڑ پھینکوں گا اور ان کے ایمان کا صفایا کر دوں گا۔

باب افتعال سے بمعنی قابو میں کرنا۔ لگام دینا کے، بھی مستعمل ہے

۱۷: ۶۳ = اِذْهَبْ - امر، واحد مذکر حاضر۔ توجا۔ چلا جا۔ اِی اِذْهَبْ و افعل ما ترید۔ جا چلا جا۔ اور کر دیکھ جو تو چاہتا ہے۔

== جَزَاءً مَوْفُورًا - موصوف صفت، پوری پوری سزا۔

مَوْفُورًا - ام مفعول واحد مذکر۔ وَفَّرَ سے بمعنی بہت ہونا۔ زیادہ ہونا۔ پورا ہونا۔ جَزَاءً بوجہ مصدر کے منصوب ہے۔

۱۷: ۶۴ = اِسْتَفْزَزَ - امر واحد مذکر حاضر اِسْتَفْزَزَ (افتعال) مصدر فَزَّزَ مادہ

تو گھرائے۔ فَرَزْنِي فُلَانٌ اس نے مجھے پریشان کر کے میری جگہ سے ہٹا دیا۔ یا قرآن مجید میں آیا ہے فَادَا
 اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِنَ الدَّرْصِ (۱۰۳:۱۴) تو اس نے چاہا کہ انہیں گڑبڑا کر سرزمین (مصر) میں سے نکال دے
 پس وَاسْتَفِزُّوْا مِنْ اُسْتَطَعَتْ مِنْهُمْ لِبَصَوْتِكَ اور ان میں سے جس کو بہکا کے اپنی آواز سے بہکا تا رہا
 = اَجَلَبْ عَلَيْنِمْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ اَجَلَبْ (لَصِر۔ ضَرْب) کے اصل معنی کسی چیز کو ہنکانے اور
 چلانے کے ہیں۔ اِجْلَابٌ (باب افعال) سے اس کے معنی اکٹھا کرنے، شور مچانے اور کھینچ لانے کے ہیں
 اسی سے جَلَب زبر ہے۔ دولت کو کھینچ کر اکٹھا کرنا۔ اَجَلَبَ عَلٰی کسی پر چلا کر زبردستی اسے آگے بڑھانا
 جیسے گھوڑے کو چلا کر آگے دوڑانا۔

وَ اَجَلَبْ عَلَيْنِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجَلِكَ۔ اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہا۔
 خَيْلٌ۔ اصل میں گھوڑوں کو کہتے ہیں مجازاً سواروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ خَيْلِكَ تیرے
 سوار۔

= رَجَلِكَ۔ رَجُلٌ وَ رَجُلٌ۔ پیادہ چلنے والا۔ یہ الرَّجُلُ بمعنی پاؤں سے مشتق ہے رَجُلٌ
 رَجُلٌ کی جمع ہے۔ پیادہ چلنے والے۔ رَجَلِكَ مضاف مضاف الیہ تیرے پیادے۔
 = غُرُورًا۔ دھوکہ، جھوٹی امید، فریب۔ وَ عَدًّا۔ مصدر۔ محذوف کی صفت کی وجہ سے
 منصوب ہے۔ اِی وَ مَا لِعِدُّهُ الشَّيْطَانُ اِلَّا وَ عَدًّا غُرُورًا۔ اور شیطان ان سے جو وعدہ
 کرتا ہے سب دھوکہ ہے۔

۶۵:۱۴ = يَرْبِكَ۔ میں تیرے ضمیر واحد مذکر حاضر۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اور بعض
 کے نزدیک انسان کے لئے۔ بعض کے نزدیک جملہ سابقہ کی طرح یہ خطاب بھی شیطان سے ہے؛
 لیکن اول الذکر زیادہ صحیح ہے۔

۶۶:۱۴ = يُزْجِي۔ اَزْجِي يُزْجِي اِزْجَاءً (افعال) وہ چلاتا ہے وہ ہنکاتا ہے۔ التَّزْجِيَةُ
 (تفعیل) کسی چیز کو دفع کرنا کہ چل پڑے۔ مثلاً سچلے سوار کا اونٹ کو چلانا۔ یا ہوا کا بادلوں کو چلانا
 مثلاً۔ يُزْجِي سَحَابًا۔ (۲۴:۲۴) (اللہ ہی) بادلوں کو ہنکاتا ہے۔ يُزْجِي لَكُمْ الْفُلْكَ
 فِي الْيَحْرِ تمہارے لئے سمندروں میں جہازوں کو چلاتا ہے۔ زَجِي۔ زَجُو مادہ۔

۶۷:۱۴ = ضَلَّ۔ ماضی بمعنی حال۔ گم ہو جاتے ہیں۔ غَابٌ ہو جاتے ہیں۔ ضَلَّالٌ۔ گمراہ ہونا
 بھٹکنا۔ ہلاک ہونا۔ راہِ مستقیم سے بھٹک جانا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔

= نَجَّيْكُمْ۔ فعل ماضی واحد مذکر غائب۔ نَجَّيَّةٌ (تفعیل) سے مصدر۔ کُمْ ضمیر خطاب
 مفعول۔ اس نے تم کو نجات دی۔ یہاں بمعنی حال آیا ہے جب وہ تم کو نجات دیتا ہے (زمین کی طرف)

تم کو بچا لاتا ہے۔ مادہ ن ج و۔

= اَعْرَضْتُمْ۔ تم روگردانی کر لیتے ہو۔ تم منہ پھیر لیتے ہو۔ اَعْرَاضُ (افعال) ماضی جمع مذکر حاضر
۱۷: ۶۸ = اَفْأَمِنْتُمْ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اَمِنْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم امن میں
ہوئے۔ تم مطمئن ہوئے۔ اَمِنْتُ سے۔ کیا تم بے فکر ہو گئے ہو۔ نڈر ہو گئے ہو۔

= يَخْشِفُ بِكُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب، منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ خَشَفَ مصدر
اَنْ يَخْشِفَ بِكُمْ۔ وہ تم کو دھنسا دے۔ تمہارے سمیت دھنسا دے۔

= جَانِبَ الْبَرِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر بخسف کا مفعول فیہ۔ خشکی کا کنارہ۔

= يُرْسِلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ اِرْسَالٌ (افعال) مصدر۔
یُرْسِلُ عَلَيْكُمْ تم پر بھیج دے۔

= حَاصِبًا۔ باد سنگ بار۔ پتھروں کا میدان۔ سخت آندھی۔ نیز وہ پتھراؤ جو تند ہوا میں ہوجا
کہلاتا ہے۔ حَصْبَاءُ سے مشتق ہے۔ حَصْبَاءُ کنکریوں کو کہتے ہیں۔

سورہ ملک میں ہے اَمْ اَمِنْتُمْ مِّنْ فِي السَّمَاۤءِ اَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا
(۱۷: ۶۷) کیا تم اس سے نڈر ہو گئے ہو وہ جو کہ آسمان میں ہے کہ وہ تمہارے اوپر ہوائے تند
بھیج دے۔

۱۷: ۶۹ = اَنْ تُعِيدَ كُمْ۔ کہ وہ لیجائے تم کو دوبارہ۔ کہ وہ تمہیں دوبارہ لوٹا دے۔ اِعَادَۃً
(افعال) مصدر۔

= ثَانًّیً۔ مرتبہ۔ باری۔ دفعہ۔

= فِيْهِ۔ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع البحر ہے جو کہ اوپر آیت ۶۷ میں آیا ہے۔

= قَاصِفًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ طوفان ہوا۔ ایسی تیز آندھی کہ جو چیز اس کی زد میں آئے
اس کو توڑ دے۔ قَصَفَ (باب ضرب) توڑ دینا۔ اور اگر باب سمع سے آئے تو لازم ہے
تعدی نہیں۔ قَصَفَ الْعُودَ۔ لکڑی اتنی نرم ہو گئی کہ ٹوٹنے کے قابل بن گئی۔

کہتے ہیں کہ خشکی پر طوفان مہلک حاصب کہلاتا ہے اور سمندر میں ہو تو اس کو قاصف
کہتے ہیں۔

= يَهْ۔ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ارسال ریح قاصف ہے۔ یا اغراق ہے (تمہارا
غرق کر دیا جانا)

= يَتَّبِعَا۔ پیچھا کرنے والا۔ دعویٰ کرنے والا۔ مددگار۔ تَبَعَ سے بروزن فاعل معنی فاعل
ہے

۱۷:۱۷ یَوْمَ - فعل محذوف اذکر کا مفعول یہ ہے ایا ذکر یوم ندعو۔۔۔ الخ

= یَقْرَعُونَ مَضَارِعَ جمع مذکر غائب قِرَاعَةٌ مصدر رباب فتح وہ پڑھیں گے۔ وہ پڑھتے ہیں
= فَنِيْلًا فَنَلْ يَفْتِلُ (ضَوْبَ) فَنَلْ رَسِي بُنَا۔ فَنَلْتُ الْحَبْلَ فَنَلًا رَسِي کو بل دیتا
بٹی ہوئی رسی کو مفعول کہتے ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے شکاف میں جو ایک باریک سا ڈورا ہوتا ہے اسے بھی
فَنَل کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ رسی کی شکل و صورت پر ہوتا ہے۔

فَنِيْل اصل میں اس دھاگے کو کہتے ہیں جو دو انگلیوں میں پکڑ کر بٹی جاتی ہے۔ یہ حقیر چیز کے لئے
ضرب المثل ہے۔ فَنِيْل وہ بتی جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ لَا يَظْلَمُونَ فَنِيْلًا ان پر ذرہ برابر
بھی ظلم یا بے انصافی نہیں کی جائیگی۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۹:۲۷

۱۷:۲۲ = اَعْمَى - اندھا۔ عَمِيَ سے جس کے معنی بینائی کے مفقود ہو جانے کے ہیں خواہ یہ بینائی
دل کی ہو یا آنکھوں کی۔

= اَصْلُ ضَلَالٍ سے اسم التفضیل کا صیغہ ہے بہت بہکا ہوا۔ زیادہ گمراہ۔ زیادہ راہ مستقیم
سے ہٹا ہوا۔

۱۷:۲۳ = اِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُوْكَ - میں اِنْ مخفف ہے جَوَات تَقِيْد سے مخفف ہو کر اِنْ
بن گیا۔ یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے اور لام فارقہ ہے اِنْ مخفف کو اِنْ نَافِیْہ یا شرطیہ سے ممیز
کرتا ہے۔

كَادُوا - كَادَ يَكَادُ (باب سَمِع) كَوَدُ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ فعل مضارع پر داخل ہوتا
ہے اس کے بعد اَنْ بہت کم آتا ہے كَادَ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس کے معلوم ہوتا ہے کہ
بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ جیسے يَكَادُ الْبُرْقُ يَخْطِفُ ابْصَارَهُمْ
(۲۰:۲) قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی اچک لیجائے۔

اور اگر اس کے ساتھ حرف نفی آجائے تو اثباتی حالت کے برعکس فعل کے وقوع کو بیان کرنے
کے لئے آتا ہے جو وقوع کے قریب نہ ہو جیسے وَمَا كَادُوا لَيَفْعَلُوْنَ (۷۱:۲) اور وہ ایسا کرنے
والے تھے نہیں۔

وَ اِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُوْكَ اور قریب تھا کہ یہ (کافر لوگ) آپ کو بچلا دیں۔ یا یہ لوگ آپ کو
بچلانے ہی لگے تھے۔

بعض نے كَادَ کے معنی هَمَّ وَاَرَادَ بھی کتے ہیں۔ اس صورت میں معنی ہوں گے۔
اور انہوں نے پختہ ارادہ کیا کہ وہ آپ کو بچلا دیں یا برگشتہ کر دیں۔

= لَتَفْتَرِي - میں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا لام - لام الفارقة ہے۔ تَفْتَرِي مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
اِفْتِرَاءُ مصدر تو افتراء کرے۔ تو جھوٹ باندھے۔

لَتَفْتَرِي عَلَيْنَا عَيْدًا یعنی اس وحی کے سوا (الَّذِي اَذْحَيْنَا إِلَيْكَ) جو ہم نے آپ پر نازل کی
آپ جھوٹ اور من گھڑت بات کی ہماری طرف نسبت کر دیں۔

= اِذَا - تب - اسوقت (یعنی اگر آپ ایسا کر دیتے تو وہ اس وقت ضرور آپ کو گاڑھا دوست
بنالیتے)

= لَا تَخَذُوكَ - میں لام تاکید کے لئے ہے اِتَّخَذُوا اِتَّخَذُوا (افتعال) سے ماضی کا صیغہ
جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھے ضرور اختیار کر لیتے۔

۷۴:۱۷ = لَوْ اَنَّ - اگر نہ۔ وگرنہ (نیز ملاحظہ ہو ۶:۲۳)

= تَبَيَّنَتْ - تَبَيَّنَتْ تَبَيَّنَتْ (تفعیل) سے ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ثابت رکھا۔ ہم
نے ثابت قدم رکھا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم نے تجھے ثابت قدم رکھا۔
لَوْ اَنَّ تَبَيَّنَتْ اگر ہم نے تجھے ثابت قدم رکھا ہوتا۔

= كِدْتُ - ماضی واحد مذکر حاضر۔ كَادَ يَكَادُ كُوْدُ سے (آیت ۷۴:۱۷ مذکورۃ الصدر)
اسی فعل کے وقوع یا عدم وقوع کے قریب پہنچ جانا۔ قریب تھا کہ تو (ماثل ہو جاتا)

= تَرَكَنَّ - ذَكِنَ يَزْكُنُ (سمع) ذُكُوْتُ مصدر۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر
نو چھک جائے تو ماثل ہو جائے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا تَرَكَنُوا إِلَى الَّذِينَ
ظَلَمُوا (۱۱۳:۱۱) جن لوگوں نے ہماری نافرمانی کی ان کی طرف نہ جھکنا۔

ذُكُوْتُ جس سے طاقت حاصل کی جائے۔ عزت، قوت، غلبہ، اُٹرا معاملہ، مضبوط پہلو۔
ہے ہیں خُلَانٌ ذُكُنٌ مِنْ اَزْكَانٍ قَوْمِهِ وہ اپنی قوم کے شرفار میں سے ہے اَزْكَانُ الْعَادِلَةِ۔ ذُرَار۔
يُكَانُ الْعِبَادَاتِ۔ عبادات کے وہ بنیادی مضبوط پہلو جو ان عبادات کی بنیاد ہوتے ہیں اور جن کے ترک
سے وہ باطل ہو جاتی ہے۔

آیت کا ترجمہ ہے۔ اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو قریب تھا کہ ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھکتے
= اِذَا - تب - اس وقت۔ اس صورت میں۔

= لَا ذَقْنَكَ - لام تاکید کے لئے ہے اَذَقْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے چکھایا۔ كَ ضمیر مفعول جمع مذکر
نہ۔ ہم تجھے ضرور چکھاتے۔

= ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ - اصل کلام یہ تھا۔ لَا ذَقْنَكَ عَذَابًا ضِعْفَانِي

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَعَذَابُ الضَّعْفَانِ الْمَمَاتِ۔ پھر موصوف کو حذف کر کے اس کی جگہ صفت کو قائم رکھا۔ یعنی الضعف پھر موصوف کی اضافت صفت کو دی اور الحیۃ کا مضاف ہو کر ضعف الحیۃ بن گیا۔ اسی طرح ضعف الممات یعنی دو گنا عذاب دنیا دو گنا عذاب بعد از موت = لَكَ تِیرے اپنے لئے۔ عَلَيْنَا ہمارے مقابلہ میں (پھر آپ اپنے لئے ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔

۱۷:۴۶ = اِنْ كَا دُوْا مِیْنِ اِنْ - اِنْ سے مخفف ہے۔ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے (ملاحظہ ہو ۱۷:۴۳) اِنْ كَا دُوْا اِیْسْتَفْزُوْكَ۔ اور تحقیق یہ (لوگ) تمہیں پریشان کر کے، ڈرا دھمکا کر یا گھبراہٹ اور خوف و ہراس پیدا کر کے سر زمین (مکہ) سے تمہارے قدم اکھاڑنے ہی لگے تھے (نیز دیکھو ۱۷:۶۲) لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا تا کہ آپ کو اس سے نکال دیں۔

= لَا يَلْبَثُوْنَ۔ مضارع نفی۔ جمع مذکر غائب لَبِثَ يَلْبِثُ (باب سمع) سے لَبِثُ مصدر وہ نہیں رہیں گے۔ وہ نہیں ٹھہریں گے لَا يَبْثِيْنَ۔ ٹھہرنے والے۔

= خَلْفَكَ۔ تیرے پیچھے۔ تیرے بعد۔ خَلْفَ مُضَافٌ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ ۱۷:۴۷ = سُنَّةَ۔ طریقہ جاریہ۔ راہ۔ رسم۔ دستور۔ سُنَّةَ بوجہ مصدر تاکید کے منصوب ہے یعنی سَنَّ اللہُ ذٰلِكَ سُنَّةً۔۔۔۔۔

= مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلٍ۔ جن کو ہم نے تم سے قبل رسول بنا کر بھیجا۔ یہ جملہ سُنَّةَ کا مضاف الیہ ہے سُنَّةَ مضاف ہے اس کی اضافت رُّسُل کی طرف کرنے کی وجہ یہ کہ یہ دستور الہی ان رسولوں کی خاطر ہی تھا۔ وَلَا يَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا اور ہمارے دستور میں آپ کوئی رد و بدل نہیں پائیں گے۔

۱۷:۴۸ = اَقِمِ الصَّلٰوةَ۔ اَقِم فعل امر۔ واحد مذکر حاضر اِقَامَ مصدر (باب افعل) اَقَامَ يُقِمُّ اِقَامَةً۔

= دُرُوكِ الشَّمْسِ۔ سورج کا ڈھلنا۔ سورج کا غروب ہونا۔ سورج کا اُتل بغروب ہونا = عَسَى اللَّیْلِ۔ کے معنی (ابتدائے) شب کی سخت تاریکی کے ہیں۔ اِلَى عَسَى اللَّیْلِ رات کی تاریکی تک۔ الْعَاسِقِ بمعنی تاریک رات۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے وَمِنْ شَوِّ عَاسِقٍ اِذَا وَقَّتْ (۳۱:۱۱۳) اور شب تاریک کی برائی سے جب اس کی تاریکی چھا جائے۔ عَاسِقٌ چاند کو بھی کہتے ہیں جب کہ وہ گھن لگ کر سیاہ ہو جائے۔ الْعَاسِقُ دوزخیوں کے جسموں سے بہنے والا لہو یا پیپ، جیسے کہ قرآن مجید میں ہے اِلَّا حَمِيْمًا وَّعَاسِقًا (۸:۲۵)

مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔

== مَشْهُودًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب بوجہ خبر کان کے۔ حاضر کیا گیا۔ مشاہدہ کیا گیا۔ یعنی رات اور دن کے ملائکہ اس وقت حاضر ہوتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں قرأت قرآن کا۔

۱۷: ۷۹ مِّنَ اللَّيْلِ۔ مِّنْ تبعیه ہے۔ رات کے بعض حصہ میں۔

== تَهَجَّدُ۔ امر واحد مذکر حاضر تَهَجَّدُ (تفعل) الفاظ اضداد میں سے ہے جس کے معنی سونے اور جاگنے دونوں کے ہیں۔ اسی طرح هَجَدَ يَهْجُدُ (باب نصر) رات کو سونا یا جاگنا دونوں کے ہیں۔ هَجَدَ (باب تفعیل) رات کو سونا یا نیند سے جاگنا دونوں کے ہیں۔ بعض کے نزدیک رات کو نیند سے نماز کے لئے بیدار ہونے کے معنی میں ہے۔ پھر اس کا اطلاق نفسِ صلوٰۃ کے لئے ہونے لگا۔ مہجد کی نماز پڑھنا۔

بعض کے نزدیک الھَجُود کے معنی نیند کے ہیں اور سوئے ہوئے آدمی کو باجد کہتے ہیں اور هَجَدْتُهٖ فَتَهَجَّدَ کے معنی ہیں میں نے اس کی نیند کو دور کیا پس وہ جاگ گیا۔ (یہاں تجنب یعنی ازالہ ماخذ ہے جس کی اور مثالیں تَاثَمَ زَيْدٌ زَيْدٌ گناہ سے بچا۔ تَحَوَّبَ زَيْدٌ زَيْدٌ نے گناہ سے پرہیز کیا۔ اجتناب کیا۔

== بِہ میں ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ اسی بالقرآن۔ فَتَهَجَّدُ بِہ تلاوت قرآن کے ساتھ مہجد کی نماز ادا کر۔

== نَافِلَةً اسم فاعل واحد مؤنث تَفَلُّ مصدر (باب نصر) بمعنی زائد۔ یعنی پانچ فرض نمازوں کے علاوہ زائد۔ نَافِلَةً منصوب بوجہ مصدر استعمال ہونے کے ہے عَاقِبَةُ کی طرح نَافِلَةٌ تَفَلُّ (نصر) سے مصدر آیا ہے۔ اور معنی تَهَجَّدًا ہے یا یہ بِہ کی ضمیر راجع الی القرآن سے حال ہے۔

== عَسَى۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ امید ہے۔ غمقرب ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔

صاحب الاتفاق لکھتے ہیں کہ۔ یہ فعل جامد ہے۔ اور اس کی گردان نہیں آتی (یعنی غیر منصرف) یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے اس کو حرف کہہ دیا ہے۔ اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے ہیں اور ناپسندیدہ بات میں اندیشہ اور کھٹکا کے ہیں تَرْجِيُّ فِي الْمَحْبُوبِ اشتقاق فی المکرودہ پسندیدہ بات کی آرزو کرنا اور ناپسندیدہ بات سے ڈرنا۔

یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں ہیں دَعَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا ذٰهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَدَعَسَىٰ اَنْ تَحِبُّوْا شَيْئًا ذٰهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲: ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر

ہو تمہارے حق میں اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں۔ برہان میں ہے کہ جب عسیٰ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی یقین ہوتا ہے۔
 عسار نے عسیٰ کے معنی استعمال پر طویل بحث کی ہے۔ مختصراً اس کے معنی امید اور توقع کے ہی کئے جاتے ہیں۔

= يَبْعَثُكَ - بَعَثَ يَبْعَثُ (فتح) بَعَثَ سے مضارع واحد مذکر غائبانہ ضمیمہ مفعول واحد مذکر حاضر۔ تم کو کھڑا کرے گا۔ تم کو اٹھائے گا۔ تم کو فائز کرے گا۔

= مَقَامًا مَّحْمُودًا - صفت موصوف، مقام محمود

عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا - میں نصب بوجہ ظن ہے۔ اے عسیٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقِيْمَكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا - عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار روز قیامت تمہیں اٹھائے اور مقام محمود پر تمہیں فائز کر دے۔

یا نصب بوجہ حال ہے یعنی اَنْ يَّبْعَثَكَ ذَا مَقَامٍ مَّحْمُودًا آپ کو اس حال میں اٹھائے کہ آپ جتنا مقام محمود ہوں۔ مقام محمود کی وضاحت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی کہ یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

۸۰:۱۷ = اَدْخِلْنِيْ - تو مجھے داخل کر اَدْخَالَ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر ماضی و قایہ ہی ضمیر واحد متکلم۔

= مُدْخَلٌ - مُخْرِجٌ مصدر ہیں۔ مُدْخَلٌ داخل کرنا۔ مُخْرِجٌ نکالنا۔ منصوب بوجہ مضاف ہونے کے ہیں۔ صِدْقٌ مضاف الیہ ہے جس کے معنی راستی اور سچائی کے ہیں۔

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ..... مُخْرِجَ صِدْقٍ - اے میرے پروردگار تو جہاں کہیں مجھے لیجائے سچائی کے ساتھ لیجا۔ اور جہاں کہیں سے بھی مجھے نکلے سچائی کے ساتھ نکال۔

یہ آیت کریمہ ہجرت کے وقت نازل ہوئی جس میں ایک دعا کی تلقین کی گئی۔ کہ اے میرے رب کریم میرا مکہ سے ہجرت کرنا بھی سچائی کے ساتھ ہو اور مدینہ میں ورود بھی سچائی کے ساتھ ہو۔ یعنی دونوں کا انجام نیک ہو۔

اور بعض کے نزدیک اس کا مطلب قبر میں داخل ہونا اور یوم حشر میں قبر سے نکلنا مراد ہے۔ یا اس سے مراد مکہ سے نکلنا اور دوبارہ بوقت فسخ مکہ میں داخل ہونا ہے۔ پیش گوئی کی اہمیت کے پیش نظر اَدْخِلْنِيْ کو اَخْرِجْنِيْ سے پہلے رکھا گیا ہے گویا جس وقت حضور علیہ السلام مکہ سے جس وقت نکلے ہے تھے اس وقت ان کو معلوم تھا کہ مکہ میں دوبارہ داخل ہوں گے۔ یا اس سے مراد غار میں داخل ہونا اور

وہاں سے صحیح و سلامت نکلنا ہے۔ یا اس سے مراد نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا اور اس سے باطن طریقہ عہدہ برآ ہونا ہے یا اس سے مراد کسی عظیم مہم میں داخل اور اس کو کامیابی و کامرانی کے ساتھ سر کرنا ہے

= مِنْ لَدُنْكَ اپنی طرف سے

= سُلْطَنًا — ای حُجَّةً بَيِّنَةً۔ برہان واضح۔ سند۔ حکومت۔ زور، قوت۔

= لَصِیْرًا۔ صیغہ صفت منصوب، حفاظت کرنے والا۔ مدد کرنے والا۔

سُلْطَنًا۔ موصوف۔ یعنی ایسی قوت یا غلبہ جو مدد و معاون ہو مزید غلبہ حاصل کرنے میں

۸۱:۱۷ = ذَهَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب ذُهُوْقٌ مصدر (باب فتح) وہ نکل بھاگا۔ وہ مٹ گیا۔

ذُهُوْقٌ بروزن فَعُوْلٌ بمعنی اسم فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ نکل بھاگنے والا۔ مٹ جانے والا۔

ذَهَقَ بمعنی خَرَجَ بھی آتا ہے۔ ذَهَقَ دُوحَهُ اس کی رُوح نکل گئی۔ اور دوسری جگہ قرآن مجید میں

آتا ہے وَتَذْهَقُ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ (۸۵:۹) اور ان کی جانیں اس حالت میں نکلیں کہ

وہ کافر ہوں۔

۸۲:۱۷ = لَا يَزِيْدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب وہ نہیں بڑھانا ہے (یعنی قرآن) الظَّالِمِيْنَ

اس کا مفعول ہے۔

۸۳:۱۷ = اَعْرَضَ۔ اِعْرَاضُ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے منہ پھیر لیا۔

اس نے کنارہ کیا۔

= نَا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَائِيٌّ مصدر (باب فتح) وہ دور ہو گیا۔ اس نے

روگردانی کی۔ نَائِيْنِيَّةٌ۔ اس نے اپنے پہلو کو دور کر لیا۔ قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے وَهُمْ

يَذْهَبُوْنَ عَنْهُ وَيَنْتَعِبُوْنَ عَنْهُ (۲۶:۶) اور وہ اس سے (دوسروں کو) روکتے ہیں اور خود بھی

اس سے پہلو ہتی کرتے ہیں۔

= يَكُوْنُ سَاءً۔ يَأْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ ناامید۔ يَأْسٌ وَيَأْسَةٌ مصدر يَأْسٌ

ناامید!

۸۴:۱۷ = عَلَى شَاكِلَتِهِ۔ عَلَى حرف جار۔ شَاكِلَتِهِ مضاف و مضاف الیہ مل کر

مجرور۔ شَاكِلَةٌ شَكْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ شَاكِلَتِهِ اس کا ڈھنگ۔

شاکلہ کے معنی اس طریقہ اور روش کے ہیں جو اس کی فطرت میں ودیعت کئے گئے ہیں۔

۸۶:۱۷ = ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ط پھر تم نہیں پاؤ گے ہمارے مقابلہ میں کوئی

حمایتی و مددگار جو اُسے (وہ جو ہم نے تم پر وحی کیا ہے یعنی قرآن) واپس دلا سکے۔ یہ میں ضمیر واحد

مذکر غائب الَّذِي اَوْحَيْنَا إِلَيْكَ کی طرف راجع ہے۔

۱۷: ۸۸ = ظَهَرَ اَطْيَاوَر۔ مددگار۔ پشتیبان۔ مُظَاهَرَةٌ سے بروزن فَعِيلٌ بمعنی فَاعِلٌ

صفت کا صیغہ ہے۔ واحد۔ جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح مذکر و مؤنث کے لئے بھی

۱۷: ۸۹ = صَرَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَصْرِيفٌ (تفعیل) ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ ہم نے طرح سے

بیان کیا۔ تصریف الامر۔ کسی بات کو بار بار مختلف انداز سے بیان کرنا۔

= آبی۔ ماضی واحد مذکر غائب اَبَاءُ مصدر۔ اس نے سختی سے انکار کر دیا۔

= كَفُّوْاۙ۔ انکار۔ کفر۔ منصوب بوجہ آبی کے مفعول ہونے کے ہے۔

فَاٰبِیْ اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُّوْاۙ۔ سوائے کفر کے اکثر لوگوں نے ماننے سے انکار

کر دیا۔ یا اکثر لوگوں نے انکار کرنے کے سوا قبول نہ کیا۔

۱۷: ۹۰ = تَفَجَّرَ۔ تو پھاڑ ڈالے۔ تو بہالائے اَلْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے

اور شق کرنے کے ہیں۔ مضارع واحد مذکر حاضر (باب نصر)

صبح کو فجر اس واسطے کہا جاتا ہے کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے

اسی سے اَلْفُجُودُ۔ دین کی پردہ دری کرنا اور فَاَجْرُ دین کی پردہ دری کرنے والا ہو۔

تَفَجَّرَ۔ منصوب بوجہ اَنْ مَقْدَرِه کے جو حَتَّى کے بعد ہے ای حَتَّى اَنْ تَفَجَّرَ۔

= يَنْبُوعًا۔ اسم مفرد يَنْبُعٌ جمع چشمہ۔ النَّبْعُ کے معنی چشمہ سے پانی پھوٹنے کے ہیں۔ یہ

نَبْعٌ يَنْبُعُ (نصر) کا مصدر ہے يَنْبُوعُ اس چشمہ کو کہتے ہیں جس سے پانی ابل رہا ہو۔ رِع

۱۷: ۹۱ = فَتَفَجَّرَ۔ فَجَّرَ يُفَجِّرُ تَفْجِيرًا (باب تفعیل) تو پھاڑ لائے تو بہالائے مَضَا

واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل فَاَر کے جو تَفْجِی (لَنْ تَوْمِنَ) کے بعد واقع ہوا ہے۔

= خَلَّلَهَا۔ خَلَّلَ۔ بوجہ ظرف (مفعول فیہ) کے منصوب ہے۔ ای وسط تلك الجنة یعنی

اس جنت کے درمیان نہریں جاری کر دیں جو بہہ رہی ہوں۔

= تَسْقِطَ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل اَوْ جِوَالِیْ اَنْ کے معنی میں ہے تو گرا

تو ڈال دے۔ اِسْقَاطُ (اِفْعَالُ) مصدر۔ تَسْقِطُ عَلَيْنَا۔ تو ہم پر گرا دے۔

اَوْ تَسْقِطُ السَّمَاءَ کَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا کِسْفًا۔ میں تَسْقِطُ فَعَلَ السَّمَاءَ مَفْعُولٌ کِسْفًا

اسماء سے حال۔ کَمَا زَعَمْتَ جملہ معترضہ۔ یا جیسا آپ کا خیال ہے آپ ہم پر آسمان کو

ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں۔

= تَاتٰی دَبُّ، متعدی بوجہ دَبُّ، تو لے آئے۔ اِثْنَانُ سے واحد مذکر حاضر۔ مضارع معروف

== قَبِيلًا حال ہے اللہ سے اور اَلْمَلِیْکَۃ سے۔ قَبْلُ کے اصل معنی آگے اور سامنے کے ہیں اور اس صورت میں یہ دُبُرٌ و دُبُرٌ کی ضد ہے۔ اگرچہ مجازاً ہر قسم کے تقدم پر بولا جاتا ہے، خواہ یہ تقدم زمانی ہو یا مکانی ہو۔ یا بلحاظ رتبہ کے ہو۔ قَبِيلًا۔ سامنے، آگے، جیسے کہتے ہیں رَأَيْتُمْ قَبِيلًا میں نے اس کو سامنے (یعنی کھلم کھلا) دیکھا۔ اس معنی کی تائید قرآن مجید میں اسی مضمون پر دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے مثلاً وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ بِكَ حَتّٰی تَرٰی اللّٰهَ جَهَنَّمَ (۵۵: ۲) (وہ وقت یاد کرو) جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز نہ باور کریں گے (تمہارے کہنے سے) جب تک ہم خدا کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں۔ اور فَقَدْ سَاوٰهُمُوسٰی اَکْبَرُ مِنْ ذٰلِکَ فَقَاوُا اِرْنَا اللّٰهَ جَهَنَّمَ (۱۵۳: ۴) سو یہ تو موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی فرمائش کر چکے ہیں (ان سے) یہ بولے تھے کہ ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھلا دو۔

سو یہاں اس آیت میں بھی مستکبرین کا یہی مطالبہ تھا کہ خدا تعالیٰ اور فرشتے ہمارے سامنے کھلم کھلا آئیں اور ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

قَبِيلًا بمعنی جماعت در جماعت بھی ہے۔ اس صورت میں یہ قَبِيلَةٌ کی جمع ہے۔ ۹۳: ۱۷ = زُخْرُفٍ۔ سونا۔ سنہری۔ ملمع۔ آراستہ۔ زینت اور کسی شے کے کمال حسن کو بھی زخرف کہتے ہیں۔ قول کے لئے جب اس کا استعمال ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً یُوحٰی بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا (۱۱۶: ۶) ایک دوسرے کو جھٹی چٹری باتوں کا دوسرے ڈالتے رہتے ہیں۔ آرائش اور زینت کے معنی میں حتیٰ اِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ (۲۴: ۱۰) یہاں تک کہ جب زمین اپنی پوری آرائش اور زینت کو پہنچ چکی۔

= تَرَقَّى۔ مضارع واحد مذکر رَقِيَ يَرَقِي (رَقِيَ مصدر۔ جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ تَرَقَّى تو چڑھ جائے۔ اسی سے تَرَقَّى و اِرْتِقَاء ہے اوپر چڑھنا۔ بلند ہونا ہے۔ مِرْقَاةٌ سیرھی۔ زنبہ۔ چڑھائی۔ پاؤں رکھنے کا پتھر۔ رقی مادہ۔

= رُقَيْکَ۔ تیرا چڑھنا۔ رُقِيَ مصدر۔

= تَنْزِلَ عَلَیْنَا۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ نَزَلَ یُنْزِلُ تَنْزِيلًا (تفعیل) تو اتار لائے تو اتارے ہمارے لئے۔

= هَلْ۔ استفہام انکاری ہے۔ هَلْ کُنْتُ اَلَا تَهْنِیْ ہوں میں مگر۔ بَشَرًا۔ کُنْتُ کی خبر ہے۔ اور رَسُوْلًا صفت بُشْرًا کی۔ میں بجز ایک بشر اور رسول کے اور کیا ہوں

۹۴:۱۴ = وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ط

مَا مَنَعَ - فعل - إِلَّا أَنْ قَالُوا فاعل - أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا صفت فاعل النَّاسِ
مفعول اَوَّل مَنَعَ أَنْ يُؤْمِنُوا مفعول ثانی مَنَعَ - إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ ظرف مَنَعَ یا طرف
أَنْ يُؤْمِنُوا۔

اور جب ان کے پاس ہدایت بصورت نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقرآن پہنچی تو لوگوں کو
اس پر ایمان لانے میں کوئی امر مانع نہ ہوا سوائے اس بات کے کہ کہنے لگے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان
کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۹۵:۱۴ = مُطْمَئِنِّينَ - اسم فاعل جمع مذکر منصوب وطن بنالینے والے - قیام کرنے والے -
طَمْنٌ مادہ - الطُّمَائِنَةُ وَالطُّمَيْنَانُ (باب اغیلا) خلیجان کے بعد نفس کا سکون
پذیر ہونا - اِطْمَأَنَّ لِطَمَئِنْتُ اِطْمِئِنَّا - سکون پذیر ہونا - قرار پکڑنا - اور اِطْمَأَنَّ بِالْمَكَانِ
وَفِيهِ - مکان میں قیام کرنا - وہاں ٹھہرنا - اس کو اپنا وطن بنالینا - اَقَامَ وَاتَّخَذَ وَطَنًا
یعنی اگر فرشتے زمین پر سکونت پذیر ہوتے اور انہوں نے اسی کو اپنا وطن بنایا ہوتا۔
= كَنَزْنَا - جواب لَوْ - تو ہم ضرور اتارتے - لام تاکید کے لئے۔

۹۶:۱۴ = اَلْمُهْتَدِ - اسم فاعل واحد مذکر اِهْتَدَا مصدر - (باب افتعال) هَدَى
مادہ - ہدایت یافتہ - ہدایت پانوالا - اصل میں اَلْمُهْتَدِی متقاضی کو ساقط کر دیا گیا ہے
= يُضِلُّ - مضارع مجزوم - واحد مذکر غائب - ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے مجزوم بوجہ
عمل مَنْ ہے جو اسم جازم فعل ہے۔

(دوسرے اسماء جازمہ یہ ہیں مَنْ، مَا، مَهْمَا، اَنْ، اَيْنَمَا، حَيْثُمَا، اَيُّ، اَيْنَا
اَنْی - اَيَّانَ - اَيَّانَمَا - مَتَى - مَتَى مَا - اِذَا مَا - كَيْفَمَا)
= كَلَّمَا - کُلّ اور مَا سے مرکب ہے اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے کُلّ ہمیشہ
منصوب آتا ہے اس میں ظرفیت ما کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے یا اسم مکررہ
اکثر کَلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے جیسے کَلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ (۵۶:۴) کَلَّمَا خَبَتْ
(آیتہ نذا) بمعنی جب بھی -

= خَبَتْ - وہ بھی - ماضی واحد مؤنث غائب جَاءَ يَخْبُو (نصر) خَبَوُ مصدر - بھجنا - ضمیر
فاعل کا مرجع جہنم ہے۔

== زِدْنَاهُمْ اِیْ زِدْنَاهُمْ -

== سَعِيْرًا - السَّعْرُ سے . بروزن فَعِيْلٌ مَبْعُوءٌ ہے بمعنی دھکتی ہوئی آگ ۔ آگ جس کو ابھی طرح بھڑکایا گیا ہو ۔

زِدْنَاهُمْ سَعِيْرًا ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ زیادہ کی جائیگی ۔ یا ان کے لئے آگ کو مزید بھڑکایا جائے گا ۔

۹۸:۱۷ = ذٰلِكَ - اس کا متنازلہ یا قول باری تعالیٰ عَلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيْرًا ہے
یا وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَلَىٰ وُجُوْهِهِمْ ہے کہ سَعِيْرًا تک جو منکرین کا حال بیان ہوا ،
= رُقَاتًا - بوسیدہ - گلا ہوا - چورا چورا ہوا ہوا - (نیز ملاحظہ ہو ۱۷:۱۷۹)

= مَبْعُوْثُوْنَ - اسم مفعول جمع مذکر مرفوع - قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے والے ۔ بَعَثٌ مصدر ۔

۹۹:۱۷ = اَدَلَمۡ يَرَوْا - کیا وہ نہیں دیکھتے بمعنی اَدَلَمۡ تَتَفَكَّرُوْا - او - اَدَلَمۡ يَعْلَمُوْا - کیا وہ نہیں سوچتے ۔ کیا وہ نہیں جانتے ۔

= اَجَلًا - وقت مقررہ - مدت مقررہ ۔

= لَا رَنِيْبَ فِيْهِ - یعنی اس وقت مقررہ کے آجانے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ۔

= اَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ - کہ ایسوں کو پھر پیدا کر دے ۔ کہ ان کی مثل نئی مخلوق پیدا فرمائے ۔

= كَفُوْرًا - كَفَرٌ يَكْفُرُ سے مصدر منصوب - کفر کرنا ۔ نہ ماننا ۔ انکار کرنا ۔ یعنی ان ظالموں نے سوائے کفر کے اور ہر بات سے انکار کر دیا ۔ یعنی یہ اپنے کفر پر اڑے ہی ہے ۔

۱۰۰:۱۷ = لَا مَسْكَتُمْ - میں لام تاکید کے لئے ہے اَمْسَكْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر ۔ اِمْسَاكٌ سے تم ضرور روک رکھتے ۔

= خَشِيَةً - خوف - ڈر - منصوب بوجہ اَمْسَكْتُمْ کے مفعول لہ ہونے کے ہے ۔

= اِنْفَاقٌ بِرُوزِنٍ اِنْفَاقٌ - مصدر ہے بمعنی خرچ کرنا ۔

= قَتُوْرًا - صیغہ صفت مشبہ ، کنجوس طبیعت والا ۔ سخیل ۔ قَتُوْرٌ - اِسْرَافٌ کی ضد ہے قرآن مجید

میں ہے وَالَّذِيْنَ اِذَا اِنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (۲۵)

(۶۷) اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ سخیلی سے کام لیتے ہیں ۔ اور (ان کا

خرچ) اس کے درمیان اعتدال میں رہتا ہے ۔

قَوَامًا بوجہ كَانَ کی خبر ہونے کے منصوب ہے ۔

صاحب بیان القرآن اس آیت کے سابقہ آیات سے ربط کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ :-
 اوپر کفار کا آپ کی نبوت سے انکار کرنا اور آپ سے عداوت رکھنا مذکور ہوا ہے۔ آگے بطور
 تفریع کے فرماتے ہیں کہ اگر نبوت تمہارے اختیار میں ہوتی تو تم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیتے
 مگر وہ فضل خاص خدا کے ہاتھ میں ہے اس لئے تمہاری کراہت و عداوت مانع نہیں ہو سکتی۔ نیز ان کے
 اس سوال کا جواب بھی نکل آیا جو کہا کرتے تھے۔

ذَقَاوُا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْفَرِثِيِّينَ عَظِيمٍ (۳۱:۴۳)

اور کہنے لگے کہ یہ قرآن دو (مشہور) بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟
 جس کا جواب اس جگہ ان لفظوں میں دیا گیا ہے اَهُمْ يَفْهَمُونَ رَحْمَةَ رَبِّكَ (۳۲:۴۳)
 تو کیا آپ کے پروردگار کی رحمت خاصہ کو تفہیم یہ لوگ کرتے ہیں؟

یاد رہے کہ ان سے کہہ دو کہ میرے ذریعہ تو خداوند تعالیٰ کی رحمت کے خزانے یوں لٹائے جا رہے ہیں کہ
 ان کو لینے والے بہت کم ہیں۔ لیکن اگر یہی رحمت کے خزانے تمہیں دیئے جاتے تو تم اپنے بخل کی وجہ سے
 جو کفر کا لازمی نتیجہ ہے ان کو ضرور روک رکھتے۔ (ملاحظہ ہو انگلہ نبری تفسیر عبد اللہ یوسف علی)
 خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ - لفظ عام ہے ہر قسم کے کمالات اور جملہ اقسام نعمت پر شامل ہے لیکن
 خصوصیت کے ساتھ یہاں اشارہ نعمت نبوت کی جانب ہے۔

۱۰: ۱۷ = تَسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ - نو واضح نشانیاں۔

۱- عصا - دَالِقٍ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاَهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ (۱۰: ۲۴)
 اور تم اپنا عصا ڈال دو پھر جب اس نے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے جیسے سانپ (کرتا ہے) تو وہ پیٹھ
 پھیر کر پیچھے بھاگا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

۲- يَدٍ بَيْضَاءٍ وَادْخُلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءً مِّنْ غَيْرِ سُوءٍ فِي تِسْعِ آيَاتٍ
 اِلَىٰ فِرْعَوْنَ دَقُّوْهُ (۱۲: ۲۴) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جا تو وہ بلا کسی عیب
 کے بالکل سفید ہو کر نکلے گا یہ نو معجزات میں سے ہیں جو فرعون اور اس کی قوم تک (تو لجا تنگا)
 ۳- شق ہونا سمندر کا۔ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنَاكُمْ وَاَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ (۵۰: ۲)
 اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا تھا۔ پھر ہم نے تمہیں نجات
 دیدی اور فرعونوں کو غرق کر دیا۔

۴- قُحْطُ سَالِي وَلَقَدْ آخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصِ مِنَ الثَّمَرَاتِ (۱۳۰: ۴)
 اور بیشک ہم نے بکڑ لیا فرعونوں کو قحط سالی اور پھلوں کی پیداوار میں کمی سے۔

۵۔ طوفان ۶۔ ٹڈی ۷۔ جویں ۸۔ مینڈک اور

۹۔ خُون۔ فَادَسَلْنَا عَلَيْكَ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مَّفْضَلَةٍ (۳۳: ۱۷) اور بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جویں اور مینڈک اور خُون (ریم) سب واضح نشانیاں تھیں۔

= اَظُنُّكَ۔ مضارع واحد متکلم لَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔
میں تجھ کو خیال کرتا ہوں۔ میں تجھ کو سمجھتا ہوں۔

= مَسْحُورًا۔ سحرزدہ۔ خبطی۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ یہاں بمعنی سَاحِرًا بھی ہو سکتا ہے
میں تجھ کو جادوگر خیال کرتا ہوں (عصا۔ یہ بیضہ کے معجزے دیکھنے کے بعد مناسب جادوگر سے بھی ہو سکتی تھی)
۱۰۲: ۱۷ = هُوَ لَا يَدْرِي۔ یہ نوآیات بنیات۔ یا ان میں سے بعض کی طرف اشارہ ہے۔

= بَصَائِرٍ۔ بَصِيرَةٌ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ واضح نصیحتیں۔ بصیرت افزا نشانیاں۔ یہ هُوَ لَا يَدْرِي سے
حال ہے۔

= مَثْبُورًا۔ اسم مفعول واحد مذکر تَبْثُورٌ مصدر۔ ملعون۔ خیر سے روکا گیا۔ ہلاک شدہ۔ التَّبْثُورُ
(باب نصر) کے معنی ہلاک ہونے یا زخم کے خراب ہونے کے ہیں۔ وَ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يُفْرِعُونَ مَثْبُورًا
اے فرعون میں تجھے ہلاکت زدہ سمجھتا ہوں۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے دَعُوا هَٰؤُلَاءِ تَبْثُورًا لَا تَدْعُوا
الْيَوْمَ تَبْثُورًا إِذَا دَعُوا تَبْثُورًا كَثِيرًا (۱۳: ۲۵) وہاں ہلاکت کو پکاریں گے آج ایک
ہی ہلاکت کو نہ پکارو۔ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔

۱۰۳: ۱۷ = يَسْتَفْزِهُمُ مَضَارِعُ واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنَ۔
استفزاز (استفعال) مصدر کہ ان کے قدم اکھاڑ دے۔ هُمْ ضمیر بنی اسرائیل کی طرف راجع ہے
استفزاز کسی کو ہلکا اور حقیر سمجھنا۔ ڈرانا۔ کسی کو اس کی جگہ سے اکھاڑ دینا۔ گھر سے باہر نکال دینا۔
یہاں مؤخر الذکر معنی مراد ہیں نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۷۶ مذکورہ بالا۔

۱۰۴-۱۷ = مِنَ الْعَدِۦ۔ یعنی غرقابی فرعون کے بعد
= اُسْكُنُوا الْاَرْضَ۔ یعنی اب تم فرعون کی غلامی سے آزاد ہو۔ جہاں چاہو رہو لیو۔ یا ال عہد کے
لئے ہے۔ اور الارض سے مراد وہی وادی سینا ہے جس کا وعدہ ان سے کیا گیا تھا۔

= لَفِيفًا۔ صفت مشبہ، آدمیوں کا وہ بڑا گروہ جس میں مختلف قبائل کے آدمی جمع ہوں طَعَامٌ
لَفِيفٌ دو یا زیادہ اقسام سے ملا ہوا کھانا۔ لَفَافَةٌ لپیٹ کا کپڑا۔ لَفَّ الثَّوْبَ اس نے کپڑا لپیٹ
دیا۔ لَفَّ وَالْفَافُ (جمع) وہ باغ جن کے درخت گھنے ہوں اور درختوں کی شاخیں پیچ در پیچ باہم گھٹی

ہوئی ہوں۔

قرآن مجید میں آیا ہے وَجَنَّتِ الْفَافَا۔ (۷۸: ۱۶) اور گھنے گھنے گنجان اور باہم ملے ہوئے بانغ ہیں۔ جَنَّتَا بِكُمْ لَعْنَةً۔ ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔ لَعْنَةً ضَمِيرٌ كَمَّ سے حال ہے۔

== وَعْدُ الْآخِرَةِ۔ ای قیام الساعۃ۔ قیامت۔

۱۷: ۱۰۵ = بِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ فِي ۴ ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ۔ قرآن کے لئے ہے۔ ای ما انزلنا القرآن الا بالحق۔ ہم نے اس کلام یعنی قرآن کو حق کے ساتھ اتارا ہے اور یہ حق کے ساتھ ہی اتر آیا یعنی یہ قرآن سراسر سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے۔

== بِشِيرَآءٍ مَذْمُورًا۔ ۴ ضَمِيرٌ سے حال ہیں۔ اور بدیں وجہ منصوب ہیں
۱۷: ۱۰۶ = قُرْآنًا۔ فعل مضمر کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، ای اَنْتَنَّا قُرْآنًا (ہم نے قرآن کو)

== فَرَقْنَاهُ میں ضَمِيرٌ ۴ واحد مَذْكَرٌ غَائِبٌ قرآن کے لئے ہے۔ فَرَقْنَا ما معنی جمع متکلم۔ ہم نے اسے الگ الگ حکم بیان کیا۔ الگ الگ کر کے بتایا۔ مٹھوڑا مٹھوڑا کر کے اس کو نازل کیا۔ یا اس میں حق و باطل کو الگ الگ کر کے بیان کیا۔ ای فَرَقْنَا فِيهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَبَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ یہاں جار کو حذف کر کے مجرور کو بوجہ مفعول بہ کے منصوب کر دیا گیا۔

== لِنَقْرَأَهُ ۴ میں ۴ ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ قرآن کے لئے ہے۔ تاکہ تو اسے پڑھے۔

== عَلَى مُكُتٍ۔ مٹھہر مٹھہر کر اَلْمُكُتُ کسی چیز کے انتظار میں مٹھہرے رہنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے قَالَ لِي هَلِ اَمْكُتُوا (۲۸: ۲۹) اپنے گھروالوں سے کہا کہ تم (یہاں) مٹھہرو۔
مُكُتٌ يَمْكُتُ۔ مُكُتٌ (نصر۔ کم) انتظار کرتے ہوئے توقف کرتا۔ یہاں مراد قرآن کو مٹھہر مٹھہر کر پڑھنا ہے تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔

۱۷: ۱۰۷ = يَخْرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب خَرُودٌ مصدر۔ وہ گر پڑتے ہیں۔

== يَلَذُّوْنَ۔ جمع اَذْقَانٌ۔ ذَخْنٌ واحد۔ ٹھوڑیاں۔ يَلَذُّوْنَ مٹھوڑیوں کے بل۔

== سَجَدًا۔ يَخْرُوْنَ سے حال ہے۔ سجدہ کرتے ہوئے۔

۱۷: ۱۰۸ = اِنْ كَانَ۔ میں اِنْ مخفف ہے اِنْ سے۔

== لَمَفْعُولًا۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔

اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا۔ لام فارقہ ہے۔ بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔

۱۷: ۱۰۹ = يَبْكُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب يَخْرُوْنَ سے حال ہے۔ روتے ہوئے۔

= يَزِيدُ هُمْ - يَزِيدُ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل القرآن کی طرف راجع ہے۔
 = خُشُّوعًا - مصدر منصوب خَشَعَ يَخْشَعُ سے فروتنی، عاجزی۔ اور یہ قرآن ان کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔
 ۱۰: ۱۱ = آيَاتًا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ السَّمَاءُ الْحُسْنٰى - آيَاتًا - جو نسا۔ کونسا۔ کس کس۔ جس
 کیا کیا۔ یہ استفہامیہ بھی ہوتا ہے اور شرطیہ بھی۔ اور صفت بھی واقع ہوتا ہے۔ لیکن یہاں شرطیہ استعمال
 ہوا ہے۔ مَا زَادَهُ تَاكِيْدُ كَيْ لَمْ يَكُنْ آيَاتًا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے ای بای اسم تدعوا
 تَدْعُوْنَ - تم بلاؤ۔ تم پکارو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر دَعْوَةٌ مصدر۔ لیکن آیہ نہا میں الدعاء
 بمعنی التسمیۃ استعمال ہوا ہے الدعاء کے معنی میں نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس ذات (حق تعالیٰ)
 کو اللہ کا نام دو یا الرَّحْمٰن کا۔

فَلَهُ - میں ضمیر واحد مذکر غائب ان دو اسموں (اللہ - الرَّحْمٰن) کی طرف راجع نہیں بلکہ ان دونوں
 اسموں کے مسمیٰ کی طرف راجع ہے۔ الفاء جواب شرط کے لئے ہے یعنی آيَاتًا تَدْعُوْنَ (تم جو نام بھی اس
 کو دو) شرط۔ اور فَلَهُ السَّمَاءُ الْحُسْنٰى - جواب شرط۔ یعنی آيَاتًا تَدْعُوْنَ فهو حسن (جو نام بھی اس
 کو وہی زیبا ہے) فهو حسن کی جگہ فَلَهُ السَّمَاءُ الْحُسْنٰى آیا ہے یعنی جس نام سے بھی اس کو پکارو اس
 کے اچھے ہی اچھے نام ہیں۔

= لَا تَجْهَرُ - فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو آواز بلند نہ کر۔ الْجَهْرُ (باب فتح) کے اصل معنی کسی چیز کا
 حاسہ سمع یا بصر میں افراط کے سبب پوری طرح نمایاں اور ظاہر ہونے کے ہیں۔ حاسہ سمع کے ظاہر ہونے
 کے متعلق ارشاد ہے سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ (۱۳: ۱۰) تم میں سے کوئی
 چپکے سے بات کہے یا آواز بلند پکار کر (اس کے نزدیک) دونوں برابر ہیں۔ آیہ نہا میں بھی اسی معنی میں استعمال
 ہوا ہے۔

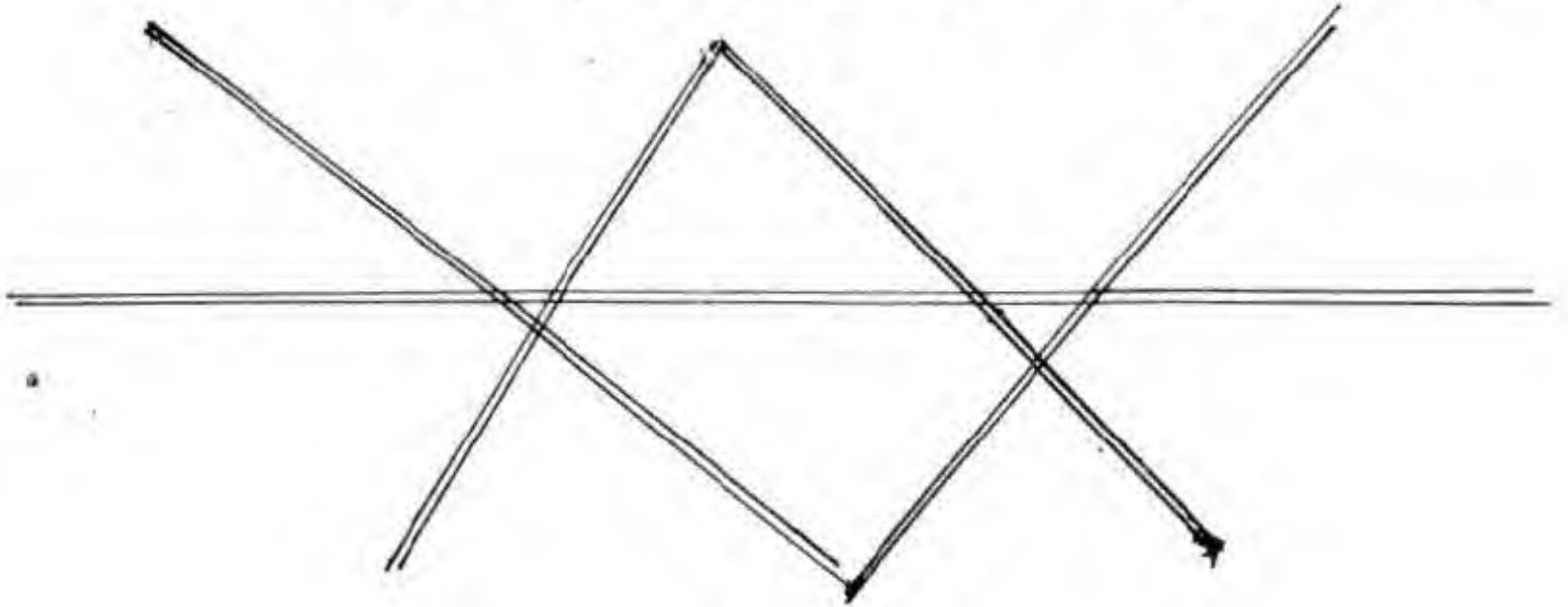
وَلَا تَجْهَرُ - تو آواز بلند نہ کر۔ تو بلند آواز سے نہ پڑھ ای وَلَا تَجْهَرُ بِقِرَاءَةِ صَلَاتِكَ -
 حاسہ بصر یعنی نظروں کے سامنے کسی چیز کے ظاہر ہونے کے متعلق متعل ہے مثلاً لَنْ تُؤْمِنَ
 لَكَ حَتَّى تَرَى اللَّهَ جَهْرَةً - (۵۵: ۲) جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں ہم تم پر
 ایمان نہیں لائیں گے۔

= لَا تُخَافِتُ - فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ مُخَافَتَةٌ مصدر باب مفاعلة۔ بمعنی آہستہ گفتگو کرنا وَلَا
 تُخَافِتُ بِقِرَاءَةِ صَلَاتِكَ اور نہ نماز میں قرأت کو بالکل چپکے چپکے ادا کر۔
 = ابْتَغِ - امر واحد مذکر حاضر۔ ابْتَغَاءٌ مصدر تو تلاش کر۔ تو اختیار کر۔

۱۷: ۱۱ = مِنَ الذَّلِيلِ اس میں مِنْ تَعْلِيلِیہ ہے۔ یعنی بوجہ۔ سبب۔ الذَّلِيلِ - عاجزی

کمزوری، تواضع۔ ذلت۔ جب دوسرے کے دباؤ اور قہر کی بنا پر عاجزی ہو تو اس کو ذل کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ ۱۷۲: ۲۴ یعنی ان کے سامنے مقہور و مجبور ہو کر رہو۔

اور اگر بغیر کسی قہر و جبر کے خود اپنی سرکشی اور سخت گیری کے بعد جو ذلت حاصل ہو وہ ذل کہلاتی ہے کہتے ہیں۔ ذَلَّتِ الدَّابَّةُ ذِلًّا۔ منہ زوری کے بعد سواری کا مطیع ہونا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱۸) سُورَةُ الْكَهْفِ (۶۹)

۱۸: ۱ = عَبْدٌ - مضاف مضاف الیه۔ عبد سے مراد ذات اقدس بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے۔

= الْکُتُب - ای القرآن

= عَوَجًا - الْعَوَجُ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے سیدھا کھڑا ہونے کی حالت سے ایک طرف جھک جانا کے ہیں۔ الْعَوَجُ اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو آنکھ سے بسہولت دیکھا جاسکے مثلاً لکڑی وغیرہ کا ٹیڑھا پن۔ اور الْعَوَجُ اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو صرف عقل اور بصیرت سے دیکھا جاسکے۔ مثلاً معاشرہ میں دینی اور معاشی ناہمواریاں۔ یا فہم و ادراک میں کمی۔

اور جگہ قرآن کی تعریف میں ارشاد ہے قَوْلَانَا عَرَبِيًّا غَيْرِ ذِي عَوَجٍ (۲۸: ۳۹) یہ قرآن عربی جس میں کوئی عیب و اختلاف (لفظی یا معنوی ناہمواری) نہیں ہے۔ عَوَجٌ - اس میں پیچیدگی۔ ٹیڑھا پن۔ ہے صاحب صیائر القرآن رقمطراز ہیں۔ عَوَجًا کی تنوین تفلیل کے لئے ہے یعنی اس میں ذرا سی بھی کمی نہیں ۱۸: ۲ = قِيَمًا - درست کرنیوالا۔ یعنی ایسی کتاب جو نہ صرف نبیات ہر قسم کی کمی یا خامی سے مبرا ہے بلکہ

دوسروں کی کمیوں اور غامیوں کی اصلاح کرتی ہے۔ ای ثابتاً و مقوماً لا موز معاشم و معادهم یعنی خود کمی سے بالاتر اور دوسروں کے معاش و معاد کو درست کرنے والی۔ حروف مادہ ق و م

= وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عَوَجًا قِيَمًا - صاحب کشف نے واو کو حرف عطف اور ولم یجعل له کو انزل پر معطوف لیا ہے۔ ان کے نزدیک قیما کو الکتاب کا حال ماننے سے حال اور ذوالحال میں فاصلہ واقع ہو جاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ قِيَمًا کا نصب الکتاب کا حال ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ فعل مضمرب کی وجہ سے ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عَوَجًا جَعَلَهُ قِيَمًا۔

لیکن بعض کے نزدیک وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عَوَجًا میں واو حالیہ ہے گویا وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عَوَجًا اور قِيَمًا دونوں حال ہیں جب دونوں حال ہوئے تو حال اور ذوالحال میں فاصلہ نہ رہا۔

== لِيُنْذِرَ لام تعلیل کے لئے ہے يُنْذِرَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام۔
 اِنْذَارٌ (افعال) مصدر تاکہ وہ ڈرائے / ڈرانے کا فاعل کتاب ہے۔
 لِيُنْذِرَ بِأَسَاسٍ يَدَّ ۱۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ لِيُنْذِرَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِأَسَاسٍ يَدَّ
 تاکہ وہ کافروں کو عذاب شدید سے ڈرائے۔ مفعول اول محذوف ہے۔
 == مِنْ لَدُنْهُ۔ اس کی طرف سے۔

== اَنْ لَّهُمْ اَجْرًا حَسَنًا۔ یہ بشارت کا بیان ہے۔ اور مراد اس اجر سے جنت ہے۔
 ۱۸: ۳ = مَا كَثُرَتْ فِيهِ۔ مَا كَثُرَتْ اسم فاعل جمع مذکر۔ مَكَثَ يَمْكُثُ (نص) سے مَكَثٌ مادہ
 و مصدر۔ ٹھہرے رہنے والے۔ ہمیشہ رہنے والے۔
 == فِيهِ۔ اِیْ فِي الْاَخْرِ۔ فِي الْعَجَّةِ (جائے) اجر میں۔ یعنی جنت میں۔
 ۱۸: ۵ = كَبُورٌ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اس کا فاعل ہی ضمیر مستتر ہے۔ اور کَلِمَةً اس کی
 تمیز ہے اور اس واسطے منصوب ہے۔

كَبُورٌ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ کتنی بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی
 ہے۔ یعنی ان کی زبانیں کیسے شدید گستاخانہ عقیدہ بیان کر رہی ہے (یہ اسلوب بیان اظہار تعجب کے لئے
 اختیار کیا گیا ہے)

== اِنْ يَتُوبُوا فَاُولَٰئِكَ اِنْ نَافِيَہ ہے۔
 ۱۸: ۶ = فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ۔ لَعَلَّ۔ حرف مشابہ لفعیل ہے۔ لَکَ اس کا اسم۔ شاید تو۔
 لَعَلَّ۔ امید یا خوف پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے اِنَّ اَنْتَ کَانَ کی طرح ماضی اسم اور رافع
 خبر ہے۔ امید کا رجوع کبھی متکلم کی طرف ہوتا ہے جیسے لَعَلَّنَا فَنَبِيعَ السَّحَرَةَ (۲۶: ۴۰) (اگر ہم سے
 جادوگر غالب آگئے تو ہمیں امید ہے کہ ہم ان ہی کی راہ پر رہیں گے۔
 کبھی مخاطب کو امید دلانے کے لئے آتا ہے اس وقت امید کا رجوع مخاطب کی طرف ہوتا ہے
 مثلاً لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشَى (۲۰: ۴۴) پھر اس سے نرم گفتگو کرنا یہ امید رکھتے ہوئے کہ شاید وہ
 نصیحت مان جائے یا ڈری جائے۔

کبھی امید کا تعلق نہ متکلم سے ہوتا ہے نہ مخاطب سے بلکہ تیسرے شخص سے ہوتا ہے۔
 جیسے آیت ہذا میں فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ہ یعنی آپ کی حالت کو دیکھ کر لوگ
 یہ امید یا اندیشہ کرتے ہیں کہ آپ اپنی جان کھودیں گے۔ اور جگہ اس کی مثال۔ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ مِّنْ
 بَعْضِ مَا يُوحٰی اِلَيْكَ (۱۱: ۱۲) یعنی لوگ یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ وحی کا کوئی حصہ ترک کر دیں گے۔

طَبَّحَ بِأَخٍ - اسم فاعل - واحد مذکر - بَطَّحَ مصدر باب فتح - الْبُخْخُ کے معنی غم سے اپنے تئیں ہلاک کر ڈالنا کے ہیں - ایک شاعر نے کہا ہے -

أَلَا أَيُّهَا الْبَاخِ الْوَجْدُ لِنَفْسِهِ - اے غم کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے -

عَلَى أَثَارِهِمْ - أَثَارٌ جمع أَثَرٌ واحد - أَثَارِهِمْ مضاف مضاف الیه - أَثَرٌ نشانی - علامت نشان قدم - جیسے قَارُنَدَا عَلَى أَثَارِهِمَا قَصَصَا (۶۴:۱۸) پھر دونوں اپنے قدموں کے نشان پر اٹھے چلے - یہاں عَلَى أَثَارِهِمْ کے معنی ہیں من بعدہم ای من بعد تولیم عن الایمان وبتباعدهم منه - یعنی ان کے ایمان سے اعراض کرنے پر اور اس سے بعد پر -

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ لِّنَفْسِكَ عَلَى أَثَارِهِمْ - لوگ امید کرتے ہیں کہ آپ ان کے ایمان سے اعراض کے پیچھے غم سے اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے -

= الْحَدِيثُ - ای القرآن -

= أَسَفًا - مفعول لہ ہے بَاخِعٌ کا أَسَفٌ بمعنی افسوس کرنا - پچھتانا -

إِنْ تَكْمُلُوا مِنْوَا بِهَذَا الْحَدِيثِ شَرْطٌ - فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ لِّنَفْسِكَ جَزَاءٌ - جزا لفظاً مقدم لائی گئی ہے لیکن معنی مؤخر ہے - الفاء جواب شرط کا ہے -

۱۸: ۷ لَبَسُوا هُمْ - میں لام تعلیل کا ہے - نَبَلُوا - مضارع جمع متکلم - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب - سُكَّانُ الْأَرْضِ - اہالیان ارض کے لئے ہے تاکہ ہم اہل زمین کو آزمائیں -

۱۸: ۸ = صَعِيدًا - زمین - خاك - صَعُودٌ مصدر جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں - صَعِيدٌ بروزن فَعِيلٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے -

= جُرْدًا - بنجر - چُطِيل - جُرْدٌ سے جس کے معنی کاٹ دینے اور کھا کر صاف کر دینے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے - یعنی وہ زمین جس کے درخت اور گھاس چھانٹ دیئے گئے ہوں - چونکہ بٹیل میدان اور بنجر زمین درختوں اور گھاس سے خالی ہوتی ہے اس لئے جُرْدٌ کہلاتی ہے - یعنی ایک دن ہم اس سرسبز و شاداب زمین کو چٹیل میدان بنادیں گے یہ اپنی صنعتِ ایجاد کے بعد حکمتِ عدم کی طرف اشارہ ہے -

۹: ۱ = اَمْ - اَمْ حرفِ عطف ہے اس کی دو قسمیں ہیں متصل - منقطع - متصل وہ ہے جس کے پہلے ہمزہ تسویر (سَوَاءٌ کا ہمزہ) آئے جیسے سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ (۶: ۲) اس سے پہلے ہمزہ استفہام ایسا آئے جس کو اَمْ کے ساتھ ملانے سے تعین و تخصیص مطلوب ہو مثلاً - ذِكْرُكَ اَمْ عَمْرُوٌ یا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلَّذِي كَرِهْتَ اَمْ اَلَّذِي نَشِئْتَنِ

(۱۲۳:۶) اس کو متصل اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا ماقبل اور مابعد دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ منقطعہ جو متصل کے خلاف ہو۔ جیسے اَمْ جَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ (۱۶:۱۳)۔ اَمْ منقطعہ کے وہ جو اس سے کبھی جدا نہیں ہوتے ”اِضْرَابٌ“ ہے (اِضْرَابٌ یعنی پہلی بات سے اعراض کرنا) اَمْ۔ کئی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً یا۔ خواہ۔ کیا۔ اور کبھی بمعنی بَلْ استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی بَلْ اور ہمزہ استفہام کے لئے آتا ہے۔ جیسا جمہور کے قول کے مطابق آیہ ہذا میں ہے۔ اس صورت میں اَمْ حَصِبْتَ اِی بَلْ اَحْسِبْتَ تو کیا تو خیال کرتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اَمْ منقطعہ کی مستقل خصوصیت اِضْرَابِ یعنی پہلی بات سے اعراض ہے۔

اوپر آیات ۸:۷ میں زمین کو پیدا کرنے اور پھر روئے زمین پر زینت و آرائش کے مختلف سامانوں کے پیدا کرنے اور پھر اس کائنات کی ساری رعنائیوں اور دلفریبیوں کو فنا کر کے بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں تبدیل کرنے کا ذکر ہے اور آیت ۹ میں اصحاب کہف و الرقیم کے قصہ کا ذکر ہے ارشاد ہوتا ہے کہ جس ذات والاوصاف کے قبضہ قدرت میں تخلیق ارض و سماوات بعد ان کے جملہ لوازمات ہے کیا اس کا اصحاب کہف کو کچھ مدت کے لئے ان پر نیند طاری کر کے مُرورِ وقت سے بے خبر رکھ کر دوبارہ اٹھا کر کھڑنا تعجب کی بات ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس تخلیق کے مقابلہ میں یہ بات تو بالکل معمولی اور حقیر سی ہے۔

اَمْ۔ بعض دفعہ زائدہ بھی آتا ہے جیسے اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ اَمْ اَنَا خَيْرٌ (۵۱:۵۲)۔ عبارت کی تقدیر یوں ہے اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ اَنَا خَيْرٌ۔ (کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں بہتر ہوں) لغتِ یمن میں اَمْ اَلْ کے بدل میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً لَیْسَ مِنْ اَمْبِرٍ اَمْصِیَاؤُ فِي الْمُسْفَرِ۔ اِی لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ اَلْصِّیَامُ فِي الْمُسْفَرِ (سفر میں روزہ رکھنا خاص نیکی نہیں) = اَلْکَهْفِ۔ پہاڑ میں وسیع غار کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع کُھُوْفٌ ہے۔

= الرَّقِیْمِ۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ بعض کے نزدیک اصحاب کہف کے کتے کو رقیم کہتے ہیں۔ جیسا کہ امیہ بن صلت کا قول ہے۔

۲۔ الرقیم۔ روم میں ایک قریہ کا نام ہے الضحاک۔

۳۔ یہ اس پہاڑی کا نام ہے جس میں الکھف ہے۔

۴۔ الرَّقِیْمِ بروزنِ فَعِیْلٌ بمعنی مفعول ہے نوشتہ۔ تحریر۔ لکھی ہوئی عبارت۔ قرآن میں اور جگہ آیا ہے کِتَابٌ مَّرْقُومٌ۔ (۸۳:۹) ایک لکھی ہوئی کتاب۔ لہذا الرقیم وہ لوح جس پر اصحاب کہف کے نام۔ ان کا حسب و نسب۔ ان کا قصہ اور ان کے خروج کے اسباب تحریر ہیں اور جو ان کے مدفن پر لگائی گئی ہے۔

= عَدَدًا - بمعنی معدودہ - مصدر معنی صفت آیا ہے اور سِنِينَ موصوف ہے اسی سِنِينَ مَعْدُودَةٍ - کچھ سال - گنتی کے کئی سال -

۱۲:۱۸ = لَحَنَهُمْ - ہم نے ان کو اٹھا کھڑا کیا -

= لِنَعْلَمَ - لام تعلیل کا ہے لَعَلَّ مضارع جمع متکلم منصوب بوجہ عمل لام -

= اَتَى الْحِزْبَيْنِ - دونوں گروہوں میں سے کونسا گروہ - حِزْبَيْنِ تثنیہ حِزْبٍ واحد گروہ، جماعت - فرقہ - ان دو فرقوں سے کونسا فرقہ مراد ہے۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں -

۱- ایک فرقہ اصحاب کہف کا دوسرا فرقہ اہل شہر کا جو اس زمانہ میں وہاں آباد تھے جب اصحاب کہف کو دوبارہ اٹھایا گیا تھا -

۲- دونوں گروہ اہل یان شہر میں سے تھے - ایک مومنوں کا گروہ - دوسرا کافروں کا -

۳- اس زمانہ کے مومنوں میں سے ہی دو گروہ تھے -

۴- کافروں کے دو گروہ مراد ہیں - ایک گروہ یہود ایک گروہ نصاریٰ -

۵ - دونوں گروہ اصحاب کہف میں سے تھے - ایک گروہ جو کہتا تھا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ط

(۱۹:۱۸) اور دوسرا گروہ جو کہتا تھا کہ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ (ایضاً)

= اَحْصَى - خوب گننے والا - اِحْصَاءٌ (باب افعال) سے افعال التفضیل کا صیغہ - یا اَحْصَى

يُحْصِي اِحْصَاءً (افعال) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے - اس نے گنا - اس نے شمار کیا -

حِصَاءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی گنکری کے ہیں - عرب کنکریوں کو گنتی کے لئے استعمال کیا کرتے

= اَمَدًا - بلحاظ مدت کے - از روئے مدت - تیز ہے اَحْصَى کی - یا اَحْصَى فعل ماضی کا مفعول ہے

مدت -

۱۲:۱۸ = نَبَاهَهُمْ - مضاف مضاف الیہ - ان کی خبر - ان کا قصہ -

۱۴:۱۸ = رَبَطْنَا - ماضی جمع متکلم - ہم نے باندھا - ہم نے گرہ دی - رَبَطٌ مصدر - (باب ضروب،

نَصْرَم) مضبوط باندھنا - رَبَطَ اللہُ عَلٰی قَلْبِہ - اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا

کیا وَ رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوبِہُمْ - اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت بخشی - اِرْبَطَ فَرْسًا - سرحد کی

حفاظت کے لئے گھوڑا تیار کرنا -

اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے لَوْ لَا اَنْ رَبَطْنَا عَلٰی قَلْبِہَا (۲۸:۱۰) اگر ہم اس کے دل کو مضبوط

نہ کئے رکھتے (تو عجیب نہ تھا کہ وہ ہمارا سارا معاملہ ظاہر کر دیتی)

= اِذْ قَامُوا - یہ رَبَطْنَا سے متعلق ہے یعنی ہم نے ان کے دل (صبر و ثبات) سے مضبوط کر دیئے

جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے (باطل کے مقابلہ میں یا جبار حاکم کے روبرو یا اپنی بُت پرست قوم کے سامنے) فَقَالُوا۔ تو وہ بولے آپس میں۔ بادشاہ کے روبرو یا اپنی قوم سے اِذْ تَعْلِيلُ کے لئے ہے۔ یعنی چونکہ جبکہ جیسے وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ اِذْ ظَلَمْتُمْ (۳۹:۳۳) اب جبکہ تم ظالم ٹھہر چکے تم کو آج کے دن کوئی فائدہ نہیں۔

= لَنْ تَذَعُوا مضارع نفی تاکید لمن بوجہ عمل لَنْ مضارع منصوب ہوا اور نون اعرابی گر گیا۔

ہم ہرگز نہیں پکاریں گے، ہم ہرگز عبادت نہیں کریں گے۔ دُعَاءُ دَعْوَةٌ مصدر باب نصر

= لَقَدْ قُلْنَا اِیٰ لَئِنْ سَمِعْنَا هُمْ اَلِهَةً لَقَدْ قُلْنَا اِذَا شَطَطًا۔ یعنی اگر ہم نے رب السموات والارض کے علاوہ کسی دوسرے کو الٰہ یا معبود قرار دیا تو ہم نے حق سے دُور کی بات کہی۔

= شَطَطًا۔ اِیٰ تَوْلَدَ شَطَطًا۔ اِدْتَوْلَدَ ذَا شَطِطٍ۔ حق سے دور کی بات۔

شَطَطٌ کے معنی حد سے زیادہ تجاوز کرنے کے ہیں باب نصر، ضروب چونکہ حد سے بڑھنا جو روک تھام ہوتا ہے اس لئے ان معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ شَطَطُ النَّهْرِ۔ دریا کا کنارہ جہاں سے پانی دور ہو۔

اور جبکہ قرآن میں ہے وَ اِنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلٰی اللّٰهِ شَطَطًا (۲:۴۷) اور ہم میں سے جو احمق ہوئے ہیں وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں (حق سے دور کی) باتیں کہتے ہیں۔ یا فَاحْكُم بَيْنَنَا وَ لَا تَشْطِطْ (۲۲:۳۸) سو آپ ہم میں انصاف فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے ۱۵:۱۸ = هُوَ لَا عِزَّ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا۔ هُوَ لَا عِزَّ قَوْمُنَا عطف بیان اتَّخَذُوْا اخبر۔ = عَلَیْہِمْ۔ اِیٰ علی عبادتہم ان کی عبادت کے متعلق مضاف کو حذف کر دیا گیا۔ ادعلی الوہیت ان کی الوہیت پر۔

= سُلْطَانٌ۔ بَیِّنٌ۔ کھلی دلیل۔

= فَمَنْ۔ میں۔ مَنْ استفہامیہ ہے کون۔ کس نے۔ مثلاً قَالُوا یٰوٰیْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا

(۵۲:۳۶) کہیں گے ہائے ہماری کم نجاتی کس نے ہم کو ہماری خواب گاہوں سے اٹھایا؟

۱۶:۱۸ = اِعْتَزَلْتُمُوْهُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ واو اشباع کا ہے اِعْتَزَلَ مصدر۔ تم نے

ان سے کنارہ کر لیا۔ (اور حبیب) تم نے (ان مشرکوں سے اور جن کی یہ خدا کے سوا عبادت کرتے ہیں)

ان سے کنارہ کر لیا۔ قرآن مجید میں ہے فَاعْتَزِلُوْا لِلنِّسَاءِ۔ (۲۲:۲) عورتوں سے کنارہ کش رہو

اسی سے ہے مُعْتَزَلَةٌ عقل پرست فرقہ جو اہل سنت سے الگ ہو گیا تھا۔

خواجہ حسن بھریؒ ایک دن کسی مسئلہ پر دلائل دے رہے تھے کہ ان کا ایک شاگرد اصل بن عطاء

اختلاف رائے کی بنا پر الگ ہو کر ایک گروہ سے اپنا نقطہ نظر بیان کرنے لگا۔ خواجہ حسن بصری نے فرمایا اَعْتَزَلْ عَنَّا۔ وہ ہم سے کنارہ کش ہو گیا۔ اسی بنا پر واصل بن عطاء کے پیروکار معتزلہ مشہور ہو گئے۔

= وَ اِذَا عَٰتَزَلْتُمْ هُمْ۔ سے اخیر آئیہ ہذا تک کلام ان توحید پرست نوجوانوں کا آپس میں بطور مشورہ کے ہے
= وَمَا يَعْبُدُونَ اِلَّا اللّٰهَ۔ میں موصولہ ہے۔ اِذَا عَٰتَزَلْتُمْ هُمْ وَ اَعْتَزَلْتُمْ الذِّينَ يَعْبُدُوْنَ اور اِلَّا اللّٰهَ استثناء متصل ہے۔ بنا بریں کہ وہ ان نوجوانوں کی قوم، اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے اور بتوں کی بھی۔

يَا دَاۤءِ الْعِبَادِ اِلَّا اللّٰهَ۔ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ مقررہ اللہ کی جانب سے ہے کہ یہ نوجوان سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کرتے تھے اس صورت میں مَا نَافِيہ ہوگا۔

= فَاَوَا۔ تم جا بیٹھو۔ تم فروکش ہو جاؤ۔ اِيَوَاۤءُ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِدٰی۔ يُوَوِّی۔

= يَنْشُرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم بوجہ جواب امر۔ النّشْرُ۔ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے کے ہیں۔ یہ کپڑے صحیفے کے پھیلانے، بارش اور نعمت کے عام کرنے اور کسی بات کو مشہور کر دینے پر بولا جاتا ہے۔ جیسے وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۲۰: ۸۱) اور جب غلوں کے دفتر کھولے جائیں گے۔ اور وَ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ (۲۸: ۴۲) اور وہی تو ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد میزہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔

يَنْشُرُ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَّحْمَتِهِ تمہارا پروردگار تم پر اپنی رحمت عام کر دے گا۔
= يُهَيِّئُ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب تَهَيُّئَةٌ وَ تَهْيِئَتٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ فراہم کر دیگا وہ تیار کر دیگا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۰: ۱۸)

= مِرْفَقًا۔ رَفَعَ يَرْفَعُ (نصر) رَفَعُ يَرْفَعُ (کرم) وَ رَفَعَ يَرْفَعُ (سمع) رَفَعًا۔ مِرْفَقًا وَ مِرْفَقًا۔ بِہ۔ لَہ۔ عَلَیْہ۔ نرمی اور مہربانی سے پیش آنا۔ یہاں اس کا معنی ہے مَا يَرْفَعُ اِی یَنْتَفِعُ بِہ۔ جس سے فائدہ اور نفع حاصل کیا جائے۔ فائدے اور نفع کا سامان۔
یہاں مِرْفَقًا مفعول ہے يُهَيِّئُ کا۔ وَ يُهَيِّئُ لَكُمْ مِنْ اَمْرٍ مِرْفَقًا۔ اور مہیا کر دیگا تمہارے لئے تمہارے کام میں آسانی۔

۱۸: ۱۷ = تَزَادُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب التَّزَادُ کے معنی ملاقات کرنا۔ زیارت کرنا
باب تفاعل سے باہم ایک دوسرے کی زیارت کرنا۔

التَّزَادُ کے معنی سینے کے ایک طرف جھکا ہونے کے بھی ہیں۔ اسی لئے جس کے سینے میں ٹیڑھا

پن ہوا سے اَلَاذْوَرُ کہتے ہیں جب تَزَادَرُ کے صلہ میں عَنْ آئے تو رُخ بچانے، سینہ موڑنے، بچ کر نکلنے اور کترانے کے معنی ہوتے ہیں لہذا تَزَادَرُ عَنْهُ اس نے اس سے پہلو تہی کی۔ اس سے ایک جانب ہٹ گیا۔ یہاں اس آیت میں یہی معنی مراد ہیں تَزَادَرُ اصل میں تَتَزَادَرُ تھا تخفیف کے لئے ایک ت کو حذف کیا گیا۔

تَزَادَرُ عَنْ کَھْفِهِمْ کے معنی ہیں کہ سورج ان کے غار سے ایک طرف کو ہٹ کر نکل جاتا ہے = تَقْرَضُهُمْ = مضارع واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان سے کترا جاتی ہے قَرَضَ کے معنی کترنا اور قطع کرنے کے ہیں۔ اس سے مقراض بمعنی قینچی قَرَضَ وَمَقْرَضٌ ہیں = فَجْوَةٌ - الْفَجْوَةُ کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی کے ہیں۔ کھلی جگہ، وسیع میدان = مِنْهُ۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کہف کے لئے ہے۔

۱۸:۱۸ = تَحْسِبُهُمْ - مضارع واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو خیال کرتا ہے یا کر لگا۔ اس سے قبل لَوْرَا يَنْتَهُمْ محذوف ہے تقدیر کلام ہے وَلَوْرَا يَنْتَهُمْ تَحْسِبُهُمْ اِلْقَاضَا اور اگر تو ان کو دیکھے تو تو ان کو بیدار خیال کرے گا۔

= اِلْقَاضَا - يَقِظُ کی جمع جیسے نَكَدُ (درشت خو، کم داد و دہش والام کی جمع اَنكَادُ ہے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اِلْقَاضَا بمعنی جاگنے والے۔

= رُقُودٌ - رَاقِدٌ کی جمع - سوئے ہوئے، سونے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر مَرَقَدٌ (خُرف مگان خواب گاہ۔

= نَقَلَبَهُمْ - ہم ان کو کروٹ دیتے ہیں۔ ہم ان کی کروٹ بدلتے رہتے ہیں۔ مضارع جمع متکلم (باب تفعیل) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تَقْلِبٌ مصدر۔

= ذَاتَ الْيَمِينِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ - دائیں جانب۔ بائیں جانب۔

= بَاسِطٌ - دراز کر نیوالا۔ کھولنے والا۔ پھیلانے والا۔ بَسِطٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

= ذَرَّاعَيْهِ - اس نے دونوں ہاتھ۔ اس کے دونوں بازو، ذَرَّاعِي - ذَرَّاعٌ کا تثنیہ ہے۔ مضاف ہے ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اضافت کی وجہ سے لون تثنیہ کا حذف ہو گیا ہے ذَرَّاعِي منصوب بوجہ بَاسِطٌ کے مفعول ہونے کے ہے بَاسِطٌ ذَرَّاعَيْهِ اپنے دونوں بازو پھیلانے والا اپنے دونوں بازو پھیلاتے بیٹھا ہے

= اَلْوَصِيدِ - اسم۔ گھر کی دہلیز۔ گھر کا صحن۔ یہاں مراد غار کی دہلیز یا غار کا صحن ہے۔ اَلْوَصِيدِ اصل میں اس احاطہ کو کہتے ہیں جو موشیوں کے لئے پہاڑ میں بنایا جاتے۔ اسی سے ہے اَوَصَدْتُ الْبَابَ

میں نے دروازہ کو بند کر دیا۔ اور قرآن مجید میں آیا ہے عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ ان پر بند کی گئی آگ محیط ہوگی
 = لَوَاطَلَعْتَ عَلَيْهِمْ - لَوْ حَرْفُ شَرْطٍ - اِطْلَعْتَ ماضی واحد مذکر حاضر (باب افتعال) تو نے
 جھانک کر دیکھا۔ اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے۔ اِطْلَعْتَ عَلٰی - اِی الوقوف علی الشئی بالمعائنة۔ کسی
 نے کو سامنے کھڑا ہو کر اوپر سے نیچے کی طرف اس پر جھانکنا یا دیکھنا۔

= كَوَلَّيْتُ - لام تاکید کے لئے ہے۔ وَكَلَّيْتُ - تَوَلَّيْتُ سے تو منہ پھیر لیتا۔
 = فَرَّارًا - مصدر حالت نصب۔ ڈر کر بھاگنا۔ لَوَلَّيْتُ مِنْهُمْ فِرَارًا۔ تو تو منہ پھیر کر خوف کے
 مارے ان سے بھاگ جاتا۔

= مَلَّيْتُ ماضی مجہول، واحد مذکر غائب۔ تو بھڑ گیا۔ تو بھڑ جاتا۔ مَلَّيْتُ مَلَّيْتُ مَلَّيْتُ - مصدر
 مہرنا۔ مَا لِيْ بِمُحَمَّدٍ مَّهْرًا - مَلَّيْتُ مَلَّيْتُ مَلَّيْتُ - صاحب الرائے۔ گروہ۔ وہ جماعت جو کسی
 امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال اور نفوس کو ہدایت و حلال سے بھر دے۔

۱۹:۱۸ = وَكَذٰلِكَ بَعَثْنَاهُمْ - یعنی کَمَا اَنَّمَا هُمْ فِي الْكَهْفِ وَحَفَظْنَا هُمْ مِنَ الْبَلَاءِ
 علی طول الزمان بَعَثْنَاهُمْ مِنَ النَّوْمَةِ الَّتِي تَشْبِهُ الْمَوْتَ - یعنی جس طرح ہم نے ان کو غار
 (کہف) میں سُلا دیا تھا اور طویل مدت تک ان کی ہر بلا سے حفاظت کر رکھی تھی اسی طرح ہم نے ان
 کو اس نیند سے جویشابہ موت کے تھی پھراٹھا کھڑا کیا۔

= لَبِثْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم ہے (باب سمع) فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ (۲۹:۲۸)
 تو وہ ان میں ہزار برس ہے۔

= اَبْعَثُوْهُ بَعَثْتُ سے۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم بھیجو۔

= وَرَقَّتْ لَكُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا ورق۔ بمعنی چاندی کا سکہ

= فَلْيَنْظُرْ - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پس چاہئے کہ وہ دیکھے یعنی وہ آدمی جس کو بھیجا جائے۔
 وہ دیکھے

= اٰتٰهُمْ - اِی اٰی اٰهْلَہَا۔ اس کے یعنی شہر کے) اہالیان میں سے کو نسا۔

= اَزْکٰی طَعَامًا - اَزْکٰی - اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے اِی اَطْيَبُ - زیادہ پاک و ستھرا و پاکیزہ،
 اَتِيْہَا اَزْکٰی طَعَامًا - کہ اہل شہر میں سے کون زیادہ پاکیزہ و ستھرا کھانا مہیا کرتا ہے۔

= وَلَيَتَلَطَّفْ - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب تَفْعَلُ) تَلَطَّفْتُ سے۔ اسے چاہئے کہ خوش خلقی
 اور حُسن تدبیر سے کام لے۔ اس کا عطف فَلْيَنْظُرْ پر ہے۔

= لَا يَشْعُرْنَ - فعل نہی واحد مذکر غائب یا نون تَفْعِلُہ - اِشْعَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس کا

عطف بھی فَلْيَنْظُرْ پر ہے۔ اور وہ (کسی کو تمہاری) بخر نہ ہونے دے۔

۲۰:۱۸ = اَللّٰهُمَّ۔ میں ہمیں جمع مذکر غائب اہل شہر کے لئے ہے۔

= اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ۔ اگر وہ تمہاری خبر پالیں گے۔ اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے۔

ظَهَرَ بِالْمَقَابِلِ بَطْنِ کے ہو تو بمعنی ظاہر ہونا۔ نمایاں ہونا جیسے مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطْنُهَا (۱۵:۶) ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ ظَهَرَ بمعنی زیادہ ہونا اور پھیل جانا کے بھی آیا ہے۔ مَثَلًا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۱۴:۳۰) خشکی اور تری میں (لوگوں کے اعمال کے سبب) فساد پھیل گیا۔

ظَهَرَ حَبِ بَصْلَةٍ عَلٰی آتے تو بمعنی غلبہ پانا کے ہوتا ہے۔ جیسے آیتِ ہذا میں۔ اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے = يَوْجُمُوْكُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مجزوم بوجہ جواب شرط كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو سنگسار کر دیں گے وہ تم کو پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے۔

= يُعِيدُكُمْ۔ اِعَادَةٌ مصدر۔ وہ دوبارہ تم کو (اپنے طریقہ میں) لوٹا دیں گے۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔

= لَنْ تُفْلِحُوا۔ مضارع معروف نفی تاکید لَنْ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لَنْ اعرابی۔ بوجہ عمل لَنْ گر گیا۔ تم فلاح نہیں پاؤ گے۔

۲۱:۱۸ = وَكَذٰلِكَ اَعْتَرٰ نَاعَلِيْمٌ۔ اَعْتَرٰ لَعِيْثٌ اَعْتَارٌ (باب افعال) ہم نے مطلع کر دیا اَعْتَرَا عَلٰی كَذَا۔ اس نے فلاں کو اس چیز سے باخبر کر دیا۔ وَكَذٰلِكَ اَعْتَرٰ نَاعَلِيْمٌ اور اس طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے (لوگوں کے قصد کئے بغیر ہی) باخبر کر دیا۔ اَعْتَرٰ لَعِيْثٌ (نَصَرَ) کے معنی پھسل جانے اور گر پڑنے کے ہیں مجازاً اَعْتَرَا عَلٰی كَذَا کے معنی کسی بات پر بغیر قصد کے مطلع ہو جانا بھی آتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے فَاِنْ عُرِّضْ اَعْلٰی اَنْهٰمَا اسْتَحَقَّا اِثْمًا (۵:۱۰۷) پھر اگر معلوم ہو جائے کہ انہوں نے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

كَذٰلِكَ کا اشارہ اصحاب کہف میں سے ایک شخص کا کھانا لانے کے لئے جانا ہے پرانا سگ کھانا خریدنے کے لئے پیش کرنا۔ اس کا پرانا اپنے زمانہ کا لباس اس کی سج دھج اس کی زبان وغیرہ تھے۔ جس سے لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو پھر اپنی کہانی بتانا پڑی۔

= وَعَدَ اللّٰهُ۔ اللہ کا وعدہ۔ یعنی وعدہ حشر و نشر۔

= يَتَنَازَعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَنَازَعٌ (تَفَاعُلٌ) سے۔ تنازعہ کر رہے تھے۔ باہم جھگڑ رہے تھے۔ باہم اختلاف کر رہے تھے۔

= اَمْرَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا معاملہ، ان کا کام، ان کا حکم۔ ضمیر ھُمْ کا مزج اصحاب کہف ہیں

أَمَدَهُمْ - منصوب بوجه يَتَنَادَوْنَ کے مفعول ہونے کے - هُمْ کا مرجع جھگڑا کرنے والے لوگ بھی ہو سکتے ہیں یعنی جب وہ اپنی بات پر جھگڑ رہے تھے -

یہ امر کیا تھا جس پر وہ تنازعہ کر رہے تھے - اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں -

۱- حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ تنازعہ عمارت بنانے کے متعلق تھا - مومن اس جگہ مسجد بنانا چاہتے تھے اور کافر کوئی دوسری عمارت کھڑی کرنا چاہتے تھے -

۲- عکرمہ کے نزدیک یہ اختلاف حشر اور بعث بعد الموت کے متعلق تھا - ایک گروہ کہتا تھا کہ یہ بعث روحانی اور جسمانی دونوں طور پر ہوگا - جب کہ دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ بعث صرف روحانی ہوگا -

۳- ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نزاع اصحاب کہف کی تعداد یا غار میں سوتے رہنے کے متعلق تھا -

= كَانُوا - اِی قَالُوا حِينَ تُوْفِيَ اللّٰهُ اَصْحَابَ الْكَهْفِ یعنی جب اصحاب کہف بیدار ہونے کے بعد دوبارہ طبعی موت مر گئے - تو لوگوں نے کہا -

= اُنْبُوْا - امر جمع مذکر حاضر بِنَاءٍ - مصدر - تم بناؤ -

= رَكِبْتُمْ اَعْلَمْتُمْ بِهِمْ - ان کا رب ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے - یا تو متنازعین کا کلام ہے کہ جب وہ اصحاب کہف کی مدت نوم - تعداد افراد - ان کے انساب و احوال وغیرہ کے متعلق کسی متفقہ نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تو کہنے لگے کہ ان کا رب ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے هُمْ - ضمیر کا مرجع اصحاب کہف ہیں - یا یہ کلام باری تعالیٰ ہے - اور یہ ان متنازعین کے فضول بحث و تمحیص کے رد میں ارشاد فرمایا کہ ان کی یہ قیل و قال بے فائدہ ہے صحیح حقیقت حال کو ان (اصحاب کہف) کا رب ہی بہتر جانتا ہے -

= الَّذِينَ غَلَبُوا عَلٰی اٰمْرِهُمْ - وہ لوگ جو اپنی بات پر غالب تھے یا اپنے کام پر غالب تھے - یعنی حکام وقت - رؤسائے شہر -

= عَلَيْهِمْ سے مراد غار کے اوپر - غار کے دہانہ پر - اِی عَلٰی بَابِ الْكَهْفِ -

= لَتَنَجِّدَنَّ - لام تاکید - نَتَجِدَنَّ - مضارع تاکید بانون ثقیلہ - صیغہ جمع مستکمل - اِتَّخَذُوْا (افتعال) ہم ضرور بنائیں گے - ہم ضرور تعمیر کریں گے -

۲۲:۱۸ = سَيَقُوْلُوْنَ ابھی (کچھ لوگ) کہیں گے - ان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اصحاب کہف کا قصہ چھیڑا تھا -

= رَجُمًا بِالْغَيْبِ - اُنکل سچو - غیب کے متعلق محض قیاس آرائی - رَجْمًا منصوب بوجه مصدر کے ہے اِی یوحیون رَجْمًا بِالْخَبْرِ الْغَائِبِ عَنْهُمْ - الرَّجْمُ کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں لیکن استعارہ کے طور پر رجم کا لفظ جھوٹے گمان - توہم - سب و شتم - اور کسی کو دھتکارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے

== عِدَّتِهِمْ - مضاف مضاف الیہ - ان کی تعداد

== لَا تَمَارِ - فعل نہی واحد مذکر حاضر - تو جھگڑا نہ کر - تو بحث نہ کر - مُمَارَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے جس کا معنی کسی ایسی بات پر جھگڑا کرنا اور گفتگو کرنے کے ہیں کہ جس میں شبہ اور تردد ہو - مَرَى مَادٌّ = مِرَاءٌ - مصدر - گفتگو جو کسی مشکوک امر کے متعلق ہو مِرَاءٌ ظَاهِرًا سرسری گفتگو۔

== لَا تَسْتَفْتِ - فعل نہی واحد مذکر حاضر - تو سوال نہ کر - تو دریافت نہ کر - تو نہ پوچھ - تو تحقیق نہ کر - اِسْتَفْتَاءٌ (استفعال) مصدر سے جس کے معنی ہیں فتویٰ طلب کرنا - اِفْتَاءٌ (افعال) فتویٰ دینا اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَيَسْتَفْتُوْكَ فِي الشَّيْءِ اِذْ اِيَّاهُ يَسْتَفْتُونَ (یعنی پیغمبر) لوگ تجھ سے (یتیم) عورتوں کے بار میں فتویٰ طلب کرتے ہیں - دریافت کرتے ہیں - پوچھتے ہیں - فتی مادہ -

وَلَا تَسْتَفْتِ مِنْهُمْ مِنْهُ اَحَدًا - اور نہ پوچھوان (اصحاب کہف) کے متعلق ان میں سے جو آپ کے اصحاب کہف کے بارہ میں پوچھ رہے ہیں کسی سے ۲۳:۱۸ = عِدًّا - کل آئندہ - فردا - مستقبل کا کوئی زمانہ -

۲۴:۱۸ = اِلَّا اَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ فِي اِلَّا حرف استثناء ہے تقدیر کلام یوں ہے - اِلَّا اَنْ تَقُوْلَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ - الا - تو یہ بھی کہے کہ اگر اللہ نے چاہا -

== لَسِيْتَ - ماضی واحد مذکر حاضر - لَسِيْتَ مصدر - تو بھول جاؤ یعنی انشاء اللہ کہنا بھول جاؤ - یا اللہ کا نام لینا بھول جاؤ

== عَسَى اَنْ يَهْدِيَنّ عَسَى افعال مقارب میں سے ہے - عنقریب ہے ، ممکن ہے ، توقع ہے - اَنْ حرف ناصب فعل مستقبل يَهْدِيَنّ مضارع منصوب - بوجہ عمل اَنْ - هِدَايَةٌ سے - ن وقایہ اور سی متکلم مخدوف کہ وہ مجھے ہدایت کرے میری رہنمائی کرے = لَا قُرْبَ مِنْ هَذَا - اس سے بھی قریب تر - اقْرَبُ اَفْعَلُ التفضیل کا صیغہ ہے هَذَا کا اشارہ اصحاب کہف کے قصہ کی طرف ہے یا اس کا اس بات کی طرف اشارہ ہے جس کے متعلق انشاء اللہ کہنا بھول جائے -

== رَشَدًا - باعتبار رشد و ہدایت کے -

وَ اِذْ كُنَّا نَدْعُكَ اِذْ اَنْسَيْتَ دَقْلُ عَسَى اَنْ يَهْدِيَنّ رَبِّيْ لَا قُرْبَ مِنْ هَذَا رَشَدًا اگر تم زبان سے (انشاء اللہ کہنا) بھول جاؤ یا تم بھولے سے ایسی بات زبان سے نکالو یعنی بغیر انشاء اللہ کہے اِنِّیْ فَاعِلٌ ذَلِكْ عَدًّا کہہ دو تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو (یعنی انشاء اللہ کہو) اور (نزدیک بھی) کہو کہ امید ہے کہ میرا رب میری رہنمائی فرمائے گا ایسی بات کی طرف جو اس موجودہ معاملہ میں رُشد ہے

قرب تر ہو۔

اس صورت میں آیات ۲۳ اور ۲۴ بطور جملہ معترضہ ہیں اور اصحاب کہف کا ذکر آیت ۲۴ سے آگے ۲۵ میں جاری ہے (تفہیم القرآن)

صاحب بیان القرآن رقمطراز ہیں :-

اور جب آپ (اتفاقاً ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا) بھول جاویں اور بھر کبھی یاد آئے تو اس وقت انشاء اللہ تعالیٰ کہہ کر) اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے (یعنی جب یاد آئے کہہ لیا کیجئے اور یہ حکم افادہ برکت کے اعتبار سے ہے جو کہ وعدوں میں مقصود ہے تعلیق و البطل اثر کے لحاظ سے نہیں ہے جو کہ طلاق و عناق و یمین وغیرہ میں مقصود ہے پس اس میں متصل کہنا البطل اثر میں مفید ہو گا اور منفصل کہنا مفید نہ ہو گا) اور ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ تم نے جو امتحان نبوت کے لئے اصحاب کہف کا قصہ مجھ سے پوچھا تھا جس کا جواب دینا میری نبوت کے دلائل میں سے ہے سو یہ نہ سمجھا جاتے کہ میرے نزدیک اس سوال کا جواب دینا اعظم الدلائل اور سرمایہ ناز و افتخار ہے جیسا کہ تم نے اس قصہ کو عجیب تر سمجھ کر پوچھا ہے اور اس کے جواب کو اعظم الدلائل سمجھتے ہو سو چونکہ یہ قصہ اعجب الایات نہیں جیسا کہ تمہید قصہ میں بھی فرمایا گیا ہے اَمْ حَسِبْتَ الخ (آیت ۱۹) اس لئے میرے نزدیک دلالت علی النبوة میں سے اعظم و اقرب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ میری نبوت ایسا امر محقق و متیقن ہے کہ اس پر استدلال کرنے کے لئے جس دلیل کو تم اعظم سمجھتے ہو میں اس سے بھی اعظم دلیلیں اس پر رکھتا ہوں۔ چنانچہ ان میں سے بعض دلائل تو وقتاً فوقتاً تمہارے روبرو پیش کر چکا ہوں مثل اعجاز قرآن وغیرہ کے جو یقیناً اس سوال کے جواب سے دلالت علی المدعا میں فائق تر ہے کہ کوئی شخص کسی طریق سے اس پر قادر نہیں۔ بخلاف جواب و سوال کے کہ گو میرا اعتبار سے وہ معجزہ ہے لیکن عالم بالنقل بھی ایسے سوالات کا جواب دے سکتا ہے اور بعض ایسے دلائل کی نسبت مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوة) کی دلیل بننے کے اعتبار سے اس (قصہ) سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے (چنانچہ اصحاب کہف سے بھی زیادہ جن کا زمانہ قدیم تھا۔ اور جن کے اخبار کا پتہ نہ چل سکتا تھا وہ وحی سے بتلائے گئے کہ وہ یقیناً اس قصہ کے جواب سے اخبار عن الغیب میں زیادہ عجیب و غریب ہیں۔

۲۶:۱۸ = اَبْصِرْ بِهِ وَاَسْمِعْ - (اَسْمِعْ کے بعد یہ مضاف ہے) ہر دو افعال تعجب ہیں۔ افعال تعجب کے دو صیغے ہیں مَا أَفْعَلْ وَاَفْعِلْ بِہ جیسے مَا أَحْسَنَ زَيْدًا زید کیا ہی اچھا ہے اور أَحْسَنُ زَيْدٍ زید کیا ہی اچھا ہے۔

اَبْصِرْ بِهِ وہ (یعنی اللہ) کیا ہی خوب دیکھنے والا ہے اور اَسْمِعْ بِہ وہ کیا ہی خوب سننے والا ہے
= لَّهُمْ - میں ضمیر جمع مذکر غائب اَهْلُ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ کے لئے ہے۔
= وَاِلٰی - کار ساز۔ ناصر، حامی۔ مددگار

= لَا يُشْرِكْ - مضارع منفی واحد مذکر غائب وہ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

۲۷:۱۸ = اُتْلُ - تِلَادَةٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر۔

= اُدْحِی - ماضی مجہول۔ وحی کی گئی۔ حکم بھیجا گیا۔ صیغہ واحد مذکر غائب

= مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ اٰی مِنَ الْقُرْآنِ

= مُبَدِّل - اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ مَبْدِلٌ مصدر۔ بدلنے والا۔ منصوب بوجہ عمل لاکے ہے

= مُلْتَحِدًا ۱ - اسم ظرف۔ بروزن اسم مفعول اِلْتَحَادٌ (افتعال) مصدر۔ پناہ کی جگہ۔ یا باب افتعال سے مصدر بھی ہے۔ بمعنی پناہ۔

اَللَّحْدُ - اس گڑھے یا فسگاف کو کہتے ہیں کہ جو قبر کی ایک جانب بنایا جاتا ہے۔ اَلْحَدَّ اِلَی - کسی کی طرف مائل ہونا۔ کسی کی طرف نسبت کرنا۔ جیسے لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُ ذَنْبَہُ اِلَیْہِ (۱۰۳:۱۶) اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں (بجھی ہے) اَلْحَدَّ عَنْ - پھرنا۔ مُثَلًّا اَلْحَدَّ عَنْ الدِّیْنِ وہ دین سے پھر گیا۔ اسی سے مُلْحِدٌ جو دین سے پھر گیا ہو۔ اور اِلْحَادٌ (باب افعال) دین سے پھر جانا ہے۔

۲۸:۱۸ = اِصْبِرْ نَفْسَکَ - اِحْبِسْہَا - تو اس کو روک۔ یعنی تو اپنے نفس کو روک۔ استقلال سے رہ۔ صَبْرٌ سے جس کے معنی نفس کو عقل و شرع کے مطابق روکے رکھنے کے ہیں۔

= لَا تَعْدُ عَيْنُکَ عَنْہُمْ فعل نہی واحد مذکر حاضر تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ پھیر۔ عَدُوٌّ (باب نصر) سے جس کے معنی پھرنے، دوڑنے، کسی چیز سے تجاوز کرنے اور گزرنے کے ہیں۔

اَلْعَدُوُّ کے معنی حد سے بڑھنے اور باہم ہم آہنگی نہ ہونے کے ہیں اگر اس کا تعلق دل کی کیفیت سے ہو تو عداوت کہلاتی ہے رفتار سے تعلق ہو تو عَدُوُّ کہا جاتا ہے۔ عدل و انصاف میں خلل اندازی کی صورت میں عَدُوٌّ اَنْ عَدُوُّ کہا جاتا ہے۔ مُعَادَاۃً سے اشتقاق کے ساتھ رَجُلٌ عَدُوٌّ - و قَوْمٌ عَدُوٌّ بمعنی دشمن۔

= تَرْوِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیْوَةِ الدُّنْیَا - الْحَیْوَةُ الدُّنْیَا موصوف صفت دونوں مل کر مضاف الیہ زینۃ مضاف۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ تَرْوِیْدُ فعل با فاعل یہ سارا جملہ ضمیر لَا تَعْدُ سے حال ہے۔ دنیوی زندگی کی رونق کا خیال کرتے ہوئے۔

= لَا تَطْعُ - فعل نہی واحد مذکر حاضر تو کھانا نہ مان۔ تو اطاعت نہ کر۔

= اَمْرٌ ۱ - مضاف مضاف الیہ اس کا معاملہ

= فُطْرًا - حد سے بڑھا ہوا۔ فُطِرَ یَفْطُرُ (نصر) آگے بڑھنا۔ مقدم ہونا۔ اِفْطَرَّ (افعال)

حد بڑھ جانا تَفَرُّطًا (تَفَعُّلٌ) ضائع کرنا۔ کوتاہی کرنا۔ فُرُطًا افراط و تفریط میں حد سے بڑھا ہوا
 ۲۹:۱۸ = قُلْ تو کہہ۔ یعنی ان لوگوں سے کہہ دے جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے
 اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے ہیں۔

= الْحَقُّ خبر جس کا مبتدا هَذَا الَّذِي اُدْحِيَ اِلَيْہِ (یہ کلام جو میری طرف وحی کیا گیا ہے) محذوف
 ہے۔ مِنْ دَرَبِكُمْ حال متوکدہ ہے۔

= اَحَاطَ بِهِمْ۔ اس نے ان کو (یعنی ظالمین کو) گھیر رکھا ہوگا۔ (ماضی یعنی مضارع مستقبل)
 = سَرَادِقُهَا۔ مضاف مضاف الیہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب نَارًا کے لئے ہے۔ سَرَادِقٌ
 فارسی سے مقرب ہے اس کا اصل سَرَادَز یعنی دہلیز تھی یا بقول ایک اور عالم کے سَرَادِقِ فارسی
 لفظ سراپردہ سے ہے جس کے معنی ہیں گھر کے آگے بڑا ہوا پردہ۔ سَرَادِق کی جمع سَرَادِقَات ہے سَرَادِق
 ہر وہ چیز ہو کسی کو اپنے گھر میں لے لے۔ جیسے دیوار، خیمہ وغیرہ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ
 کہ اس سے مراد آگ کی چار دیواریں ہیں۔ سَرَادِق حروف مادہ۔ تیز یعنی شعلہ۔ دُھواں
 = يَسْتَعِثُّوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ شرطیہ۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ استعاثۃ (باب استفعال) سے
 مصدر۔ (اگر) وہ پانی مانگیں گے عِثٌّ جس کے معنی بارش کے ہیں۔ یہ ابھون یا ئی ہے۔ اس کے مشابہ
 عَثُوْتُ ابھون واوی ہے۔ اَعَاثَ يَعِثُّ (باب افعال) اس نے مدد کی۔ باب استفعال میں پہنچ کر
 عِثٌّ اور عَثُوْتُ دونوں کی شکل ظاہری ایک طرح کی ہو جاتی ہے۔

استعاثَ استعِثَّ ابھون یا ئی کی صورت میں اس کے معنی پانی مانگنا۔ بارش کے لئے استدعا کرنا
 اور ابھون واوی کی صورت میں مدد طلب کرنا فریاد کرنا ہوں گے۔

= يُعَاثُوْا۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ اَعَاثَ (باب افعال) سے ان کی فریاد رسی کی جائیگی
 = مُهْلٍ۔ پیپ اور خون (مجاہد) تیل کا سیاہ تلچھٹ جو نیچے جم جاتا ہے مرا بن عباسؓ، پگھلا ہوا
 تانبہ (راعب) اسی مادہ سے اَلْمُهْلُ ہے۔ جس کے معنی حلم اور سکون کے ہیں اسی سے ہے فَعِهْلٍ
 الْكَافِرِيْنَ (۸۶: ۱۷) تو کافروں کو مہلت دے۔

= يَشْوٰی۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ شَوٰی مصدر (باب ضرب) وہ بھون ڈالے گا۔ شَوٰی
 اللَّحْمَ۔ اس نے گوشت کو بھونا۔ شَوٰی الْمَاءَ اس نے پانی کو ابالا۔

= سَاءَتْ۔ سَاءَ يَسُوْءُ سَوُّءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ بُرِّی ہے۔
 = مُرْتَفَقًا۔ قرار گاہ۔ آرام گاہ۔ تکیہ لگانے کی جگہ۔ سَاءَتْ مُرْتَفَقًا۔ اور کیا ہی برا ہوگا ان کا ٹھکانا

اس کے بالمقابل آیت (۳۱) میں آیا ہے۔ وَحَسُنْتَ مُرْتَفَقًا۔ اور کیا ہی عمدہ ہوگی ان کی آرام گاہ۔

۳۱:۱۸ = يُحْكَمُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ تَحْلِيَةً (تَقْبِيل) سے مصدر۔ وہ زیور پہنائے جائیں گے۔ حَلَّى زُيُور۔ گہنا۔ حَلَّى جمع۔

= أَسَاوِرَ۔ سَوَادِ کی جمع۔ کنگن۔ پہنچیاں۔

= سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم۔ باریک دیا۔ معرَب ہے فارسی سے فارسی میں سُنْدُسِ باریک ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں۔

= سَتَبَرَقٍ۔ معرَب ہے۔ ریشم کا زریں موٹا کپڑا۔

= مُتَكَيِّيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ سَتَكَيْ وَاحِدًا (اِتِّعَالَ) مصدر۔ تکیہ لگائے ہوئے پیچھے کو گاؤ تکیہ سے سہارا لگائے ہوئے۔

= الْآرَاءِ لِكَ أَرْيَكَةَ کی جمع۔ وہ تخت جو مرتن ہو اور اس پر پردہ پڑا ہوا ہو۔

= نِعْمَ الثَّوَابُ۔ کتنا اچھا ہے صلہ۔ کتنا اچھا ہے یہ اجر۔

= مُرْتَفَقًا۔ اوپر آیت ۱۸: ۳۰ ملاحظہ ہو۔

۳۲: ۱۸ = حَفَفْنَاهُمَا۔ حَفَفْنَا۔ ماضی جمع مکمل هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب۔

الْحَفْتُ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کو دونوں جانب سے گھیرنے یا احاطہ کر لینے کے ہیں حَفَّ مادہ ہم نے ان دونوں کو گھیر لیا۔ ہم نے ان دونوں کے گرد اگر د پیدا کر دیا۔ حَفَفْنَاهُمَا بِخَلِّ ہم نے ان دونوں کے گرد کھجور کے درخت اگائے تھے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (۴۵: ۳۹) اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں یعنی اس کے دونوں جانب کو گھیرے ہوئے ہیں۔

۳۳: ۱۸ = حِلَّتَا۔ تاکید تثنیہ مؤنث کے لئے آتا ہے اس کا استعمال تثنیہ مذکر حِلَّة کی طرح ہے ہر دو۔ دونوں۔ دونوں میں سے ہر ایک۔

= اَكْلَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا میوہ۔ اس کا پھل۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب دونوں جنتوں میں سے ہر ایک جنت کے لئے ہے۔

حِلَّتَا الْجَنَّتَيْنِ اَنْتَ اَكْلَهَا۔ یہ دونوں باغ اپنے اپنے پھل لائے

= لَمْ تَظْلِمَ۔ مضارع واحد مؤنث غائب نفی جہد لَمْ۔ اس نے نہ گھٹایا۔ اس نے نہ کم کیا۔ اس نے ظلم نہ کیا یہاں ظلم کے معنی گھٹانے کے ہیں۔ اور کم کرنے کے ہیں۔ لَمْ کے استعمال سے مضارع ماضی متفی کے معنی میں ہو گیا ہے۔ ضمیر فاعل ہر دو جنتوں میں سے ہر جنت کے لئے ہے یعنی دونوں باغوں میں

سے کسی باغ نے بھی پھل لانے میں کوئی کمی نہ کی۔ (یعنی ہر دو باغ پورا پورا پھل لائے تھے اور کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھی تھی)

= مِثْلُہ میں ضمیرُ واحد مذکر غائب اُکُل (ثمر، پھل) کے لئے ہے۔

= مِثْلًا۔ مفعول کی وجہ سے منصوب ہے۔

= فَجَرْنَا۔ ماضی جمع متکلم (تَفَجَّرَ) مصدر۔ ہم نے بہایا۔ ہم نے پھاڑ کر بہایا۔ ہم نے

پھاڑا۔ یعنی ہم نے جاری کر رکھی تھی (اکب نہر) دونوں کے درمیان۔ یا ہم نے دونوں باغوں میں تہریں بہا رکھی تھیں۔ (انہما متفرقتا ہما وہنا)

= خَلَلَهُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ خَلَّلَ۔ درمیان۔ وسط۔ بیچ۔ خَلَّلَ کی جمع ہے جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی کے ہیں۔

۱۸: ۳۴ = ثَمَرٌ۔ بمعنی مال و دولت۔ (انواع و اقسام کا دیگر مال)

= يُحَادِرُکَ۔ حَادَرَ يُحَادِرُ مُحَادَرَةً (مفاعلة) وہ گفتگو کر رہا تھا۔ وہ جواب دے رہا تھا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

= اَعَزُّ۔ زیادہ زور والا۔ زیادہ عزت والا۔ اَعَزُّ سے افعْلُ التفضیل کا صیغہ ہے۔

= نَفَرًا۔ اسم جمع منصوب۔ جماعت۔ کنبہ۔ خاندان۔ کثرت النصار و اولاد نفری کے لحاظ سے مَا لَا وَنَفَرًا تیز ہیں اَکْثَرًا اور اَعَزُّ کی

۱۸: ۳۵ = بَیْدَ۔ بَادَ یَبِیْدُ (ضَرَبَ) بَيَاذٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب وہ ہلا

ہوگی۔ وہ برباد ہوگی۔ وہ تباہ ہوگی۔ وہ خراب ہوگی۔ بَادَ کے اصل معنی بَیْدَ یعنی بیاہاں میں کسی چیز کے متفرق اور پرانہ ہونے کے ہیں اور اسی اعتبار سے کامل تباہی اور بربادی کے متعلق استعمال ہوتا ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ: میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو۔

۱۸: ۳۶ = دَلِیْنٌ رُّدِ دُتٌ۔ ماضی مجہول واحد متکلم اور اگر میں لوٹایا گیا۔ یعنی اگر قیامت آ بھی گئی

اور میں اپنے رب کے حضور لایا گیا۔ رَدَّ یُرَدُّ (نَصَرَ) لوٹانا۔ پھیرنا۔ واپس کرنا۔

= لَدَجِدَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ واحد متکلم۔ دُجُودٌ مصدر۔ میں ضرور پاؤں گا۔

وَجِدَ یَجِدُ (ضَرَبَ) سے۔

= مِنْهَا۔ ای من ہذہ الجنۃ اس باغ سے بہتر باغ مجھے ملے گا

= مُنْقَلَبًا۔ اسم ظرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

لَدَجِدَنَّ خَیْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا۔ تو میں یقیناً اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا۔

۱۸: ۳۷ = سَوَّيْتُ لَكَ - اس نے تجھ کو پورا پورا بنادیا۔ اُس نے تجھ کو برابر کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب کو ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ سَوَّيْتُ لَكَ سَوَّيْتُ (تفعیل) پورا پورا بنانا۔ برابر کرنا۔ کسی چیز کو ہموار کرنا۔ خدا کا کسی چیز کو اپنی حکمت کی اقتضائے مطابق بنانا۔ قرآن مجید میں ہے عَلَيَّ اَنْ لِّسَوَّيْتُ بَنَانَهُ ہم قادر ہیں کہ اس کی پورا پور درست کر دیں۔

۱۸: ۳۸ = لَكِنَّا - اصل میں لَكِنَّا اَنَا ہے۔ عبارت یوں ہے لَكِنَّا اَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّي۔ اس کی ترکیب یہ ہے اَنَا مبتدا اول هُوَ مبتدا ثانی۔ اللّٰهُ مبتدا ثالث۔ رَبِّي مبتدا ثالث کی خبر۔ دونوں مل کر مبتدا ثانی کی خبر یہ اپنی خبر سے مل کر اَنَا مبتدا اول کی خبر۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میرا تو عقیدہ ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو میرا رب ہے هُوَ ضمیر شان ہے اللہ کے لئے۔

۱۸: ۳۹ = اِنْ تَرَنْ - اِنْ شرطیہ تَرَنْ مضارع واحد مذکر حاضر رَأَى یَرَى رَأَى وَدُؤِیَ سے دیکھنا اصل میں تَرَاى نِی تھا۔ اِنْ کے آنے سے تَرِ جو کہ حرف علت ہے ساقط ہو گئی نِ وقایہ ہے آخر میں تَرِ ضمیر واحد مکمل محذوف ہے اِنْ تَرَنْ اگر تو مجھے دیکھتا ہے۔

= اَقْلَ مِنْكَ - اَقْلَ قِلَّةً سے اقل التفصیل کا صیغہ ہے بمعنی زیادہ کم۔

= مَا ذُو ذَلَالٍ - تمیز ہے۔

اِنْ تَرَنْ اَنَا اَقْلَ مِنْكَ مَا ذُو ذَلَالٍ اَنَا۔ تاکید ضمیر واحد مکمل ی کے لئے آیا ہے اگر تو مال و اولاد میں مجھے اپنے سے کمتر دیکھتا ہے۔

= فَعَسَى رَبِّيْ حَتَّى تَكْ - جملہ اِنْ تَرَنْ وَذَلَالٍ شرطیہ ہے اور جملہ فَعَسَى

جَعَلَتْكَ قَائِمَ مَقَامِ جَوَابِ شَرْطِہ ہے ہر دو جملوں کے درمیان فَلَا بَأْسَ مقدر ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اِنْ تَرَنْ اَنَا اَقْلَ مِنْكَ مَا ذُو ذَلَالٍ اَنَا فَعَسَى رَبِّيْ اِنْ يُّؤْتِيَنَّ خَيْرًا مِّنْ جَعَلَتْكَ اگر تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتا ہے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا ہے کہ میرا پروردگار تیرے باغ سے کوئی بہتر چیز عطا فرمائے۔

۱۸: ۴۰ = يُّؤْتِيَنَّ - مضارع واحد مذکر غائب اِيْتَاءً سے نِ وقایہ ی ضمیر واحد مکمل محذوف ہے کہ وہ مجھے دیدے۔ مجھے عطا کر دے۔

= يُّؤْتِيَنَّ - مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ جواب شرط۔

= عَلَيْهَا - میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جَعَلَتْكَ کے لئے ہے۔

= حُسْبَانًا - علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ حُسْبَانٌ حُسْبَانَةٌ کی جمع ہے اس کا معنی بجلی کی

رُک ہے بروزن بَطْلَانٌ وَغَفْرَانٌ حَسَبٌ يَحْسَبُ کا مصدر ہے بمعنی حساب، شمار۔ قرآن حکیم

میں اور جگہ آیا ہے وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا (۹۶:۶) اور اسی نے رات کو موجب آرام دکھایا، اور سورج اور چاند کو (ذریعہ شمار بنایا ہے۔

موجودہ آیت میں حُسْبَانًا کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک آگ یا مہیبو کا۔ دوسرے عذاب، حقیقت میں حساب کے مطابق سزا مراد ہے۔

یعنی عَسَىٰ اَنْ يَّرْسَلَ..... الخ ہو سکتا ہے کہ بھیج دے اس باغ پر کوئی آسمانی عذاب = فَتُصْبِحُ۔ میں وہ نتیجہ کے لئے ہے۔ فَتُصْبِحُ مضارع منصوب بوجه عمل اَنْ۔ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پس ہو جائے وہ۔

= صَعِيدًا اَزْلَقًا۔ موصوف صفت، ایسی زمین جس پر کوئی روئیدگی نہ ہو۔
صَعِيدٌ۔ زمین۔ خاک۔ اَزْلَقٌ۔ زَلِقٌ یَزْلِقُ سے مصدر۔ بمعنی ایسا صاف کہ جس پر پاؤں پھسلنے لگے
۱۸:۴۱ = غَوْرًا۔ غَارٌ یَغْوِرُ سے مصدر ہے پانی کا زمین کے اندر گھس جانا۔ کسی چیز کا اندر کی طرف چلے جانا۔ نشیب جگہ۔ گڑھا۔ غَارَتْ عَيْنُهُ۔ اس کی آنکھ اندر کو گھس گئی۔ عِنَادٌ بھی مصدری معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی سورج کا غروب ہونا۔ کسی شاعر نے کہا ہے

هَلِ الدَّهْرُ اِلَّا لَيْلَةٌ زَنَاهُهَا - وَالاَطْلُوعُ الشَّمْسِ ثُمَّ عِنَادُهَا۔

روزانہ نام ہے صرف رات دن اور آفتاب کے طلوع و غروب کا

آیت ہذا میں مصدر بمعنی اسم فاعل استعمال ہوا ہے یعنی زمین میں گھس کر خشک ہو جانے والا پانی اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنْ اَصْبَحَ مَاءُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ (۲۰:۶۴) اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے۔ اَوْ يَصْبِحَ مَاءُهَا غَوْرًا یا اس کا پانی بالکل زمین کے اندر اتر جائے۔

= لَنْ تَسْتَطِيعَ۔ اِسْتَطَاعَ (استفعال) سے مضارع نفی جہد بن صیغہ واحد مذکر حاضر تو نہ کر سکیگا لَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلِبًا۔ جس کو تو طلب کرے تو بھی نہ پاسکے۔

۱۸:۴۲ = اَحْيَظَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِحَاطَہُ مصدر (باب افعال) اسے گھیر لیا گیا۔ اِحَاطَہُ کے معنی ہیں کسی شے پر اس طرح چھا جانا۔ گھیر لینا یا قابو میں لانا کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو۔ یہ اِحَاطَہُ بِالْحَدُّوْرِ دشمن نے اس کو گھیرے میں لے لیا، سے ہے۔ جب دشمن گھیرے میں لے لیتا ہے تو اپنے مخالف پر پوری طرح قابو پا لیتا ہے۔ پھر اس کا استعمال ہر اہل اک پر ہونے لگا۔ یہاں پر اَحْيَظَ بِشَمْرِهِ بمعنی اِحَاطَہُ الْعَذَابِ بِشَمْرِ جَدَّتِهِ آفت نے اس کے باغ کے پھل کو تباہ کر دیا یا اگر شمر سے مراد باغ کا پھل اور دیگر مال و متاع لیا جائے تو اَهْلَكَ مَا لَكَ كَلَهُ عَذَابِ يَأْتِ

نے اس کا تمام مال و متاع برباد کر دیا۔

= أَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ - وہ کفِ افسوس ملنے لگا۔

= فِيهَا - هِيَ - عُرُوشُهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب الجنة کے لئے ہے۔

= انْفَقَ - ماضی واحد مذکر غائب انْفَاقٌ (افْعَالُ) مصدر اس نے خرچ کیا

= خَاوِيَةً - افتادہ - گری ہوئی - کھوکھلی، خَوَاءٌ مصدر - اسم فاعل واحد مؤنث اس کے معنی خالی

ہونے کے ہیں - کہا جاتا ہے خَوَى بَطْنُهُ مِنَ الطَّعَامِ - اس کا پیٹ طعام سے خالی ہو گیا - خَوَى الْبَيْتُ

گھر گر پڑا - منہدم ہو گیا - خَوَى النُّجُومُ ستاروں کا غروب کے لئے جھکنا - خوى مادہ۔

= عُرُوشُهَا - مضاف مضاف الیہ - الْعُرُشُ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں - اس کی جمع عُرُوش

ہے عُرُشُ الْبَيْتِ گھر کی چھت عُرُوشُهَا اس کی چھتیں - اس کی چھتیاں - اس کی ٹٹیاں - بیل کے

چڑھانے کے لئے جو چھتری (ٹٹ) کھڑی کرتے ہیں اس کو بھی عرش کہتے ہیں۔

= يَلِكُنِي - یا - حرف نداء لَيْتَ حرف مشبہ بالفعل لِي اسم اے کاش میں

= أَحَدًا ۱ - منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔

۱۸: ۴۳ فِئَةٍ - گروه - بقول صاحب وہ گروه جو با ہم مددگار ہو - اور ایک دوسرے کی طرف مدد

کرنے کے لئے لوٹے - الْفَيْئَةُ الْفَيْئَةُ کے معنی اچھی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں جیسے قرآن

مجید میں آیا ہے فَإِنْ فَاءُ ۱ (۲۲۶: ۲) اگر وہ لوٹ آئیں - رجوع کر لیں۔

= يَنْصُرُونَهُ کہ وہ اس کی مدد کریں (نَصَرَ يَنْصُرُ) سے جمع مذکر غائب ہ ضمیر مفعول واحد

مذکر غائب - فعل جمع مذکر غائب اس لئے لایا گیا ہے کہ فِئَةٍ میں جمعیت کے معنی پائے جاتے ہیں

= مِنْ دُونِ اللَّهِ - اللہ کو چھوڑ کر - اللہ کے ورے - بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے - اللہ کے مقابلہ میں

= مُنْتَصِرًا - اسم فاعل واحد مذکر منصوب انْتَصَارٌ (افْتَعَال) مصدر - بدلہ لینے والا - یعنی

نہی وہ بدلہ لینے کے قابل تھا - انْتَصَرَ - بمعنی غالب آنا - بدلہ لینا - انتقام لینا۔

قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ (۳۹: ۴۲)

اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم و تعدی ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔

= انْتَصَرَ - ظالم سے بچنا - انتصر: امتنع من ظالمہ (المعجم الوسيط) وَمَا كَانَ

مُنْتَصِرًا - الخازن لکھتے ہیں - ای معتنعًا لا يقدر على الانتصار لنفسه نہی اس کو اپنے آپ کو

اس نقصان سے بچنے کی قدرت ہوئی (نہ بچا سکا) الخازن

صاحب تفہیم القرآن اور عبد اللہ یوسف علی نے بھی انہی معنوں میں ترجمہ کیا ہے - تفہیم القرآن میں ہے

اور نہ کر سکا وہ آپ ہی اس آفت کا مقابلہ۔ نہ ہی وہ اپنے آپ کو بچا سکا۔ عبد اللہ یوسف علی۔

انہی معنوں میں اور جگہ آیا ہے یُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ (۳۵: ۵۵) تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائیگا سو تم نہ بٹھا سکو گے نہ یعنی تم اس سے بچ نہ سکو گے یا اپنے آپ کو بچا نہ سکو گے

سورة القمر میں ہے قَدْ عَادَتْ بَآئِنَا مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ (۱۰: ۵۴) اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں در ماندہ ہوں تو بدلہ لے لے (تفسیر مجدی) میں مغلوب ہوں سو تو میری مدد کر (عبد اللہ یوسف علی) اِنْ تَصَّرَ بِمَعْنٰی اِنْ تَنْقَمَ وَ اِمْتَنَعَ ہر دو صورت میں مستعمل ہے۔

۱۸: ۴۴ = هٰذَا لَكَ۔ ایسے موقع پر۔ ایسے وقت میں۔ اِی فِیْ ذٰلِكَ الْمَقَامِ اَوْ فِیْ تِلْكَ الْحَالِ (یعنی جب کوئی مصیبت آپڑے)

= الْوَلَايَةُ۔ نصرت، مدد۔ وَلِیَّ یَلِیُّ۔ حَسِبَ یَحْسِبُ (لفیف مفروق) وَلَا يَهْدِي وَلَا يَهْدِي مدد کرنا المفردات میں ہے۔ الْوَلَايَةُ (بفتح الواو) بمعنی نصرت اور الْوَلَايَةُ (بکسر الواو) بمعنی کسی کام کا کا متولی ہونا ہے۔ آیت ہذا میں بمعنی نصرت و مدد ہی ہے۔

= لِلّٰهِ الْحَقُّ۔ لام حرف جار اللہ۔ الحق۔ موصوف و صفت ہو کر مجرور۔

هٰذَا لَكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقُّ۔ ایسے وقت میں مدد و کار سازی اللہ برحق ہی کا کام ہے۔

= خَيْرٌ۔ افضل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اصل میں اَخِيْرٌ تھا۔ ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے تخفیفاً حذف کر دیا گیا ہے۔

= ثَوَابًا وَعُقْبًا۔ بطور ثواب دینے جزا دینے کے۔ عُقْبًا بطور جزا و ثواب کے یا بطور انجام کے۔ ہر دو منصوب بوجہ تمیز ہونے کے ہیں۔

۱۸: ۴۵ = اضْرِبْ۔ تو بیان کر۔ ضَرْبٌ لِّضَرْبٍ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔

الضَّرْبُ کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر مارنا واقع کرنا کے ہیں۔ مختلف محل پر اس کے مختلف معانی آتے ہیں۔ لیکن ہر جگہ اصل معانی مارنا ضرب لگانا کا مفہوم ضرور پایا جاتا ہے۔ مثلاً مارنا۔

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْعُنَاكِ (۱۲: ۸) ان کے سر مار کر اڑا دو۔ یا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ

(۶۱: ۲) اپنی لاثمی پتھر پر مارو۔ سفر کرنا۔ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ (۱۰۱: ۴) اور جب

سفر کو جاؤ۔ (یہاں بھی تو پاؤں زمین پر مار کر ہی سفر کیا جاتا ہے۔ بنانا فَاَضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی

الْبَحْرِ۔ پھر سمندر میں ان کے لئے عصا مار کر خشک راستہ بنالینا۔

لِیْسَ دِیْنًا۔ چٹا دینا۔ جیسے ضُوبٌ عَلَیْهِمُ الدِّیْنَةُ (۶۱: ۲) اور (آخر کار) ذَلَّتْ اَنْ

چمٹا دی گئی۔ یہ صَرْبُ الْخَيْمَةِ (خیمہ لگانا۔ خیمہ لگانے کے لئے میخوں کو زمین میں ہتھوڑے سے مٹھونکھانا ہے) سے لیا گیا ہے۔ یعنی ذلت نے انہیں ایسی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسے کہ کسی شخص پر خیمہ لگا ہوا ہوتا ہے۔ ضرب المثل۔ یعنی ایک بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو (ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنا۔ وغیرہ۔

= وَاصْرَبْ لَهُمْ..... مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ آپ ان سے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کیجئے۔
= كَمَا يَرَى۔ سے قبل ہی محذوف ہے جس کا منشاء الیہ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ہے۔ كَ حرف تشبیہ ہے اس کا تعلق محض مَاءِ سے نہیں ہے بلکہ آگے کی پوری عبارت سے ہے۔
= أَنْزَلْنَاهُ۔ میں کو ضمیر واحد مذکر غائب مَاءِ کے لئے ہے۔

= فَاخْتَلَطَ۔ اِخْتَلَطَ۔ اِخْتَلَطَ (افعال) سے ہے اِخْلَطَ (باب نصر) کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے اجزاء کو جمع کرنے اور ملا دینے کے ہیں۔ آیہ ہذا فَاخْتَلَطَ بِهِ بَنَاتُ الدُّنْيَا پھر اس (پانی) کے ساتھ سبزہ مل کر نکلا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَسِيئًا۔ (۹: ۱۰۲) انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جلا دیا۔

= هَشِيمًا۔ صفت مشبہ منصوب بمعنی اسم مفعول بشکستہ۔ ریزہ۔ ریزہ۔ مہوسہ۔ خشک بوسیدہ گھاس۔ هَشِيمٌ (باب ضوَب) مصدر بمعنی ہڈی۔ سوکھی روٹی۔ ہر خشک چیز کو ریزہ ریزہ کرنا۔ کسی کی عزت و تعظیم کرنا (باب تفعیل) سے جاہ و ہشتم۔ تعظیم و تکریم۔

= تَذَرُوهُ۔ ذَرُّوْهُ مصدر (باب نصر) وہ اس کو بلند اڑاتی ہے۔ مضارع واحد مؤنث غائب (ہوائیں) جسے اڑائے پھریں۔

= مُقْتَدِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب بوجہ خبر کَانَ۔ اِقْتَدَارُ (افتعال) مصدر۔ باقتدار ہر طرح کی قدرت والا۔ کامل قدرت۔

۱۸: ۴۶ = اَلْبَقِيَّتِ الصَّالِحَاتِ۔ باقی رہ جانے والے اعمالِ صالحہ۔ ہر وہ عمل یا قول جو معرفتِ الہی محبتِ الہی یا طاعتِ الہی کی طرف لیجانے والا ہو باقیاتِ الصالحات میں داخل ہے۔
= اَمَلًا۔ بلحاظ توقع یا امید کے۔ بوجہ تمیز کے منصوب ہے۔

نیز ملاحظہ ہو وَخَيْرُ عُقْبًا۔ (۱۸: ۴۴) سورۃ ہذا۔ یعنی جن سے بہتر نتائج اور بہتر جزا کی امیدیں کیجا سکتی ہیں۔ اَمَلٌ اُمید۔ توقع۔ اَمَالٌ جمع۔

۱۸: ۴۷ = يَوْمَ۔ منصوب ہے بوجہ اپنے فعل کے جو اس سے قبل محذوف ہے۔ اِذْ ذُكِّرْتُمْ

اور یاد کرو وہ دن.....

= تَسَيَّرَ - مضارع جمع متکلم - تَسَيَّرَ (تَفَعَّلَ) مصدر - ہم چلائیں گے۔

تَسَيَّرَ - کسی کو مجبور کر کے چلانا کہ چلنے والے کو چلنے کی قدرت ہی نہ ہو نہ وہ صاحب ارادہ ہو جیسے پہاڑوں کو چلانا۔ یا کسی ایسے کو چلنے کا حکم دینا کہ چلنے والا حکم کو مان کر خود چلے اور چلنے کی اس کو قدرت بھی ہو جیسے آدمی کو چلانا۔ اول تَسَيَّرَ تسخیری ہے دوسری اختیاری۔ آیت میں تسخیری تَسَيَّرَ مراد ہے۔

= بَادِرَآءٌ - بَرَزَ يَبْرُزُ - (نصر) بَرَزَ سے اسم فاعل واحد مؤنث - کھلی ہوئی - یعنی کھلا میدان

= حَشَرْنَاهُمْ - حَشَرَآءٌ - ماضی جمع متکلم - ماضی بمعنی مستقبل ہم اکٹھا کریں گے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جو تمام مردوں کے لئے ہے۔ یعنی ہم تمام مردوں کو اکٹھا کر دیں گے۔

= لَمْ يُغَادِرْ - مضارع نفی جہد بکرم - صیغہ جمع متکلم - مجزوم بوجہ کم - غَادَرَ يُغَادِرُ مُغَادِرَةً -

مُفَاعَلَةً - ہم نہیں چھوڑیں گے - غَدَرٌ بے وفائی - غَدَارٌ سخت بے وفا۔

۴۸:۱۸ = عُرِضُوا - ماضی بھول جمع مذکر غائب - عَرَضَ مصدر - باب ضرب، وہ پیش کئے

گئے۔ وہ رد و برو کئے گئے۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے۔ وہ پیش کئے جائیں گے۔ عُرِضَ عَلَى وہ سامنے پیش کئے جائیں گے۔

= صَفًّا - صفوں میں - صفیں باندھے ہوئے۔

= لَقَدْ جِئْتُمُونَا - سے قبل نَقُولُ لَهُمْ يَا يَقَالَ لَهُمْ - محذوف ہے۔ اے عرضو اعلیٰ رَبِّكَ

صَفًّا وِيقَالَ لَهُمْ - وہ تمہارے پروردگار کے سامنے صف در صف پیش کئے جائیں گے اور ان سے کہا جائیگا۔ لَقَدْ جِئْتُمُونَا - تم ہمارے پاس اسی حالت میں آئے ہو۔

= كَمَا - جیسے - جیسا۔

= بَلْ - بلکہ - نیز ملاحظہ ہو (۱۳۵:۲) بَلْ زَعَمْتُمْ بَلْ تَوَحَّيَالُ كَرَبَّہ تھے۔

= اَلْكَنْ - اَنْ لَّنْ -

= مَوْعِدًا ۱ - اسم ظرف زمان - وقت - وعدہ - وعدہ کا وقت۔

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلْكَنْ تَجْعَلْ لَكُمْ مَوْعِدًا ۲ - بلکہ تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم نے تمہارے لئے وعدہ

کا کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔ وعدہ سے مراد بعث بعد الموت ہے۔ جو انبیاء کی زبانی لوگوں کو مطلع

کیا گیا تھا۔

۴۹:۱۸ = وَوَضِعَ الْكِتَابَ - اس کا عطف عُرِضُوا پر ہے۔ اور الْكِتَابُ سے مراد ہر ایک کا

نامہ اعمال ہے۔

= مُشْفِقَيْنِ - اسم فاعل جمع مذکر منصوب نصب بوجه المَجْرُومُونَ کا حال ہونے کے ہے۔
 ڈرنے والے۔ خائفین۔ اشتقاق مصدر۔ شفق سے مشتق ہے جس کے معنی غروب آفتاب کے
 وقت روشنی اور تاریکی کا اختلاط ہے۔ اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہوا سے شفقت کہتے ہیں
 = يَوَيْلَتَنَا - یا حرف نداء وَيْلَتَنَا - مضاف مضاف الیه۔ وَيْلٌ - ہلاکت، کم بختی، بد بختی
 بربادی۔ نَا ضمیر جمع مکمل۔ ہمارے ہماری بربادی۔ وَيْلَةٌ اس جگہ کلمہ ندامت و حسرت ہے۔
 = مَالٍ هَذَا الْكِتَابِ - مَا استفہامیہ ہے، ل حرف جار۔ اس کتاب کو کیا ہے۔ اس نوشتہ
 کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ نامہ اعمال کیسا ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے مَالٍ هَذَا الرَّسُولِ يَا كُلُّ
 الطَّعَامِ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ ط (۲۵: ۷) کیا ہوا اس رسول کو کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پلتا
 پھرتا ہے۔ کیسا ہے یہ رسول..... الخ

= لَا يُعَادِرُ - مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ نہیں چھوڑتا ہے۔ نیز دیکھو ۱۸: ۴۷۔
 = أَحْصَاهَا - ماضی واحد مذکر غائب ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب صَخِيرَةٌ كَبِيرَةٌ
 کے لئے ہے۔ اس نے اس کو گن لیا ہے۔ گن رکھا ہے۔ احْصَاءٌ (افْعَالٌ) مصدر احْصَاءٌ
 سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کنکری کے ہیں۔ عرب شمار کے لئے کنکریوں کا استعمال کیا کرتے تھے!
 ۱۸: ۵۰ = فَسَقَ فَسَقَ فَلَدَانِ کے معنی دائرہ شریعت سے کسی شخص کے نکل جانے کے
 ہیں۔ یہ فَسَقَ التَّطَبُّعَ عَنْ فَتْرَةٍ سے ماخوذ ہے جس کے معنی پکی ہوئی کھجور کا اپنے چھلکے
 سے باہر آنے کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت
 کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔ فَسَقَ عَنْ أَمْرِ دِينِهِ -
 وہ اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔

= أَقَلَّتْ خِدْوَتُهُ - اُ ہمزہ استفہام تَتَّخِذُونَ مضارع جمع مذکر غائب (باب افتعال)
 تم اس کو پکڑتے ہو۔ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ تم اس کو بناتے ہو۔ اُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب برا
 ابلیس۔

= وَهُمْ - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، ابلیس اور اس کی ذریت کے لئے ہے۔

= يَأْسُ لِلْظَّالِمِينَ بَدَلًا - الظالمین - ای الواضحين للشيء في غير موضعه
 کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام سے ہٹا کر رکھنا بَدَلًا - تیز کی رو سے منصوب۔
 اس جملہ کے دو معانی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ اگر بدل کے معنی عوض کے لئے جاویں تو اس کا مطلب ہوگا: ان ظالموں یعنی کافروں اور منکروں

کو معاوضے کیسے بُرے بُرے ملیں گے۔

۲۔ اور اگر بدل کو متبادل کے معنی میں لیا جائے تو مطلب ہوگا کہ حق تعالیٰ کو چھوڑ کر ابلیس اور اس کی ذریت کو جو اصل دشمن ہیں اپنا دوست بنا لینا کیسا بُرا متبادل راستہ ان ظالموں نے اختیار کیا ہے یعنی یہ ظالم خدا نا شناس کیسے احمق ہیں کہ دوست اور کارساز تو حق تعالیٰ کو سمجھتے اور یہ بجائے اس کے ابلیس اور اس کی ذریت کو دوست اور کارساز بناتے ہوئے ہیں۔

اس آیت میں التفات ضمائر ہے صیغہ مخاطبہ سے یکے لختے صیغہ غائب کی طرف التفات خداوند تعالیٰ کی سخت ناراضگی اور ناخوشگواری کی طرف اشارہ ہے۔ اور ظالموں کے ظلم قبیح پر ناراضگی کا اظہار ہے۔

۱۸:۵۱ = مَا أَشْهَدُكُمْ مَّا نَفٰی کے لئے ہے۔ أَشْهَدْتُ ماضی واحد مستکمل میں نے شاہد بنایا۔ میں نے دکھلایا۔ إِشْهَادٌ (افعال) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائبہ ابلیس اور اس کی ذریت کے لئے ہے۔ میں نے ان کو شاہد نہیں بنایا۔ یعنی وہ موجود نہ تھے اور نہ دیکھنے کے لئے میں نے ان کو بلایا تھا۔ اس صورت میں خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اور خَلَقَ الْفَسْهَمِ ہر دو فعل أَشْهَدْتُ کے مفعول ہوں گے۔ اور اسی وجہ سے خَلَقَ منصوب آیا ہے۔

= مُتَّخِذَ اسم فاعل۔ واحد مذکر منصوب۔ مضاف الْمُضِلِّیْنَ مضاف الیہ اِتِّخَاذٌ مصدر۔ (باب افتعال) أَخَذَ مادہ۔ بنانے والا۔ اختیار کرنے والا۔ أَخَذَ کا مفہوم ہے کسی چیز کو اپنے تصرف اور تسلط میں داخل کرنا۔ باب افتعال میں اس کا مطلب بنانا اور اختیار کرنے ہے۔ یہاں دو مفعول ہوں گے۔ مثلاً لَا تَتَّخِذْ وَالْیَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ اَدْلِیَاءَ ۚ (۵۱) یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔

= الْمُضِلِّیْنَ۔ مُضِلٌّ کی جمع۔ گمراہ کرنے والے، مُتَّخِذَ کا مضاف الیہ ہے، اختیار کرنے والا گمراہ کرنے والوں کو۔

= عَصَدًا۔ مددگار۔ قُوَّتِ بازو۔ بازو۔ عَصَدٌ کہنی سے لے کر کندھے تک کا درمیانی حصہ ہے۔ لیکن بطور استعارہ معین و مددگار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں عَصَدٌ (واحد) بمعنی اَعْصَاءُ (جمع) استعمال ہوا ہے۔

وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَصَدًا ۚ اور میں ایسا نہیں تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مدد بناتا۔ اپنا معین بناتا۔

۱۸:۵۲ = یَوْمَ۔ اِیْ اُذْکُرْ یَوْمَ۔

= يَقُولُ ۔ اے بقول اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

= نَادُوا ۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ نَادُوا مصدر۔ (مفاعلة) ن۔ دہی مادہ۔ تم پکارو۔ تم بلاؤ

= زَعَمْتُمْ ۔ اے زعمتم انہم شرکائی یا نادوا الذین زعمتم شرکائی۔ جن کو تم میرے شرکاء خیال کرتے تھے۔

= فَدَعَوْهُمْ ۔ پس وہ انہیں پکاریں گے۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب مشرکین و کافرن کے لئے ہے۔ اور هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب شرکاء کے لئے ہے۔

= مَوْبِقًا وَبِقَ يَبِقُ (ضرب) وَبِقَ يَبِقُ (سمع) وَبِقَ يَبِقُ مَوْبِقًا۔ دُوبِقٌ ہلاک ہونا۔

مَوْبِقٌ ہلاکت کی جگہ۔ قید خانہ۔ دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز۔ یہاں مراد جہنم کا خاص درجہ ہے۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا۔ اور ہم مشرکوں اور ان کے باطل معبودوں کے درمیان ایک آڑ حائل کر دیں گے۔ (آڑ سے یہاں مراد جہنم ہے)

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے اذْ يُؤْبِقُهُنَّ بِمَا كَسَبُوْنَ ۝۴۲:۳۴ یا ان کے اعمال کے سبب ان کو تباہ کر دے۔

= مُوَاقِعُوْهَا۔ مواتعو۔ مضاف ہا مضاف الیہ۔ مُوَاقِعُوْا اصل میں مُوَاقِعُوْنَ تھا۔ اضا کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا۔ مُوَاقِعَةُ (مفاعلة) مصدر۔ گرنے والے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الذنار کے لئے ہے۔ (وہ خیال کریں گے کہ) وہ اس (آگ) میں گرنے والے ہیں۔

= مَصْرِفًا۔ اسم ظرف۔ صَرَفَ يَصْرِفُ (ضرب) کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹا دینا۔ یا ایک چیز کو دوسری چیز سے بدل دینا۔ مَصْرِفٌ۔ لوٹنے کی جگہ، بچنے کا راستہ، نجات کی جگہ۔

اس سے باب تفعیل سے تَصْرِيفٌ بھی معنی صَرَفَ کے ہے لیکن اس میں تکثیر کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً وَتَصْرِيفِ الرِّيَّاحِ (۱۶۴:۲) ہواؤں کے رخ کو ایک طرف سے دوسری طرف پھیر دینا اور وَصَرَفْنَا الذِّبَابَ (۱۲۷:۴۶) اور آیات کو ہم نے لوٹا لوٹا کر بیان کر دیا۔

= وَ لَقَدْ صَرَفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ۔ اے ولقد صرفنا من کل مثل للناس فی هذا القرآن۔ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کی ہیں۔

= جَدَلًا۔ باب سمع سے مصدر ہے جس کے معنی سخت جھگڑنے کے ہیں۔ جَدَلٌ اہم بھی ہے سخت جھگڑنا۔ باب مفاعلة سے بمعنی جھگڑنا۔ بحث کرنا جس میں فریقین ایک دوسرے پر غلبہ

حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ط (۲۵: ۱۶) اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔ اور الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ (۳۵: ۴۰) جو لوگ خدا کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔

آیت ہذا میں الانسان سے مراد نافرمان اور سرکش انسان ہے۔

= اَكْثَرَ۔ بہت زیادہ۔ اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے۔ یعنی دوسری چیزوں سے ای ان جدل الانسان اکثر من جدل كل شئ م یعنی انسان ہر چیز سے بڑھکر جھگڑالو ہے۔

۱۸: ۵۵ = مَا مَنَعَ النَّاسَ۔ میں ممانہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ بھی۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی تھی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے مغفرت مانگنے سے کوئی امر مانع نہیں رہا تھا مگر سبب اس کے (ان کو اس کا انتظار ہو کہ) انہیں بھی اگلوں کا سامع ملے پیش آئے یا یہ کہ عذاب در عذاب ان پر نازل ہو۔ (تفسیر ماحدی)

دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور کس چیز نے روکا ہے لوگوں کو اس بات سے کہ وہ ایمان لے آئیں جب آگئی ان کے پاس ہدایت (کی روشنی) اور مغفرت طلب کریں اپنے رب سے مگر یہ کہ (وہ منتظر ہیں) آئے ان کے اگلوں کا دستور یا آئے ان کے پاس طرح طرح کا عذاب (ضمیر القرآن)

= قُبُلًا۔ قُبُل کی جمع ہے جیسے سُبُلٌ سَبِيلٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنی طرح طرح کا عذاب یا عذاب پر عذاب۔ قُبُلًا منصوب بوجہ حال ہونے کے ہے۔

۱۸: ۵۶ = لِيَذْ حِصْنًا۔ لام تعلیل کا۔ لِيَذْ حِصْنًا مضارع جمع مذکر منصوب۔ بوجہ عمل لام۔

بمعنی لیزیلو اور یبطلو کہ وہ زائل کر دیں یا باطل کر دیں اِذْ حِصْنًا (افعال) سے مصدر باطل کرنا۔ یا زائل کرنا۔

= يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ ضمیر واحد مذکر غائب کافرن کے مجادلہ کے لئے ہے۔ ای بالجدال

= الْحَقُّ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔ کہ اپنی کٹ جھتی سے حق کو باطل کر دیں۔

= وَمَا اُنْذِرُوْا۔ میں یہ مضمرب عبارت یوں ہے وَمَا اُنْذِرُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔

جس سے ان کو ان کے اعمالِ بد کے انجامِ بد سے ڈرایا گیا ہے۔

اُنْذِرُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کو ڈرایا گیا۔ یا وہ ڈرائے گئے۔ اِنْذَارٌ مصدر۔

= هُزُوًا۔ مصدر۔ بمعنی اسم مفعول۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ هُزُوٌ مذاق۔ دل لگی۔ ہزء

مادہ۔ اَلْهُزُوُّ کے معنی اندرونی طور پر کسی کا مذاق اڑانا کے ہیں اور کبھی یہ مذاق کی طرح گفتگو پر بھی بولا

جاتا ہے چنانچہ قَصْدًا مَذَاقًا اِثْرَانِ کے معنی میں آیا ہے اِتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَ اِلْعَابًا (۵۸: ۵) یہ اسے بھی

ہنسی اور کھیل بناتے ہیں۔

باب استفعال سے اِسْتَهْزَأَ کے معنی اصل میں طلب صرغہ کو کہتے ہیں لیکن اس کے معنی مذاق اڑانا کے بھی آتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی اکثر مثالیں ہیں۔

۱۸: ۵۷ = اَكِيْسَةً . جمع كِنَانٌ واحد - پرے - غلاف . اَلَكِنْتُ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ کیا جائے كَتَنْتُ الشَّيْءَ كَتًّا کسی چیز کو کِتًّا میں محفوظ کر دیا۔ كَتَنْتُ (ثلاثی مجرد) خصوصیت کے ساتھ کسی مادی شے کو گھریا کپڑے میں چھپانے پر بولا جاتا ہے۔ جیسے قرآن پاک میں آتا ہے كَاْتَهْنُ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ (۲۹: ۲۷) گویا وہ چھپاتے ہوئے محفوظ اندھے ہیں۔

باب افعال سے کسی بات کو دل میں چھپانے پر بولا جاتا ہے مثلاً اَدَا كُنْتُ فِيْ اَنْفِیْكُمْ (۲۳۵: ۲) یا (نکاح کی خواہش کو) اپنے دلوں میں مخفی رکھو۔ ک ن ن مادہ۔

= اَنْ يَّفْقَهُوْهُ میں ۱ ضمیر واحد مذکر غائب القرآن کے لئے ہے کہ اسے سمجھ سکیں۔ مراد اس سے یہ ہے لَعَلَّ يَفْقَهُوْهُ کہ وہ اسے سمجھ سکیں۔

= فِيْ ۲ اِذَا نِهْمُ وَقَرًا - ای وجعلنا فی اِذَا نِهْمُ وَقَرًا۔ اور ہم نے ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے۔ یا گرائی پیدا کر رکھی ہے۔ وَقَرًا۔ اسم مصدر منصوب۔ بمعنی ثقل۔ گرائی، بہرہ پن۔ وَقَادُ (باب کرم) عزت و عظمت

= لَنْ يَّتَمَتَّدُوْا۔ مضارع منفی تاکید ملن۔ جمع مذکر غائب وہ ہرگز ہدایت نہیں پائیں گے

۱۸: ۵۸ = مَوْعِدًا۔ اسم ظرف زمان۔ وعدہ کا وقت

= مَوْثِلًا۔ اسم ظرف مکان۔ دال مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ جائے پناہ۔

وَأَلَّ يَسْلُ (ضرب) وَأَلَّ دُوْلُ مصدر وَأَلَّ فَلَدْنَا کسی سے پناہ لینا۔ وَأَلَّ إِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ اَلْوَالُ الْمَوْثِلُ پناہ کی جگہ۔

۱۸: ۵۹ = تِلْكَ الْقُرَى۔ یہ بستیاں۔ مراد ان بستیوں کے باشندگان۔ اشارہ ان سرکش اور نافرمان قوموں کی طرف ہے جن کی ہلاکت کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ مثلاً قوم عاد۔ قوم ثمود۔ قوم لوط وغیرہ۔

= مَهْلِكِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ہلاک ہونا۔ مَهْلِكٌ مصدر مہمی ہے۔

= مَوْعِدًا۔ وعدہ کا وقت۔ اسم ظرف زمان۔

۱۸: ۶۰ = فَتَّهْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا نوجوان۔ اس کا خادم۔ فَتًی کے معنی نوجوان کے ہیں مجازاً غلام یا خادم کو بھی کہتے ہیں۔

= لَا أَبْرَحُ - بَرَحَ يَبْرَحُ (سمع) بَرَّاحٌ وَبَرَحٌ مصدر۔

.....المكان او من المكان کسی جگہ سے ہٹنا۔ رکنڈ زائل ہونا۔

لَا أَبْرَحُ - مضارع منفی واحد مستکمل۔ افعال ناقصہ میں سے ہے مَا بَرَحَ غَنِيًّا۔ وہ دولت مند رہا۔ وہ اب تک دولت مند ہے۔ لَا أَبْرَحُ أَفْعَلُ ذَلِكَ - میں یہ کام برابر کرتا رہوں گا۔ لَا أَبْرَحُ حَتَّى آتُبَلِّغَ میں برابر چلتا رہوں گا تا آنکہ پہنچ جاؤں۔

= آمُضِي حَقْبًا - مضارع واحد مستکمل مُضِيٌّ مصدر۔ (باب نصر، ضرب) میں چلتا جاؤں گا۔ اس کا عطف آتُبَلِّغَ پر ہے۔

= حَقْبًا - حُقْبُ زمانے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع أَحْقَابُ ہے۔ لِبَشَرٍ فِيهَا أَحْقَابًا (۲۳:۷۸) اس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔

أَوْ آمُضِي حَقْبًا - یا میں مدتوں چلتا رہوں گا۔

۶۱:۱۸ = مَجْمَعٌ بَيْنَهُمَا - ان دونوں کا جائے اجتماع۔ ان دونوں کا سنگم۔ ان دونوں دریاؤں کے اتصال کی جگہ۔ هِمَا ضَمِيرُ تَثْنِيَّةٍ مَوْثُ غَائِبُ الْبَحْرَيْنِ کے لئے ہے۔

= حَوْثَهُمَا - میں ضمیر تثنیہ مَوْثُ حضرت موسیٰ اور ان کے خادم کے لئے ہے۔ ان دونوں کی مچھلی

= سَرَبًا - السَّرَبُ - (نَصَرَ) اس کے اصل معنی نشیب کی طرف جانے کے ہیں (اور اسم کے

طور پر) نشیبی جگہ کو بھی سَرَبٌ کہتے ہیں۔ سَرَبٌ (نَصَرَ) الشَّرَابُ (الفعال) ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ اور بولتے ہیں اِنْسَرَبَتِ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرٍ هَا سَابَ لِبَنِي لٍ اِتر گیا۔

فَاتَّخَذَ مَسِيرًا فِي الْبَحْرِ سَرَبًا - اس نے سُرنگ بناتے ہوئے دریا میں اپنی راہ پکڑی۔

یعنی وہ دریا میں اتر گئی جیسے کوئی جانور سُرنگ میں نیچے کو جا گھستا ہے۔

سَرَبًا بوجهِ اِتَّخَذَ کے مفعول ثانی ہونے کے منصوب ہے۔ مفعول اول سَبِيلَ ہے۔

اسی سے سَارِبٌ (اپنی مرضی سے) کسی راستے پر چلا جانے والا ہے۔ جیسے سَارِبٌ بِالْأَنْهَارِ

(۱۰:۱۳) دن کی روشنی میں کھلم کھلا چلنے پھرنے والا۔ سَرَابٌ - شدتِ گرمائی میں دوپہر کے وقت

بیابان میں جو پانی کی طرح چمکتی ہوئی ریت نظر آتی ہے اسے سَرَابٌ کہا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں

آيَا هِيَ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً (۲۴:۳۹) جیسے میدان میں سراب کہ پیاسا

پانی سمجھے۔ سَرَبًا الْمَسْلُكُ فِي خُفْيَةٍ - سُرنگ۔ وحشی جانوروں کی بل۔

۶۲:۱۸ = جَاوَزَا - ماضی تثنیہ مذکر غائب وہ دونوں آگے چلے۔ وہ دونوں گزرے۔ مُجَاوَزَةٌ

(مُفَاعَلَةٌ) مصدر جس کے معنی کسی چیز سے گزر جانے۔ اس کو پار کرنے اور آگے بڑھنے کے ہیں۔ یعنی

جب وہ مجمع البحرین سے آگے بڑھ گئے۔

== عَدَاءَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا ناشتہ۔ ہمارا صبح کے وقت کا کھانا۔ دن کے ابتدائی حصہ کے کھانے کو عَدَاءُ کہتے ہیں۔ ناشتہ سے یہاں مراد وہ مچھلی ہے جو وہ بھون کر کھانے کے طور پر ہمراہ لائے تھے۔

== نَصَبًا۔ تھکان۔ مشقت، تھکاوٹ، تکلیف۔

۱۸: ۶۳ = اَرَأَيْتَ۔ کیا تو نے دیکھا۔ محاورہ میں بطور کلمہ تعجب کے استعمال ہوتا ہے۔ اور معنی یہ لیجئے ملاحظہ ہو۔ دیکھو تو۔

== اَوَيْتَا۔ ماضی جمع متکلم اَوَيْتُ مصدر اَوَى یَاوِی (ضَرْبَ) ہم اترے۔ ہم فروکش ہوئے۔ ہم مٹھڑے۔ اِذْ اَوٰی الْفِئْتَةُ اِلٰی الْكَهْفِ (۱۸: ۱۰) جب ان نوجوانوں نے غار میں جا کر پناہ لی یا غار میں جا کر فروکش ہوئے۔

== الصَّخْرَةَ۔ بڑا اور سخت پتھر۔ واحد۔ اس کی جمع صَخَرٌ و صُخُورٌ ہے۔

== فَاِنِّیْ لَنَسِیْتُ الْحَوْتَ۔ اِی نسیت ذکرہ بمارأیت منہ یعنی مچھلی کو جس حالت میں دریا میں جاتے دیکھا تو اس کا ذکر کرنا بھول گیا۔

آیت ۶۱ میں ہے نَسِیَا حَوْتَهُمَا وہ دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:-

۱۔ یہ کہ یہ بھول تو صرف حضرت موسیٰؑ کے خادم کی تھی لیکن اس کو دونوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے جیسا سورۃ الرحمن میں ہے یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (۲۲: ۵۵) آیا ہے کہ ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں حالانکہ دو قولوں میں سے ایک یہ ہے کہ لؤلؤ اور مرجان صرف کھاری پانی سے نکلتے ہیں۔ یعنی اول الذکر میں نسیان کی اور مؤخر الذکر میں اخراج لؤلؤ و مرجان کی تخصیص ضروری نہیں سمجھی گئی۔

دوم حضرت موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے متعلق خادم کو یاد دلانا بھول گئے اور خادم حضرت موسیٰ کو یہ بتانا بھول گیا کہ مچھلی عجیب و غریب طریقہ سے دریا میں اتر گئی۔

== مَا اَلْسِنِيْہُ۔ مَا اَلْسَانِیْ نہیں بھول میں ڈالا اس نے مجھے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ن وقایہ می واحد متکلم۔ مفعول۔ ۱ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول ثانی۔ مبدل منہ اِنَّ اَذْکُرَہُ۔ ۲ ضمیر کابدل اشتمال مَا اَلْسِنِيْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اِنَّ اَذْکُرَہُ۔ اِی مَا اَلْسَانِیْ ذکرہ الشَّیْطٰن۔ یعنی شیطان نے اس کا ذکر کرنا مجھے بھلا دیا۔

اَنْسَانِي - نَسِيَ مَادَّةِ اِنْسَاء (افعال) سے ہے۔

= عَجَبًا - یا یہ اِتَّخَذَ کا مفعول ثانی ہے (مفعول اول سَبَّيْكَہ) جیسا کہ آیت ۶۱ مذکورہ بالا میں سرِّبًا ہے۔ اِی اِتَّخَذَ سَبِيلَهُ سَبِيلًا عَجَبًا۔

یا آخر کلام میں مچھلی کے عجیب و غریب طریقہ سے دریا میں اتر جانے اور پھر ایسے وقوعہ کو بھول جانے پر تعجب کے طور پر آیا ہے۔

۱۸:۶۴ = قَالَ - اِی قَالَ مُوسٰی !

= ذٰلِكَ - اِی امر الحوت مچھلی کی یہی بات (تو تھی جس کی ہمیں تلاش تھی) یا اس کا اس جگہ کی طرف ہے جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ یعنی وہی تو وہ مقام تھا جس کی ہمیں تلاش تھی۔

= مَا كُنَّا نَبْغِ - جس کی ہم تلاش کر رہے تھے۔ كُنَّا نَبْغِی ماضی استمراری صیغہ جمع متکلم۔ بَغِیْ مصدر (باب ضَرَبَ)

= اِرْتَدَّا - ماضی تثنیہ مذکر غائب دونوں الٹے پھرے۔ اِرْتَدَّا (اِرْتَعَالُ) مصدر جس کے معنی جس راستہ سے آیا اسی راستہ سے واپس جانے کے ہیں (رَدَّ مَادَّة)

= اِنَارِهِمَا - مضاف مضاف الیہ۔ ان دونوں کے نشاناتِ قدم۔ اِنَارَ جمع اَشْرَ واحد بمعنی علامت۔ نشانی۔ نشانِ قدم۔ نشان۔ پیچھے۔

لَمْ نَقْفِئْنَا عَلٰی اِنَارِهِمَا بِرُسُلِنَا - (۲۴:۵) پھر ہم نے ان کے پیچھے اور پیغمبر بھیجے۔

= قَصَصًا - الْقَصُّ کے معنی نشانِ قدم پر چلنے کے ہیں۔ قَصَّ يَقْصُ قَصٌّ وَقَصَصٌ (باب نصر) بمعنی اتباع الاثر۔ نشانِ قدم پر چلنا۔ فَارْتَدَّا عَلٰی اِنَارِهِمَا قَصَصًا تو وہ اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے دیکھتے واپس لوٹے۔

قَصَّ کے معنی پیچھے پیچھے چلنا بھی ہے۔ مثلاً وَقَالَتْ لِاُخْتِهِ قُصِّیْہِ (۲۸:۱۱) اور اس کی

بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔ قَصَّ عَلَیْہِ الْخُبْرَ کسی کو خبر دینا۔ اسی سے ہے قَصَصٌ قِصَصًا کی جمع۔ وَقَصَّ عَلَیْہِ الْقَصَصَ (۲۸:۲۵) اور اس سے اپنا ماجرا بیان کیا اور نَحْنُ نَقْصُصُ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (۲۱:۱۲) ہم تمہیں ایک اچھا قصہ سناتے ہیں۔

قَصَصًا یا تو مصدر بحالت نصب ہے یا حال ہے اِرْتَدَّا عَلٰی اِنَارِهِمَا سے یعنی اپنے

نشانِ قدم تلاش کرتے ہوئے۔ یا مفعول ہے جس کا فعل مقدر ہے۔

۱۸:۶۵ = مِنْ لَّدُنَّا - ہماری طرف سے۔ لَدُنْ ظرفِ زمان و ظرفِ مکان ہر دو مستعمل

مثلاً اَقْسَمْتُ عِنْدَکَ مِنْ لَّدُنْ طُلُوعِ الشَّمْسِ اِلٰی غُرُوبِہَا۔ میں اس کے پاس

مقیم رہا ابتداء طلوع شمس سے غروب آفتاب تک (ظرف زمان) اور فُتِبَ لِي مِنْ لَدُنْكَ
وَلِيًّا۔ (۵:۱۹) مجھے عطا فرما اپنی جانب سے کوئی جانشین (ظرف مکان)

۱۸:۶۶ = تَعْلِمَنَّ۔ تو مجھ کو سکھا دے۔ تَعْلِيمُ سے جس کے معنی سکھانے کے ہیں۔ مضارع
واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

= رُشِدًا۔ تَعْلِمَنَّ کے مفعول ثانی کی صفت ہے ای عِلْمًا ذَا رُشِدٍ۔ رشد و ہدایت کا علم
رُشِدٌ۔ بمعنی ہدایت۔ بھلائی۔ راستی۔ صلاحیت۔ اَنْ تَعْلِمَنَّ مِمَّا عَلِمْتَ رُشِدًا
کہ آپ سکھائیں مجھے رشد و ہدایت کا خصوصی علم جو آپ کو (منجانب اللہ) سکھایا گیا ہے۔

۱۸:۶۷ = لَنْ تَسْتَطِيعَ۔ مضارع نفی تاکید بَلَنْ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو نہیں کر سکیگا اسْتَطَاعَ
(استفعال) سے۔ طوع۔ مادہ۔

۱۸:۶۸ = لَمْ تَحِطْ۔ مضارع نفی جہد بَلَمْ۔ تو احاطہ نہیں کر سکا۔ تو نہیں گھرے گا۔ تو قابو میں نہیں
کر سکا۔ احاطَةُ مصدر۔

= خُبْرًا تميز کی وجہ سے منصوب ہے

مَا لَمْ تَحِطْ بِهِ خُبْرًا۔ جو تمہارے احاطہ واقفیت میں نہیں ہے۔

۱۸:۶۹ = لَا أَعْصِي۔ مضارع نفی واحد متکلم۔ میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ میں حکم عدولی نہیں کروں گا
مَعْصِيَةً سے (باب ضَرْبٍ) لَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا۔ اور میں تمہارے کسی حکم کی نافرمانی نہیں
کروں گا۔

۱۸:۷۰ = فَإِنْ اتَّبَعْتَنِي۔ پس اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اگر تم میرا اتباع کرنا چاہتے ہو
یا اگر تو نے میرا اتباع کیا۔ یا میرے ساتھ ہے۔

اتَّبَعْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= اُحْدِثْ۔ اَلْحَدُوثُ (باب نصر) کے معنی ہیں کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہ ہو۔
اَلْحَدَثُ۔ نئی چیز۔ نیا کام۔ نئی بات۔ ہر وہ قول و فعل جو نیا ظہور پذیر ہوا ہو۔ اسے مُحْدَثُ کہتے
ہیں۔ حَتَّى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۔ جب تک کہ میں خود ہی پہل کر کے تجھ سے بات نہ کروں۔
ہر وہ بات جو انسان تک سماع یا وحی کے ذریعہ پہنچے۔ اسے حدیث کہتے ہیں عام اس سے کہ وہ
وحی خواب میں ہو یا حالت بیداری میں ہو۔

حَدَّثَ عَنْ فُلَانٍ۔ کسی سے کچھ بیان کرنا۔ روایت کرنا۔ حَدَّثَ۔ خبر دینا۔ بیان کرنا۔

اُحْدِثْ فعل منصوب بوجه عمل اَنْ مقدرہ کے ہے۔

== فَأُطْلِقًا - پس وہ چل پڑے دونوں۔ ماضی تثنیہ واحد مذکر غائب طَلَّقَ سے باب انفعال سے اِنْطَلَقَ۔ جس کے معنی ہیں چل پڑنا۔ اِطْلَاقُ کے معنی ہیں کسی بندھن سے آزاد کرنا۔ محاورہ ہے اَطْلَقْتُ الْبَعِيرَ مِنْ عِمَالِهِ وَطَلَّقْتُہ۔ میں نے اونٹ کا پائے بند کھول دیا۔ اسی سے محاورہ ہے طَلَّقْتُ الْمَرْأَةَ۔ یعنی میں نے اپنی عورت کو نکاح کے بندھن سے آزاد کر دیا۔

== خَرَقَهَا۔ اس نے اس کو پھاڑ ڈالا۔ اس نے اس کو قطع کر دیا۔ خَرَقَ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضَرَبَ) هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (کشتی کے لئے ہے)

خَرَقَ خَلْقُ کی ضد ہے۔ خَلْقُ کے معنی ہیں اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانا اور خَرَقَ کے معنی ہیں کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنا۔ بے سوچے سمجھے کسی کام کو کرنے یا بے سوچے سمجھے منہ سے بات نکالنے کو بھی خرق کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَخَرَقُوا آلَهُ بَنَاتٍ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ (۱۰۰:۶) اور بے سمجھے (جھوٹ اور بہتان کے طور پر) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا گھڑی ہیں۔

== أَحْلَمَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس پر سوار لوگ۔

== سَيِّئًا أَمْرًا۔ تکلیف دہ۔ یا خلاف شرع یا خلاف عقل چیز۔ اِمْرًا۔ ای مُنْكَرًا (مجاہد) یعنی امر منکر و میسوب۔ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا۔ آپ نے یقیناً بہت بُری بات کر ڈالی۔ اِمْرًا۔ بھاری عجیب۔ عظیم۔ انوکھا۔ قابل انکار۔ علامہ بغوی کا قول ہے کہ عرب لغت میں اِمْرٌ بمعنی ذَا هِيَةِ (خوف ناک) ہے۔

۱۸:۴۳ = لَا تَتَّخِذْ نِيّ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر و قایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم۔ تو میری گرفت نہ کر تو مجھے نہ پکڑ۔ میرا متواخذہ نہ کر۔

== بِمَا۔ بنا۔ سببیت ہے۔ اور مَا مصدریہ ہے۔ لَا تَتَّخِذْ نِيّ بِمَا نَسِيتُ۔ میری بھول چوک پر میری گرفت نہ کر۔ قرآن حکیم میں اس کی مثال یہ آیت ہے فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا (۱۲:۳۲) سواب مزہ چکھو بہ سبب اپنے اس دن کے آنے کو بھول جانے کا۔

== لَا تُزْهِقْنِي۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اَزْهَقَ يُزْهِقُ اِزْهَاقٌ (افعال) اَزْهَقَهُ ظُلْمًا ظلم میں مبتلا کرنا۔ اَزْهَقَهُ اِثْمًا۔ کسی کو گناہ پر اکسانا۔ اَزْهَقَهُ عُسْرًا۔ کسی کو تکلیف دینا یا تکلیف دہ کام لینا۔ لَا تُزْهِقْنِي فَلَا اَزْهَقَكَ اللهُ تم مجھ پر سختی نہ کرو۔ تم پر اللہ سختی نہ کریگا۔ لَا تُزْهِقْنِي مِنْ اَمْرِي عُسْرًا۔ میرے اس معاملہ میں مجھ پر سختی نہ کر۔ اِزْهَاقُ۔ کسی پر ایسا بوجھ لاد دینا کہ جس کا اٹھانا اس کے لئے از بس مشکل ہو۔

== عُسْرًا۔ عُسْرٌ۔ تنگی۔ دشواری۔ مشکل۔ سختی۔ يُسْرٌ (آسانی) کی ضد ہے یہ تُزْهِقْنِي

کا مفعول ثانی ہے۔

۱۸:۷۴ = ذَکِیَّةٌ۔ گناہوں سے پاک، معصوم ذِکاءُ بروزن فِغِلَةٌ صفتِ مشبہ کا واحد مؤنث ہے۔

= لَبِغِیْرِ نَفْسٍ۔ بغیر کسی سبب کے (ابن کثیر) بغیر قصاص کے۔ بغیر کسی گناہ کے۔ بغیر کسی جان کے بدلہ کے۔

= مُكْرًا۔ ایسا مشکل امر جو سمجھ میں نہ آ سکے۔ امر عظیم۔ ایسا امر جس سے سب کانوں پر ہاتھ رکھیں مُکْر۔ کا درجہ قبیح میں اِمُکْر سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ سخت نامرغوب۔

الانکار کے اصل معنی انسان کے دل پر کسی ایسی چیز کے وارد ہونے کے ہیں جسے وہ تصور میں نہ لا سکتا ہو۔ الْمُکْرُ ہر وہ فعل جسے عقل سلیم قبیح خیال کرے یا عقل کو اس کے حسن و قبح میں توقف ہو۔ مگر شرعیت نے بھی اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا مُكْرًا۔ یقیناً آپ نے بڑا بیجا اور نازیبا فعل کیا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

قَالَ الْمَأْثَلُ (١٦)

الكهف ٢ مَرْيَمَ ٢ طه ٢

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ

۱۸:۷۵ = لَنْ تَسْتَطِيعَ۔ تو ہرگز نہیں کر سکے گا۔ ملاحظہ ہو آیت ۶۷ سورۃ نبا۔
 ۱۸:۷۶ = لَا تَصْلِحْ لِي۔ تو مجھے اپنی صحبت میں نہ رکھنا۔ تو مجھے ساتھ نہ رکھنا۔ مُصَاحِبَةٌ۔
 (مُفَاعَلَةٌ) سے فعل نہیں واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم
 = قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عَذْرًا۔ بے شک آپ میری طرف سے حدِ عذر کو پہنچ چکے۔
 یعنی میرا کوئی عذر نہیں ہوگا۔

۱۸:۷۷ = اسْتَطَعْنَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب اسْتَطَعْنَا (اسْتَطَاعَ) ان دونوں نے کھانا مانگا
 = أَبَوَا۔ انہوں نے سختی سے انکار کیا۔ باب ضرب وفتح۔ ابی مادہ اِبَاءُ مصدر۔
 اَلْاِبَاءُ۔ کے معنی سختی سے انکار کرنا کے ہیں۔ یہ لفظ امتناع سے خاص ہے ہر اِبَاء کو امتناع
 کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہر امتناع کو اِبَاء نہیں کہہ سکتے۔ اَبَى وَاَسْتَكْبَرَ (۳۴:۲) اس نے سختی سے
 انکار کیا۔ اور تکبر کیا۔

= يُضَيِّفُوهُمَا۔ ضَيَّفَ يُضَيِّفُ تَضَيَّفَ (تَفَعَّلَ) مضارع جمع مذکر غائب
 هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب کہ وہ ان دونوں کو مہمان بنائیں۔ یعنی ان کی مہمانی کرے۔
 = (اَنْ) يَنْقُضَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ اِنْقِضَ ضُ (انفعا)
 کہ گر پڑے۔ يُرِيدُ اَنْ يَنْقُضَ وَهُ (جھک کر) گرا جا رہی تھی۔ قَضَضَ مادہ
 قَضَضَتْ فَانْقَضَ۔ میں نے اسے گرایا تو وہ گر پڑا۔

= كَتَّخَذْتُ۔ لے جواب شرط کے لئے ہے۔ اِتَّخَذْتُ ماضی واحد مذکر حاضر۔ اِتَّخَذَ
 (افتعال) سے۔ بمعنی لینا۔ پکڑنا۔ قرآن مجید میں سے خَلَّا اتَّخَذَ لَمُعِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا ۲ (۲۰)
 (۸۰) ان سے پوچھو کہ کیا تم نے اللہ سے اَوَّلَ لے رکھا ہے۔

۱۸:۷۸ = سَأُنَبِّئُكَ۔ سَمِ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم
 نَبَّئْتُ مصدر باب تفعیل بمعنی بتانا۔ خبر دینا۔ لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ میں ابھی تجھے
 بتائے دیتا ہوں۔

= نَاوِيلٍ۔ اول سے مشتق ہے اَوَّلَ نَاوِيلٍ (باب تفعیل) جس کے معنی ہیں

کسی چیز کا اصل کی طرف رجوع ہونا۔ جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے تو اسے مؤٹل کہتے ہیں! ملاحظہ ہو (۱۸: ۵۸) پس تَاوِيلُ کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانا ہے جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ غایت مقصود۔ حقیقت۔ تاویل۔ تفسیر۔

۱۸: ۷۹ = يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ۔ جو دریا میں کام کرتے تھے۔ یعنی جو دریا میں ملاحی کا کام کرتے تھے = اَعْيَبَهَا۔ مضارع منصوب واحد متکلم۔ ہا ضمیر مفعول واحد تَوْنَتْ غَاب۔ نصب بوجہ عمل آن ہے۔ (کہ) میں اسے عیب دار کر دوں۔

= وَرَاءَهُمْ۔ وریٰ یری سے وَرَاءُ مصدر ہے۔ جس کے معنی حد فاصل۔ آڑ۔ کسی چیز کا آگے ہونا یا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔ ہونا کے ہیں۔

آگے کے معنی میں وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَمْلُوكٌ (الیت ہذا) اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا پیچھے کے معنی میں۔ اِرْجِعُوا وِرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا (۱۳: ۵۷) پیچھے کو لوٹ جاؤ اور (دوبارہ) نور تلاش کرو۔

آڑ کے معنی میں۔ اَدْرِ مِنْ وَرَاءِ حُجْرٍ۔ (۱۴: ۵۹) یاد دہانیوں کی اوٹ میں۔

علاوہ و سوا کے معنی میں۔ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاولٰئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۷: ۲۳) اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ خدا کی (مقرر کردہ) حد سے نکل جانے والے ہیں۔ غَضَبًا۔ مصدر ہے۔ حالت نصب۔ غَضِبَ يَغْضِبُ (ضَرْب) سے۔ زبردستی چھین لینا (بغیر حق کے)

۱۸: ۸۰ = فَخَشَيْنَا مَاضِيَ جَمْعِ سَكَمٍ۔ خَشِيَةٌ مصدر (باب سَمِع) ہم ڈرے۔ ہمیں اندیشہ ہوا الحنازن میں ہے فَعَلِمْنَا۔ ہمیں معلوم ہوا۔

= اَنْ يُّرْهِقَهُمَا۔ اَرْهَقَ يَرْهِقُ اَرْهَاقٌ (انفال) مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ هُمَا تثنیہ مذکر غائب۔ اِرْهَاقٌ اثر انداز ہونا۔ اکسانا۔ مبتلا کرنا۔ مجبور کرنا۔ زبردستی چھا جانا۔ دشواری میں ڈالنا۔

اَرْهَقَهُ ظُلْمًا ظلم میں مبتلا کرنا۔ اَرْهَقَهُ اِثْمًا۔ کسی کو گناہ پر اکسانا۔ رَهِقَ وَارْهَقَ (مجرد و مزید) دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَتَرْهَقُهُمْ ذٰلِكَ (۲۷: ۱۰) اور اُن پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ اور سَاَرْهَقَهُ صَعُودًا۔ (۱۷: ۷۴) ہم عنقریب اس کو عذاب سخت میں مبتلا کریں گے۔ اور وَتَرْهَقُنِي مِنْ اَمْرِ عُسْرًا (۳: ۱۸) اور میرے (اس) معاملہ میں مجھ کو دشواری میں نہ ڈالئے۔ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا کہ وہ ان دونوں (ماں باپ) کو (سرکشی اور کفر پر) مجبور کر دیگا

تقدیر کلام یوں ہوگی: فخشینا ان یرہقہما طغیاناً و کفرًا لَوُبَقِی حَیًّا
 ۸۱:۱۸ = یُبْدِ لَہُمَا۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب اَبْدَالُ مصدر۔ هُمَا ضمیر مفعول
 تثنیہ مذکر۔ کہ وہ ان دونوں کو بدلہ میں دیدے۔ هُمَا ضمیر مفعول اول ہے اس کے بعد وَلَدًا
 (مخذوف) مفعول ثانی ہے۔ اِیْ اَنْ یُبْدِ لَہُمَا وَلَدًا خَیْرًا اَمِنَہُ کہ ان کا پروردگار
 ان کو بیٹا جو اس (پہلے جس کو قتل کیا گیا تھا) سے بہتر ہو۔
 = زَکُوۡۃً۔ گناہوں اور اخلاقِ رذیلہ سے پاکیزگی۔
 = رُحْمًا۔ مصدر ہے۔ رَحِمَ یَرْحَمُ رَحْمَةً وَرُحْمًا رُحْمًا۔ مہربان ہونا۔
 شفقت کرنا۔

ہر دو زَکُوۡۃً وَرُحْمًا منصوب بوجہ تمیز کے ہیں جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور شفقت میں اس
 سے بڑھ کر ہو۔

= اَقْرَبُ۔ افضل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ قریب۔
 ۸۲:۱۸ = اَشَدُّ هُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلَا شَدُّ وَاَلَا شَدُّ۔ سنِ بلوغ۔ جوانی کی
 پورا زور۔ بَلَغَ فَلَانَ اَشَدَّ ؕ وہ سنِ بلوغ کو پہنچا۔ وہ جوانی کی عمر تک پہنچا۔ شَدُوْدَ مَادَّہ
 اَشَدَّ هُمَا۔ اپنے سنِ بلوغ کو۔

= یَسْتَخْرِجَا۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) تثنیہ مذکر غائب۔ اصل یہی یَسْتَخْرِجَانِ
 تھا۔ اَنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ استخراج (استفعال) مصدر، وہ دونوں نکال لیں
 = رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ۔ تیرے پروردگار کی مہربانی۔ رَحْمَةً۔ اَرَادَ کا مفعول لڑ ہے کہ ان پر
 رحمت کرنے کے لئے پروردگار نے چاہا کہ اَنْ یَبْلُغَا اَشَدَّ هُمَا وَیَسْتَخْرِجَا کَثْرَہُمَا۔ یا یہ مصدر
 منصوب ہے اس صورت میں اَرَادَ بمعنی رَحِمَ ہوتا ہے۔

= عَنْ اَمْرِیْ۔ اپنی مرضی سے۔ اپنی رائے سے۔

= ذٰلِکَ۔ یعنی جو میں نے اوپر بیان کیا ہے۔

= کَمْ تَسْطِیْعُ۔ مضارع نفی مجہولہ۔ واحد مذکر حاضر۔ بمعنی ماضی منفی تو (صبر) نہ کر سکا۔ اس کا
 ماضی اِسْطَاعَ سے ہے۔ اِسْطَاعَ اصل اِسْطَاعَ (باب استفعال) ہی ہے تاکہ
 تحقیقاً حذف کر دیا گیا ہے۔ دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً فَمَا اِسْطَاعُوْا
 اَنْ یَّظْہُرُوْہُ وَمَا اِسْطَاعُوْا لَہُ نَقْبًا (۹۷:۱۸) پھر ان کو یہ قدرت نہ رہی کہ وہ اس پر
 پڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں۔

تَسْطِعُ اصل میں تَسْطِيعُ تھا۔ کَم کے آنے سے لام کلمہ مجزوم ہوا اور اجتماع ساکنین سے سی حرف علت گر گیا۔

فائدہ ۲۱

آیت ۷۹ فَاَرَدْتُ اَنْ اَعْيِبَهَا اَرَدْتُ صیغہ واحد متکلم (آیت ۸۱ میں فَاَرَدْتُ اَنْ اَعْيِبَهَا) دُحْمًا (صیغہ جمع متکلم) اور آیت ۸۲ میں فَاَرَادَ رَبُّكَ رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ (صیغہ واحد مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ مفسرین اس کی توضیح یوں فرمائی ہے۔

اگرچہ خیر و شر، نفع و ضرر ہر چیز کا خالق حقیقی اللہ ہے لیکن اہل ادب و عرفان کا طریقہ ہے کہ جب خیر اور نفع کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور جب شر اور ضرر کے ذکر کا موقع آتا ہے تو اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہے وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ (۸۰:۲۶) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفاء بخشتا ہے۔ یہاں کشتی توڑنے کی وجہ بتائی تو اس کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ کشتی توڑنا مذموم ہے اور جب دیوار درست کرنے کی وجہ بتائی تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی کیونکہ وہ خیر محض ہے۔ قتل غلام کے دو پہلو تھے۔ ایک خیر۔ اس لئے کہ اس کے والدین کو نافرمان بیٹے کے عوض میں نیک اولاد دی جا رہی ہے۔ اور دوم شر۔ اس لئے کہ بظاہر ایک معصوم بچے کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے تاکہ خیر کے پہلو کی نسبت ذات خداوندی کی طرف ہو جائے اور شر کا پہلو اپنی طرف منسوب کر دیا۔ علامہ بدر الدین زکریا نے اسی توجیہ کو پسند فرمایا ہے!

(ضیاء القرآن)

۸۳:۱۸ = ذِي الْقُرْنَيْنِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ترکیب اضافی بحالت جر۔ دو سینگوں والا۔ قُرْنَيْنِ۔ جمع۔ قَرْنٌ واحد۔ دو کٹاے۔ دو سینگ۔ ایک نیک عادل با اقتدار بادشاہ کا نام جس کی شخصیت کے تعین میں اختلاف ہے۔

= سَأَلُوا۔ سَ حرف۔ مضارع کو مستقبل قریب کے معنی میں مخصوص کر دیتا ہے۔

اَسْأَلُوا۔ مضارع واحد متکلم۔ تِلَاوَةً مصدر۔ میں عنقریب پڑھ کر سناؤں گا۔ میں عنقریب بیان کروں گا۔ تَلَوْا مَادَہ

۸۴:۱۸ = مَكَّنَا۔ ماضی جمع متکلم (تفعیل) مصدر ہم نے تمہیں بخشی۔ ہم نے جہاؤ عطا کیا۔ ہم نے با اقتدار بنادیا۔ مَكْنَةً۔ آشیانہ۔ گھنے کی جگہ۔ اِمْكَانٌ (اِفْعَالٌ) با اقتدار ہونا، قابو پانا۔ کسی جگہ پر قدرت حاصل کرنا۔ مَكِّنٌ۔ جم کر رہنے والا۔

= سَبَبًا۔ سامان۔ ذریعہ۔ رسی جس سے درخت پر اوپر چڑھا اور نیچے اتر جاتا ہے پھر اُسے مناسب سے ہر اس شے کو سَبَبُ کہا جاتا ہے جو دوسری شے تک رسائی کا ذریعہ بنتی ہو خواہ وہ علم ہو قدرت ہو۔ آلات ہوں۔

سَبَبًا۔ یعنی ایسے ذرائع از قسم علم و قدرت و آلات کہ جن سے وہ کام لے کر ہر چیز تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔ اس کی جمع اسباب ہے جس سے مراد کسی چیز کو حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔
راہ کو بھی سَبَبُ کہہ سکتے ہیں کہ جس پر چل کر منزل مقصود تک پہنچا جاتا ہے۔

۱۸:۸۵ = فَاتَّبَعَ سَبَبًا۔ وہ ایک راستہ پر ہو لیا۔ وہ ایک راہ پر روانہ ہوا۔

۱۸:۸۶ = حِمِيَّةٌ۔ حِمَا سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے حِمَاً۔ دلدل۔ کیچڑ۔ گارا۔

حِمِيَّةٌ۔ کیچڑ والا۔ دلدل والا۔ حِمِيٌّ مادہ۔

= مَغْرِبَ الشَّمْسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غروب آفتاب کی جگہ۔ یہاں تصویری زبان استعمال کی گئی ہے۔ مغرب الشمس سے مراد کوئی ایک جگہ نہیں جہاں سورج فی الواقع اس جگہ میں غروب ہو جاتا ہے۔ غروب آفتاب کا منظر دیکھیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دور افق میں سورج زمین میں چھپ گیا ہے حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے۔

یہاں بھی جب ذوالقرنین ایک جھیل یا سمندر کے کنارے پہنچا تو سورج یوں معلوم ہوتا تھا کہ دور سمندر میں ڈوب رہا ہے۔

= اِمَّا۔ یا۔ خواہ۔ اگر۔ اِمَّا کئی معنوں کے لئے آتا ہے۔ مثلاً۔

۱۔ ابہام۔ وَاٰخِرُوْنَ مُرْجُوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَيَمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ (۹:۱۰۶) اور کچھ اور لوگ ہیں کہ خدا کے حکم کے انتظار میں ہیں ان کا معاملہ ملتوی ہے خواہ وہ ان کو سزا دے خواہ وہ ان کی توبہ قبول کر لے۔ یا جَاءَ اِمَّا ذَرِيَّةً ۱ وَاِمَّا عَمْدًا۔ زید آیا ہے کہ عمر۔

۲۔ تفصیل۔ اِنَّا هَدٰىنَا السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُوْرًا (۳:۷۶) ہم نے اس (انسان) کو راستہ دکھلایا۔ اس کے بعد وہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکر ابن کر جئے۔

۳۔ تغیر (اختیار دینا) جیسے اِمَّا اَنْ تَعَذِّبَ وَاِمَّا اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا۔ (آیت ہذا) خواہ ان کو سزا دو۔ خواہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

یا اِمَّا اَنْ تُلْقٰی وَاِمَّا اَنْ تَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْفٰی۔ (۲۰:۶۵) تو کیا پہلے آپ (اپنا عصا) مہینکیں گے یا ہم ہی پہلے ڈالنے والے نہیں۔

۱۸:۸۷ = اِمَّا۔ حرف شرط استعمال ہوا ہے (اس کے حرف شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ

اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے، پس سو۔ لیکن مگر۔ اَمَّا مِنْ ظِلْمَ خَسَوْتَ لَعَذْبُهُ
سو جو ظلم کرے گا تو ہم اسے ضرور سزا دیں گے۔

یہ تفصیل اور تاکید کے لئے بھی آتا ہے۔ مَثَلًا اَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسْلُكَيْنِ (۴۹:۱۸)
وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی۔

اور تاکید کی مثال اَمَّا زَيْدٌ فَذَا هِبْ۔ لیکن زید وہ تو ضرور جانو والا ہے۔

== عَذَابًا يُنْكِرُ ۱۔ شدید عذاب، سخت عذاب۔ موصوف صفت۔ عَذَابًا بوجہ نُعَذِّبُ
کے مصدر ہونے کے منصوب ہے۔

۸۸:۱۸ = يُسْرًا۔ آسانی، سہولت۔ سَنَقُولُ لَهُ مِنْ اَمْرِ نَايُسْرًا۔ ہم اسے ایسے احکام کا حکم
دیں گے جن کا بجالانا آسان ہوگا۔

۸۹:۱۸ = اَتَّبِعْ۔ اِتَّبَاعُ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ پیچھے لگ گیا پیچھے چل پڑا
اَتَّبِعْ سَبَبًا۔ وہ ایک راہ پر چل نکلا۔ یا چل پڑا۔

۹۰:۱۸ = مَطْلِعَ الشَّمْسِ۔ مَطْلِعُ طرف مکان مضاف شمس مضاف الیہ۔ طلوع ہونے
کی جگہ۔ سمت مشرق میں انتہائی آبادی پر۔ (کوئی پہاڑ وغیرہ)
= مِنْ دُونِهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب شمس کے لئے ہے۔

== سِتْرًا۔ حجاب، پردہ۔ سُتُورٌ وَاسْتَارُ جمع۔ (سورج کی گرمی سے بچنے کی) آڑ۔

سورج کی گرمی سے بچنے کے لئے لباس اور مکان ہر دو کی ضرورت ہے۔ لَمْ نَجْعَلْ لَهُمْ
مِنْ دُونِهَا سِتْرًا۔ یعنی سورج کی گرمی سے بچنے کے لئے نہ ان کے پاس لباس تھا نہ مکان۔

۹۱:۱۸ = كَذٰلِكَ۔ خبر۔ اس کا مبتدا محذوف۔ اِی امْرُؤِی الْقَرْنِیْنِ كَذٰلِكَ۔ یوں
ذی القرنین کا حال۔ ذٰلِكَ کا اشارہ ذوالقرنین کا وہ ذکر جو اوپر مذکور ہوا ہے

== قَدْ اَحْطٰنَا۔ تحقیق ہم احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ بِمَا لَدَیْهِ جو اس کے پاس تھا۔

خُبْرًا۔ اِی عِلْمًا۔ یعنی جو کچھ اس کے پاس تھا اس کی یہیں پوری خبر تھی۔ یعنی جو ساز و سامان
آلات و اسباب۔

قَدْ ماضی پر آئے تو تحقیق کے معنی دیتا ہے۔

۹۳:۱۸ = السَّدَّیْنِ۔ دو پہاڑ۔ دو آڑ۔ سَدٌّ کا تثنیہ ہے۔

== لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ کوئی بات آسانی سے نہیں
سمجھ سکتے تھے۔ كَادَ یَكَادُ۔ افعال مقاربت میں سے ہے۔

۹۴:۱۸ = خَرَجًا - خراج، محصول - باج - مال - اخْرَاجْ جمع -

هَلْ يَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا - کیا ہم تمہارے لئے کچھ مال اکٹھا کر دیں -

= عَلٰی اَنْ - یہاں بشرطیکہ کے معنی میں آیا ہے - یا تاکہ - عربی میں کہتے ہیں اَحَدٌ تَنْكَ عَلٰی اَنْ تَسْتَرْكَ - میں تم کو بتاتا ہوں بشرطیکہ - تم اسے راز میں رکھو -

۹۵:۱۸ = مَكْنِيٌّ - اصل میں مَكَّنَ رَنِي سَتَا مَكَّنَ واحد مذکر غائب ماضی - تَمَكِّنُ تَفْعِيلٌ مصدر - نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم - اس نے مجھے جگہ دی - اس نے مجھے باقتدار بنایا - اس نے مجھے اختیار دیا - اس نے مجھے (جس سلطنت، مال و دولت و دیگر اسباب پر قدرت دیا ہے -

مَا مَكَّنِيْ فِيْهِ رَبِّيْ - وہ دولت و اقتدار و مال و اسباب جس پر میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے = اَعِيْنُوْنِيْ - اِعَانَةُ مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر - ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم - = بِقُوَّةٍ - جہانی مشقت - محنت -

= اَجْعَلْ مضارع مجزوم واحد متکلم - مجزوم بوجہ جواب امر کے ہے -

= رَدَّ مَا - مولیٰ دیوار - سِدِّ محکم - رَدَمَ يَزِدُّمُ (ضوب) کا مصدر ہے جس کا معنی رخنہ کو پتھروں سے بند کر دینا ہے - یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے -

۹۶:۱۸ = اَلْثَوْنِيْ - تم میرے پاس لاؤ - اَتَوَا - امر جمع مذکر حاضر - ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اَتِيَانُ مصدر -

= زُبْرَ الْحَدِيدِ - لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے - بڑی بڑی چادریں - زُجْرَةٌ کی جمع ہے جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرُفٌ ہے - بمعنی لوہے کی بڑی سل -

= سَاوِيْ - ماضی واحد مذکر غائب مُسَاوَاةٌ مصدر - اس نے برابر کر دیا - وہ برابر ہو گیا

= الصَّدَقَاتِ - صَدَقٌ سے تثنیہ - صَدَقٌ کے معنی کنارہ کوہ کے ہیں جہاں جا کر پہاڑ کا اوپر کا سرا تمام ہوتا ہے - الصَّدَقَاتِ پہاڑ کے دونوں کنارے - صَدَقٌ کے معنی سیپ اور اونٹ کی ٹانگوں کی کچی کے بھی ہیں -

اعراض یرتنے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے قرآن مجید میں آیا ہے فَمَنْ اَخْلَكُم مِّنْ كَذَبٍ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۖ اَلَمْ يَكُنْ لَّآيٰتٍ لِّهٖ تَتَذَكَّرُ ۚ تو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو خدا کی آیتوں کے تکذیب کرے اور ان سے منہ پھیر لے -

= اَلْفُحُوْا - امر جمع مذکر حاضر نَفَخَ دباب نصرہ سے مصدر تم پھونک مارو - تم دھونکو

یعنی جب اس نے دونوں پہاڑوں کے کناروں کے درمیان والے خلا کو پاٹ دیا لوہے کی چادروں سے تو کہا کہ اب آگ دھکاؤ

= جَعَلَهُ نَارًا۔ اس نے اس کو آگ کی طرح سرخ کر دیا۔ یعنی درمیانی آہنی دیوار کو آگ کی طرح سرخ کر دیا۔ لفظی معنی ہیں اس نے اس کو آگ بنا دیا۔

= اُفْرِغْ۔ مضارع واحد متکلم مجزوم بوجہ جواب امر۔ اَلْفَرَاغُ کے معنی خالی ہونا۔ فَارِغٌ خالی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَى فَارِغًا (۲۸: ۱۰) اور موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا۔ (گویا خوف کی وجہ سے عقل سے خالی ہو چکا تھا۔ عربی میں کہتے ہیں اُفْرِغْتَ الدَّلْوُ۔ میں نے ڈول سے پانی بہا کر اُسے خالی کر دیا۔ اور جبکہ ہے اُفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا (۲۱: ۲۵۰) اور خطرات و خدشات سے خالی کر کے، ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔

اُفْرِغْ۔ کہ میں ڈال دوں۔ میں بہا دوں۔ عَلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب لوہے کی دیوار کے لئے ہے۔ کہ میں انڈیل دوں اس (دیوار) پر

= قِطْرًا۔ پگھلا ہوا تانبہ۔ تقدیر کلام یوں ہے اَتُونِي قِطْرًا اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا۔ میرے پاس پگھلا ہوا تانبہ لاؤ کہ میں اس کو اس (لوہے کی دیوار) پر انڈیل دوں

۹۷: ۱۸ = اسْتَطَاعُوا۔ اصل میں اسْتَطَاعُوا سَقَات اور ط قریب النحر جمع ہوتے ت حذو ہو گئی (نیز دیکھو ۸۲: ۱۸) ماضی جمع مذکر غائب وہ نہ کر سکیں۔ ان میں استطاعت نہ ہوئی = يَظْهَرُونَ۔ کہ اس پر غالب آسکیں۔ مطلب یہ کہ اس پر چڑھ سکیں۔

فَمَا اسْتَطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُمْ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا۔ سو وہ اس پر نہ چڑھ سکیں گے اور نہ ہی اس میں نقب لگا سکیں گے۔

۹۸: ۱۸ = هَذَا۔ سد کی طرف اشارہ ہے۔ وہ دیوار جو اس نے آڑ کے لئے بنائی تھی۔

= دَكَّاءٌ۔ واحد دَكَّاءَاتٌ جمع۔ نرم پہاڑ۔ مٹی کا پشتہ۔ ہموار شدہ سطح۔ دَكَّ يَدُكَ (نصوم) کو ٹٹنا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ ہموار کرنا۔ مد کوک۔ کوٹ کوٹ کر ریزہ کیا ہوا۔ وہ اسے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ اِذَا دَكَّتِ الدُّرُجُ دَكَّادًا (۲۱: ۸۹) جب زمین توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔

= فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي۔ اسی فاذا جاء وقت وعدہ ربی۔ وقت وعدہ سے مراد یوم قیامت بھی ہو سکتا ہے۔ اور یا جوج ماجوج کا یوم خروج بھی۔ سیاق قرآن کے مطابق دونوں صورتیں مراد ہو سکتی ہیں۔

۱۸:۹۹ = تَرَكَنَا ماضی جمع متکلم معنی مستقبل ہم چھوڑیں گے۔ یہاں جَعَلْنَا کے مراد استعمال ہوا ہے۔ یعنی کر دیں گے۔

= يَمْوُجُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَوْجُ مصدر رباب نصی لہریں مارتے ہوں گے۔ ۱۔ اگر وعدہ ربی سے مراد یوم قیامت ہے تو یہاں بَعْضُهُمْ کی ضمیر الناس کے لئے ہے کہ خلقت جن و انس اس روز کی ہولناکی اور شدت اضطراب سے طوفانی سمندر کی لہروں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر گڈمڈ ہو رہے ہوں گے۔

۲۔ اگر وَعْدُ رَبِّي سے مراد سَيِّدُ الدُّنْيَا کا اہتمام ہے اور یا جوج مابوج کے خروج کا دن ہے تو ضمیر اگر را، الناس کے لئے ہے تو مطلب یہ ہے کہ یا جوج مابوج باہر نکل پڑیں گے تو لوگ خوف و ہراس سے متلاطم سمندر کی موجوں کی طرح ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہے ہوں گے۔ ۳۔ اگر ضمیر یا جوج مابوج کے لئے ہے جیسا کہ ابوجیان کا قول ہے تو مطلب یہ ہے کہ سَدِّ کے اہتمام پر یا جوج مابوج اس ازدحام کی صورت میں باہر نکلیں گے کہ کثرت و سرعت میں ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہے ہوں گے۔

وَتَرَكَنَا بَعْضُهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمْوُجٌ فِي بَعْضٍ۔ اور اس روز ہم ان کو ایسا کر دیں گے کہ سمندر کی تند موجوں کی طرح ایک دوسرے سے الجھ رہے ہوں گے۔

= وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا۔ اور صور پھونکا جائیگا پھر ہم سب کو جمع کر لیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدم دیوار کا وقوع قرب قیامت میں ہوگا۔

۱۸:۱۰۰ عَرَضْنَا عَرَضًا۔ ماضی جمع متکلم۔ عَرَضًا۔ مصدر تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔ ہم بالکل سامنے پیش کر دیں گے۔

۱۸:۱۰۱ عِطَاءٍ۔ ڈھکنا۔ سرپوش۔ جو طباق کی قسم میں سے ہو۔ کپڑے وغیرہ کا نہ ہو۔ مراد غفلت۔ موٹا پردہ۔ لباس وغیرہ قسم کی چیز کو عِطَاءٌ کہتے ہیں۔ بطور استعارہ عِطَاءٌ (پردہ) کا لفظ جہالت وغیرہ پر بولا جاتا ہے قرآن مجید میں اور جگہ ہے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (۲۲:۵۰) ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے صَاحَاتٍ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَن ذِكْرِي۔ جن کی آنکھوں پر پردے پڑے تھے میری یاد

۱۸:۱۰۲ نَزَّلَ۔ اسم۔ نزل سے مادہ۔ نَزَلَ يَنْزِلُ (نُزُولٌ) مصدر۔ اس کے معنی بلند جگہ سے نیچے اترنے کے ہیں۔ النُّزْلُ وہ کھانا جو آنے والے مہمان کے لئے تیار کیا جائے طعام مہمانی۔ طعام ضیافت۔

یہاں جہنم کو کافروں کے لئے مہمانی طنزاً کہا گیا ہے اور جگہ قرآن میں ہے فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْدٰی نُزُلًا ۳۲:۱۹ ان کے لئے باغ ہیں بطور مہمانی کے۔

۱۰۳:۱۸ = أَخْسَرَيْنِ أَعْمَالًا - أَخْسَرَيْنِ - اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ بحالت جر۔ أَخْسَرُ کی جمع خُسْرَانٌ وَخَسَارَةٌ مصدر۔ زیادہ نقصان میں رہنے والے۔ زیادہ گھٹا پانے والے۔
أَعْمَالًا منصوب بوجہ تمیز کے۔ بمجاظ عمل۔

۱۰۴:۱۸ = الَّذِينَ اسم موصول برائے أَخْسَرَيْنِ ہے
يُحْسِنُونَ مضارع جمع مذکر غائب احْسَنَ مصدر (افعال) وہ اچھا (کام، عمل) کرتے ہیں
= صُنْعًا - صَنَعَ يَصْنَعُ کا مصدر ہے بمعنی کارگیری۔ اچھا کام کرنا۔ بنانا۔ صُنْعُ کے معنی کام کو عمدگی سے کرنا۔ اس لئے ہر صناع فعل ہو سکتا ہے لیکن ہر فعل صنوع نہیں ہو سکتا۔ اسی سے ہے صَانِعٌ کارگیر۔ مَصْنُوعٌ بنائی ہوئی چیز۔

۱۰۵:۱۸ = حَبِطَتْ وہ اکارت ہو گئے، وہ ضائع ہو گئے۔ وہ مٹ گئے۔ ماضی کا صیغہ واحد نث غائب۔

= لَا تُقِيمُ۔ مضارع منفی جمع متکلم اِقَامَةٌ (افعال) مصدر۔ ہم قائم نہیں کریں گے۔
الاقَامَةُ (افعال) فِي الْمَكَانِ کے معنی کسی جگہ پر ٹھہرنے اور قیام کرنے کے ہیں اور اِقَامَةُ الشَّيْءِ کسی چیز کی اقامت کے معنی اس کا پورا پورا حق ادا کرنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قُلْ يَا هُلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا الشُّرَاةَ وَالْاِنْجِيلَ (۶۸:۵) کہو کہ اے اہل کتاب جب تک تم توراۃ اور انجیل کو قائم نہیں رکھو گے تم کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے یعنی جب تک علم و عمل سے ان کے پورے حقوق ادا نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے یا نمازیوں کی تعریف کی گئی ہے وہاں اِقَامَةُ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ جس میں اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ نماز سے مقصود محض اس کی ظاہری ہیئت کا ادا کرنا نہیں ہے بلکہ اسے جملہ شرائط کے ساتھ ادا کرنا مراد ہے
یہاں لَا تُقِيمُ۔۔۔۔۔ وَزَنَّا کے معنی ہیں کہ ہم اسے کوئی وزن نہیں دیں گے۔ ہمارے ہاں اس کی کوئی قدر وقعت نہ ہوگی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے یا قی ناس ما عمل یوم القیامة ہی عندہم فی العظم کجبال تھامۃ فاذا وزنوها لم تزن شیئاً۔ لوگ قیامت کے دن اپنے ایسے اعمال پیش کریں گے جو ان کے نزدیک تھامہ پہاڑ جتنے عظیم ہوں گے۔ لیکن جب ان کو فرشتے وزن کریں گے تو ان کا کچھ بھی وزن نہ ہوگا۔

۱۰۶:۱۸ = ذٰلِكَ - یعنی ان کے کفر و معاصی کا انجام۔ ان کے اعمال کا اکارت جانا۔
 = جَزَاءُ هُمْ جَعَلْتُمْ - میں جہنم عطف بیان ہے جَزَاءُ هُمْ کا۔ کیونکہ اپنے متبوع بزار کی وصفا کرتا ہے۔

= يَمَّا - ب بدلہ، یا عوض کے لئے آیا ہے اور ما مصدر یہ ہے یات سببیت کا ہے اور ما مصدر یہ۔ یعنی بوجہ اس بات کے کہ انہوں نے (کفر کیا اور میری آیات و رسل کو مذاق بنالیا)
 = هُزُوًا - وہ جس کا مذاق بنایا جائے هُزَاءٌ يَهْزَأُ (فتح و سجع) کا مصدر ہے۔ هُزُؤٌ هُزُؤٌ وَهْزُؤٌ۔ سبب مصدر ہیں مادہ هُزِیَ۔ یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول آیا ہے اور منصوب ہے
 ۱۰۷:۱۸ = جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ - مضاف مضاف الیہ۔ اگرچہ فردوس کے معنی بھی جنت کے ہی لئے جاتے ہیں۔ لیکن یہاں اس کے معنی ایسی وادی جو انگوروں، پھولوں اور دیگر پھلوں سے بھر پور ہو۔ فردوس کے باغات۔
 = نَزْلًا - ملاحظہ ہو ۱۰۲:۱۸۔

۱۰۸:۱۸ = لَا يَبْغُوتَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں چاہیں گے۔ بَغَى مصدر۔
 بَغَى يَبْغِي (ضرب) بَغَى۔

= حَوْلًا اس کا مادہ حول ہے۔ حَالٌ يَحُولُ حَوْلٌ حَوْلٌ (نصر) بمعنی کسی چیز کا متغیر ہونا
 حَوْلٌ يَحُولُ تَحْوِيلٌ (تَفْعِيلٌ) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ تَحَوَّلَ يَتَحَوَّلُ تَحْوَلٌ
 رَتَفَعْلٌ پھرنا۔ یہاں حَوْلٌ بمعنی تَحَوَّلٌ آیا ہے۔ یعنی پھرنا۔ لَا يَبْغُوتَ عَنْهَا حَوْلًا وہاں سے
 وہ مکان بدلنا نہ چاہیں گے۔ حَوْلًا مصدر۔ جگہ بدلنی۔ تبدیلی۔ پلٹنا۔
 حَوْلٌ بمعنی سال۔ حال انسان وغیرہ کی وہ حالت جو نفس، جسم اور مال کے اعتبار سے بدلتی
 ہے، اسی مادہ سے مشتق ہے۔

۱۰۹:۱۸ = مِدَا۟دًا - سیاہی۔ روشنائی۔ مَدَّ يَمُدُّ مَدًّا بازوؤں کو پھیلانا، کسی کی عمر کو دراز کرنا
 حروف کو لمبا کر کے پڑھنا۔ دوات کو روشنائی ڈال کر تیز کرنا۔ اسی سے مَدَّة ہے۔
 = لَنَفِدَ - لَ تاکید کے لئے ہے نَفِدَ يَنْفَدُ (سَمِعَ) نَفَدٌ - نَفَادٌ مصدر۔ ضرور ختم ہو جائیگا۔
 النَّفَادُ ختم ہو جانا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا۟ مَالٌ مِّنْ نَّفَا۟دٍ - (۵۴:۳۸) یہ
 ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

= بِكَلِمَاتٍ - کَلِمَاتٌ جمع۔ کَلِمَةٌ واحد۔ معلومات الہیہ۔ عجائبات قدرت و حکمت، باتیں
 = اَنْ تَنْفَدَ - کہ وہ ختم ہو۔ تمام ہو۔ نَفَدٌ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔
 شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے۔

دقت تمام گشت و پیاں رسید عمر - ماہم چناں در اول وصف تو مانده ایم

= بِمِثْلِهِ - میں ہُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مِدَادُ (روشنائی) کے لئے ہے

= مَدَدًا - بطور امداد کے -

۱۸: ۱۱۰ = يُؤْحَىٰ - مضارع مجہول واحد مذکر غائب (اِفْعَالٌ) مصدر - وحی کی جاتی ہے -

= يَرْجُوْا - مضارع واحد مذکر غائب رَجَاءٌ مصدر (باب نصر) و امید رکھتا ہے وہ امید کرتا ہے -

رَجَاءٌ اس ظن کو کہتے ہیں جس میں مستقبل میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو اگرچہ خوف و وہم کے معنی

میں مستعمل ہے -

= لِقَاءٌ - حاصل مصدر مضاف رَبِّہ (مضاف مضاف الیہ) مضاف الیہ - لِقَى يَلْقَى (سَمِعَ) لِقَاءٌ

لِقَاءٌ ۱ - لِقَايَةُ مصدر - ملاقات کرنا دیدار پانا - آنے سے ملنا آنا اور پالینا - اور کسی چیز کا حس اور بصیرت

ادراک کر لینے کے متعلق بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ الْمَوْتِ

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْا (۱۲۳: ۳) اور تم موت (شہادت) آنے سے پہلے اس کی تمنا کیا کرتے تھے - یا اسی سورۃ

میں آیا ہے لَقَدْ لَقَيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا اَنْصَبًا (۶۲: ۱۸) اس سفر سے ہم کو بہت تھکان ہو گئی ہے -

= فَلْيَعْمَلْ - لِيَعْمَلْ - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب - پس چاہئے کہ وہ عمل کرے - مجزوم بوجہ عمل لام

امر ہے -

= لَا يُشْرِكْ - فعل نہی واحد مذکر غائب - مجزوم بوجہ لام نہی - چاہئے کہ وہ نہ شریک کرے (اپنے

رب کی عبادت میں کسی کو)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

(۱۹) سُورَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ (۹۸)

۱:۱۹ = کَلِمَاتٍ حُرُوفٌ مَقْطَعَاتٌ هِيَ۔ جن کے معنی خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔

۲:۱۹ = ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدًا زَكِرْتَا۔ اس میں ہَذَا (محذوف) مبتدا ہے اور ذِكْرُ رَحْمَةٍ..... ذَكْرَتَا۔ اس کی خبر ہے۔

عَبْدًا مَفْعُولٌ هِيَ رَحْمَةٌ کا اور زَكِرْتَا بدل ہے عَبْدًا کا ترجمہ یوں ہوا۔ یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر فرمائی۔
۳:۱۹ = نَادَى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَادَى يُنَادِي مُنَادَاً (مفاعلة) وَنِدَاءً۔ اس نے پکارا۔ اس نے دعا مانگی۔ نِدَاءٌ پکار۔ دعا۔ آواز ندی مادہ۔

= خَفِيًّا پوشیدہ۔ چھپی ہوئی۔ خَفَاءُ (مصدر) سے جس کے معنی خفیہ اور پوشیدہ ہونے اور چھپنے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ چپکے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مَثَلًا اَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً۔ (۵۵:۶) اپنے پروردگار سے عاجزی اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔
۴:۱۹ = رَبِّ۔ اصل میں يَا رَبِّي تھا۔ حرف نداء دیا، اور مضاف الیہ (ی ضمیر واحد متکلم) کو اختصار کے لئے حذف کیا گیا۔

= وَهَنَ۔ وَهَنَ يَهِنُ (ضرب) وَهْنٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (میری بڑی) کمزور ہو گئی ہے۔

= عَظُمَ۔ بڑی۔ عِظَامٌ ہڈیاں۔ بَرَزَن سَهْمٌ، سِرْهَامٌ۔ وَهَنَ الْعَظْمُ مِتِّي میری بڑی کمزور ہو گئی ہے۔

= اِسْتَعْلَ۔ باب افتعال سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِسْتَعْلَا کے معنی شعلہ بھڑکنے کے ہیں۔ اِسْتَعْلَا۔ اس نے آگ پکڑ لی۔ شعلہ نکلا۔ مجازاً رنگت کے لحاظ سے بڑھاپے کے بالوں

کی سفیدی کو آگ سے تشبیہ دے کر اشتعال کا لفظ استعمال کیا ہے۔

== شَبَّابًا - بڑھاپا۔ بالوں کی سفیدی۔ سر کے سفید ہونے کو شیب کہتے ہیں۔

شَابَ لَشَيْبٍ (ضرب) کا مصدر ہے۔ اِسْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا - میرا سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا ہے۔

== شَقِيًّا - محروم۔ بد بخت۔ شَقَاوَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اَشْقِيَاءُ جمع

== لَمْ أَكُنْ - مضارع نفی جہلیم۔ واحد مکمل۔ اَكُنْ اصل میں اَكُونُ تھا لَمْ کی وجہ سے

ن ساکن ہو گیا۔ اجتماع ساکنین سے حرف علت و ساقط ہو گیا۔ اَكُنْ ہو گیا۔ لَمْ اَكُنْ میں

نہیں ہوا۔ (یعنی میرے ساتھ ایسا نہیں ہوا)

وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا - میرے پروردگار تجھ کو پکار کر میں (کبھی) ناما

نہیں ہوا۔ یعنی میں نے تجھ سے جب ہی دعا مانگی تو نے قبول فرمائی ہے۔

۱۹: ۵ = اَلْمَوَالِي - مولیٰ کی جمع ہے وہ رشتہ دار جو ذوی الفروض ہوں وارثان کے بچے ہوئے

مال کے وارث ہوں۔ چچا کے بیٹے۔ عام وارث۔ عام رشتہ دار۔ جو اپنی اولاد نہ ہونے کے باعث وارث

نہیں۔ اِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي - میں اپنے بھائی کے رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ

رکھتا ہوں (یعنی مجھے ڈر ہے کہ میری اپنی اولاد نہ ہونے کی صورت میں میرے دوسرے رشتہ دار

میرے بعد میرے اس مرکز توحید کی خدمات اور دینی علوم عالی کے فرائض کے بحال لانے میں قاصر

رہیں گے۔ اور اس طرح میری ساری عمر کی محنت کو نقصان پہنچے گا)

== عَاقِرًا - بانجھ۔ عَقَادَةٌ مصدر۔ یہ کانت کی خبر ہے لہذا منصوب ہے۔

== رَضِيًّا - رَضِيَ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بَرَزَنَ فَعِيلٌ بمعنى مَفْعُولٌ - پسندیدہ

ای مَرْضِيًّا عِنْدَكَ قَوْلًا وَفِعْلًا - یعنی قَوْلًا وَفِعْلًا تیرے نزدیک پسندیدہ ہو۔

۱۹: ۷ = سَمِيًّا - ہم نام۔ شَرِيكَالْهٰٓءِ فِي الْاِسْمِ جو نام میں اس کا شریک ہو۔ آیت کے شروع میں

فَاجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهُ وَقَالَ مَقْدِرٌ ہے۔

۱۹: ۸ = اَنِّي يَكُوْنُ - كيف او من اين يَكُوْنُ - کیسے اور کہاں سے۔ کیونکر (میرے ہاں بیٹا

ہو سکتا ہے)

== عِيتًا - عَتَا يَعْتُوْا کا مصدر ہے۔ جوہری کا بیان ہے کہ یہ اصل میں عَتُوْا ہی تھا۔ اس کے

ایک ضمہ کو کسرہ سے بدلا۔ تو واو بھی یا سے بدل گیا۔ اور عِيتًا ہو گیا۔ پھر ایک کسرہ کے ساتھ دوسرا

کسرہ بھی لگا دیا گیا۔ تاکہ اس تبدیلی کی مزید تاکید ہو جائے اس طرح عِيتًا ہو گیا۔ عَتُوْا کا معنی ہے کشی

نافرمانی - اطاعت اگر طہانا - بیکر کرنا - حد سے بڑھ جانا - حکم عدولی کرنا۔

قرآن مجید میں ہے فَعَتَوَاعَنَ اَمْرًا بَہْمًا (۲۴:۵۱) تو انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔ دوسری جگہ ہے بَلْ لَّجَّوْا فِی عُتُوٍّ وَ نُفُورٍ (۲۱:۶۴) لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہاں عِتِيًّا سے کمال پیری مراد ہے۔ جب آدمی کے اعضاء قابو میں نہیں ہوتے اور وہ اپنی مرضی سے ان سے کام نہیں لے سکتا۔ وَقَدْ بَلَغَتْ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔ اور میں بڑھاپے کی اس منزل تک پہنچ گیا ہوں جہاں آدمی کے اعضاء بھی اس کو جواب دیتے ہیں۔

۹:۱۹ = قَالَ كَذٰلِكَ - کہا یوں ہی ہوگا۔ یا ایسے ہی ہوگا۔ یعنی باوجود تمہاری پیرائے سال کی اور باوجود تمہاری زوجہ کے عاقر ہونے کے تمہیں لڑکے کی بشارت ہے۔

= هٰیٓتُنَّ - آسان ہونے (نصر) سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۱۰:۱۰ = اٰیۃٌ - کوئی ایسی نشانی کہ جس سے معلوم ہو کہ میری التجار منظور ہو گئی ہے تاکہ اس کا شکریہ ادا کروں۔ علامۃ علی تحقق المستول لا شکر (۱) نشانی کہ جس سے میں سمجھ جاؤں کہ اب ظہورِ وعدہ کا وقت آ پہنچا اور میں بالکل مطمئن ہو جاؤں کہ تیرے فرشتے نے جو بشارت مجھے پہنچائی ہے وہ تیری ہی طرف سے ہے۔ ضیاء القرآن

= اَلَا تَكْلِمَ النَّاسَ - اے اِن لَآ - لَا تَكْلِمَ - مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ تو کلام نہیں کر سکیگا۔

= سَوِيًّا - مہلا چنگا۔ جو مقدار اور کیفیت دونوں حیثیت سے افراط و تفریط سے محفوظ ہو۔

رست - تندرست - صحیح - سالم - غیر ناقص - رَجُلٌ سَوِيٌّ - وہ مرد جو اپنی خلقت میں ہر عیب - نقص، افراط و تفریط سے پاک ہو۔ سَوِيًّا حال ہے اور تَكْلِمُ کا فاعل اس کا ذوالحال ہے۔

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ سَوِيًّا کا تعلق ثَلَاثَ لَيَالٍ سے ہے۔ یعنی تین کمال راتیں

فَائِدَةٌ

آیت نمبر ۴ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ہے اور قَالَ سے مراد قَالَ زَكَرِيَّا ہے۔ آیت نمبر ۵ میں یٰۤاٰیُّہٗ زَكَرِيَّا سے لے کر مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا تک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس نے حضرت زکریا کو دعا کے جواب میں۔ اس سے قبل فاجاب اللہ دعاءہ وقال مقدر ہے۔

آیت نمبر ۹ میں۔ قَالَ كَذٰلِكَ میں قَالَ کی ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اور یہ کلام بلا واسطہ نزلت زکریا سے نہیں بلکہ بواسطہ فرشتہ بشارت آرنده ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بواسطہ فرشتہ کے ارشاد

فرمایا۔ ایسا ہی ہوگا۔ اور اگلی عبارت قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلٰی هٰتٰی وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا۔ بھی ارشاد ربانی کا حصہ ہی ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا۔ ارشاد ہوا: ایسا ہی ہوگا۔ تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے آسان ہے اور اس سے پیشتر میں نے ہی تو تم کو پیدا کیا تھا درآغالیکہ تم تو کچھ بھی نہ تھے اسی طرح آیت نمبر ۱۸ قَالَ اٰیَتُكَ..... سَوِّیَا۔ میں قَالَ کی ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یہ جواب بھی فرشتہ بشارت کے واسطے سے حضرت زکریا علیہ السلام کو دیا گیا۔

۱۱:۱۹ = خَرَجَ عَلٰی قَوْمِهِ۔ اپنی قوم کی طرف نکل آیا۔

= الْمِحْرَاب۔ اسم مفرد مَحَارِبُ جمع۔ کمرہ۔ بالاخانہ۔ کوٹھڑی

= اَوْحٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَوْحٰی یُوحِی اِیْحَاءُ۔ (افعال) اس نے وحی بھیجی۔ اس نے حکم دیا۔ اس نے اشارہ سے کہا ان کو

= اَنْ سَبِّحُوْا۔ سَبِّحُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ کہ تم تسبیح پڑھو۔ تم پاکی بیان کرو۔ تم عبادت کرو = مُکْرُوْۤا۔ دن کا اول حصہ۔ صبح۔

= عَشِیَّآ۔ شام۔ امام راعب نے اس کے معنی زوال سے لے کر صبح تک کے لکھے ہیں۔

۱۲:۱۹ = الْحُكْمَ۔ حکمت، دانائی۔ فراست، عقل و فہم۔

= صَبِيًّا۔ بچہ۔ لڑکا۔ وہ بچہ جو بلوغ کو نہ پہنچا ہو۔ صَبَا۔ یَصْبُوْا صَبُوْۤا صَبَاً۔

مصدر۔ بچپن کی طرف مائل ہونا۔ بچوں کی خصلت والا۔ صَبِيٌّ بَرُوْرٌ فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع صَبِیَّانٌ۔ صَبِیَّۃٌ ہے۔

۱۳:۱۹ = حَنَانًا۔ حَنٌّ یَحْنُ (ضَرْبٌ) کا مصدر ہے۔ رحمت۔ شفقت۔ مہربانی۔ اس کا عطف الْحُكْمَ پر ہے اور نون تَفْخِیْمٌ (تَعْظِیْمٌ و تَکْرِیْمٌ) کے لئے ہے۔

= رُکُوۡۤا۔ ستھرائی۔ پاکیزگی۔ اس کا عطف بھی الْحُكْمَ پر ہے۔ یعنی ہم نے اس کو دانائی نرم دلی۔ اور پاکیزگی بچپن میں ہی عطا فرمادی۔

= تَقِیًّا۔ پرہیزگار۔ متقی۔ وَقَايَۃٌ مصدر ماقی مادہ۔ وَقَايَۃٌ کے معنی ہر اس چیز سے حفاظت کرنا۔ جو ایذا دے یا ضرر پہنچائے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۱۴:۱۹ = بَرًّا۔ اَلْبَرُّ۔ یہ بَجْرٌ کی ضد ہے اور اس کے معنی خشکی کے ہیں۔ پھر معنی کی وسعت کے اعتبار سے اس سے اَلْبَرُّ کا لفظ مشتق کیا گیا۔ جس کے معنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنے کے ہیں۔ اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے اِنَّہٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ (۲۸:۵۲) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔ اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّہٗ نے

اپنے رب کی خوب اطاعت کی۔

الْبَرُّ - (نیکی) دو قسم پر ہے۔ اعتقادی اور عملی۔ اور آیت کریمہ لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا
وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط
وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ الخ (۱۷۷:۲) نیکی یہ نہیں کہ
تم اپنا منہ مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف کرو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن
اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اس کی محبت میں مال صرف کرے۔۔۔ الخ
اس میں دونوں قسم کی نیکی کا بیان ہے۔

بِرُّ الْوَالِدَيْنِ - کے معنی ہیں ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ اور احسان کرنا۔
بِرُّ آبِوَالِدَيْهِ - اپنے والدین کے ساتھ نہایت اچھا سلوک اور احسان کرنے والا۔
بِرًّا صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کا عطف کَانَ کی خبر تَقِيًّا پر ہے۔ اور بدیں وجہ منصوب
= جَبَّارًا عَصِيًّا۔ جَبَّارٌ - سرکش۔ زبردست دباؤ والا۔ انسانوں میں جبار وہ شخص ہے جو
اپنے نقص کو علوم و تربت کے ادعا سے پورا کرنا چاہے۔ جس کا وہ مستحق نہیں۔ اس معنی میں جبار کا استعمال
بطور مذمت ہوتا ہے۔ اور صفت باری تعالیٰ میں جو وصف جبار مذکور ہے اس کا مطلب یہ
ہے کہ وہ اپنے ارادہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں قادر مطلق ہے۔

جَبَّارٌ - مبالغہ کا صیغہ ہے۔ عَصِيًّا - بڑا نافرمان۔ بہت بے حکم
مَعْصِيَةٌ اور عَصِيَانٌ سے بروزن فَعِيلٌ یا مَفْعُولٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ صاحب البحر المحیط
رقطراز ہیں عَصِيًّا کے معنی ہیں کثیر العصیان عاصی کے ہیں۔ یعنی ایسا نافرمان جو بڑی نافرمانی کرے۔ یہ
اصل میں عَصَوِيٌّ تھا۔ بروزن فَعُولٌ جو مبالغہ کے لئے ہے۔

اور اس کا احتمال بھی ہے کہ بروزن فَعِيلٌ ہو اور یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے
علامہ قرطبیؒ نے امام کسائی سے نقل کیا ہے کہ عَصِيٌّ اور عَاصٍ دونوں کے معنی ایک
ہیں۔ اس صورت میں یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہوگا۔

جَبَّارًا وَّعَصِيًّا ہر دو بوجہ خبر کے منصوب ہیں۔

۱۶:۱۹ = وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْكَبَ - یہاں سے خطاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
ہے اِی اَقْرَأْ عَلَيْهِمْ یا محمد فی القرآن قصۃ مریم۔ ان کو پڑھ کر سنائیے قصہ حضرت مریم
کا۔ جو اس کتاب میں مذکور ہے۔ الْكِتَابِ سے مراد یا قرآن ہے یا سورۃ ہذا۔

= اِنْتَبَذَتْ - اِنْتَبَذَ (مصدر سے) ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

اِعْتَزَلْتُ - یک سو ہوئی - ایک طرف ہو گئی - تَخَلَّتْ تَحْلِيَةً میں ہو گئی - ہذا ہو گئی - نَبَذَ مَادَةً - اَلنَّبَذُ کے معنی اصل میں کسی چیز کو درخور اعتدال نہ سمجھتے ہوئے پھینک دینے کے ہیں - جیسے فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ - (۱۷: ۳) تو انہوں نے (نا قابل التفات سمجھ کر) اسے پس پشت پھینک دیا -
 = مَكَانًا شَرْقِيًّا - منصوب بوجہ اسم ظرف
 ۱۷: ۱۹ = فَاتَّخَذَتْ حِجَابًا - پردہ کر لیا -
 = مِنْ دُونِهِمْ - ای من دون اہلہا - اہل خانہ کی طرف سے پردہ کر لیا -

= رُوحَنَا - جبریل علیہ السلام -
 = فَتَمَثَّلَ - تَمَثَّلَ يَتَمَثَّلُ تَمَثُّلٌ (تَفَعُّلٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب کسی دوسری چیز کی صورت پکڑنے کو تمثیل کہتے ہیں - اس معنی میں جب تمثیل کا استعمال ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ لام سے ہوتا ہے - تَمَثَّلَ لَهَا - وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے بَشَرًا سَوِيًّا چمکا بھلا تندرست انسان بن کر - نیز ملاحظہ ہو (۱۰: ۱۹) مذکورہ بالا -

۱۹: ۱۹ = لَا هَبَ - اَهَبَ - مضارع واحد اَهَبَ - مضارع واحد متکلم - منصوب بوجہ لام عاقبت - (یعنی انجام کار ظاہر کرنے کے لئے) وَهَبَ يَهَبُ (فتح) وَهَبْتُ جس کے معنی دینے اور بخشنے کے ہیں - لَا هَبَ لَكَ تاکہ میں دے جاؤں -

۲۰: ۱۹ = لَمْ يَمْسَسْنِي - مضارع نفی جہد بلیم - لَمْ يَمْسَسْ - مضارع نفی جہد بلیم واحد مذکر غائب - ن وقایہ - سی ضمیر واحد متکلم - مجھے چھوا نہیں - مجھے ہاتھ نہیں لگایا - مجھ سے قربت نہیں کی - مَسَّ مصدر باب فتح -

= لَمْ أَكُ - مضارع نفی جہد بلیم - واحد متکلم - أَكُ اصل میں اُكُونُ تھا - لَمْ کے عمل سے نون ساکن ہو گیا - اجتماع ساکنین سے واؤ حرف علت گر گیا - اُكُنْ رہ گیا - ن کو اختصاراً ساقط کر دیا گیا اُكُ رہ گیا -

= بَغِيًّا - بدکار - بَغْيٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ - بَغْيٌ میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش کرنے کو بَغْيٌ کہتے ہیں -

۲۱: ۱۹ = قَالَ - ای قَالَ الْجَبْرِيلُ -

= كَذَلِكَ - یہ یوں ہی ہوگا - یعنی باوجود اس امر کے کہ تجھے کسی بشر نے نہیں چھوا تیرے بچہ ہوگا - نیز ملاحظہ ہو ۹: ۱۹ -

= لِنَجْعَلَهُ - لام تعلیل کا ہے - نَجْعَلُ مضارع منصوب جمع متکلم - نصب بوجہ عمل اَنْ مَقْدُرُ

ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ تاکہ ہم بنادیں اس کو را، لوگوں کے لئے ایک نشانی بوجہ خارق عادت پیدائش کے اور (۲) ہماری طرف سے سراپا رحمت اسرائیل کی بھٹکی ہوئی قوم کے لئے۔

= وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ اور یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا بچہ پیدا کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے اور اب یہ ہو کر رہیگا۔ اس میں تردد کرنے کی ضرورت نہیں

۲۲:۱۹ = فَحَمَلَتْهُ۔ پس اس نے اس کو اٹھایا۔ اس کو پیٹ میں رکھا۔ حَمَلَتْ حَمْلًا ہے۔ جس کا معنی پیٹ کا بچہ۔ حَمْلٌ (أَحْمَالٌ) جمع ہے۔ ماضی واحد مَوْنَتْ غائب ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع پیٹ کا بچہ ہے۔

= اِنْتَبَذَتْ۔ ملاحظہ ہو ۱۹: ۱۶۔ اِنْتَبَذَتْ یہ۔ اس کو لے کر ایک طرف الگ ہو گئی۔ قَصِيًّا۔ الْقَصِيُّ کے معنی بعید۔ دُور کے ہیں۔ اس کی جمع اقْصَاءُ ہے۔ مَوْنَتْ قَصِيَّةٌ ہے اس کی جمع قَصَايَا ہے قَصُوْ مَادہ۔ قَصَا يَقْصُوْا (نَصْر) قَصُوْ قَصُوْ وَقَصَاءُ مصدر مَكَانًا قَصِيًّا۔ دور جگہ۔

۲۳: ۱۹ = فَاجَاءَ هَا۔ پس وہ لے آیا اس کو۔ اَجَاءَ ماضی واحد مذکر غائب ہا ضمیر مفعول واحد مَوْنَتْ غائب۔ اِجَاءَ تُو سے جس کے معنی لانے اور آنے پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ج۔ سی۔ مادہ = اَلْمَخَاضُ۔ مَخِضٌ يَمْخِضُ مَخَاضٌ وَمَخَاضٌ۔ حاملہ کا درد زہ میں مبتلا ہونا۔ اَلْمَخَاضُ۔ درد زہ۔

= جَذْعٌ۔ تنہا۔ ٹہنا۔ شاخ۔ جَذُوْعٌ جمع شاخیں۔
= مِثٌّ۔ ماضی واحد متکلم مَوْتٌ مصدر۔ میں مر گئی ہوتی۔ یہ ابواب ضرب، سمع، نصر
ہر میں مستعمل ہے۔

مِثٌّ۔ یا تو باب ضرب سے ہے ای مَاتَ يَمِيتُ جیسے جَاءَ يَجِيئُ یا باب سمع سے ہے مَاتَ يَمَاتُ جیسے خَافَ يَخَافُ۔ موت۔ ابون واوی ہے۔ ابون میں جو آؤ اور می متحرک ہو اور ماقبل اس کا مفتوح ہو تو وہ وآ۔ می۔ الف سے بدل جائے گی یعنی خَوْفٌ خَافَ ہو جائیگا اور مَوْتٌ مَاتَ ہو جائے گا اور مَوْتٌ مَاتَ۔ پھر چھٹے صیغے سے لے کر آخر تک۔ عین کلمہ گر کر ف کلمہ ابواب ضرب و سمع میں مکسور ہو جائے گا۔ یعنی خَوْفُنْ خِيفُنْ بن جائے گا۔ اور مَوْتُنْ مِيتُنْ ہو جائے گا۔ اور مَوْتُنْ مِيتٌ ہو جائے گا۔ اگر اس کا استعمال باب نصر سے ہے تو قرأت مِيتٌ ہوگی۔ جیسا کہ ابن کثیر۔ ابو عمرو۔ ابن عامر۔ ابوبکر یعقوب کا قول ہے

= يَلِيَّتَنِي - یا حرف نداء ہے کیئت حرف طع یا تنابہ یعنی گزشتہ کوتاہی پر اظہار تأسف کے لئے آتا ہے۔ یہ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ نی اسم۔
يَلِيَّتَنِي هِيَ قَبْلَ هَذَا - اے کاش میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے لِيَّتَنِي لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ط (۲۵: ۲۸) کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اور وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلِيَّتَنِي كُنْتُ سُورَابًا (۴۸: ۲۰) اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوتا۔

= نَسِيًا - اسم۔ بھولی ہوئی۔ ایسی متروک یا حقیر شے جس کو نہ کوئی پہچانے نہ یاد کرے۔
نِسِي يَنْسِي نَسِيَانٌ سے۔

= مَنَسِيًا - اسم مفعول واحد مذکر۔ بھولی بسری۔ فراموش کردہ۔
كُنْتُ نَسِيًا مَنَسِيًا - میں نَسِيَا کے معنی ہیں کہ میں اس حقیر چیز کے بمنزلہ ہوتی جس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔ اگرچہ وہ بھولی ہوئی نہ ہو۔ پھر بھولی بسری چیز کے معنی کو ظاہر کرنے کے لئے مَنَسِيًا کا لفظ لایا گیا۔

۱۹: ۲۴ = نَادَاهَا - اس (فرشتہ جبریل علیہ السلام) نے اس (حضرت مریم علیہا السلام) کو پکارا
= مِنْ تَحْتِهَا - ای من مکان اسفل مِنْهَا - یعنی جہاں وہ تھیں اس مقام کی پائیں سے
= اَنْ لَا تَحْزَنِي - فعل نہی واحد مؤنث حاضر۔ کہ تو غم مت کھا۔ حُزْنٌ - غم۔ رنج
= سَرِيًّا - ایک چشمہ۔ اس کی جمع اسْرِيَّةٌ اور سُرْيَانٌ ہے بعض نے اس کے معنی جَدُوْل (چھوٹی نہر) کے لئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اہل لغت کا یہی قول ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تفسیر چھوٹی نہر سے کی ہے۔ جو نخلستان کی طرف رواں ہو۔
اس صورت میں یہ سَرِيٌّ (لام کلمہ سی) سے ہے۔ بعض کے نزدیک یہ سَرُوٌّ (لام کلمہ داو) سے ہے۔ اور سَرُوٌّ بمعنی رفعت کے ہے۔ جس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یعنی تیرے رب نے تیرے سے ایک رفیع الشان بلند مرتبت لڑکا پیدا کرنے والا ہے

۱۹: ۲۵ = هُزِّي - فعل امر۔ واحد مؤنث حاضر۔ هَزٌّ مصدر۔ تو ہلا۔ باب نصر سے ہے۔
بنفہ وبالباد متدی ہے۔ ہلانا۔ هَزَّكَ وَهَزَّبَهُ اس کو ہلایا۔

= جَذْعُ النَّخْلَةِ - مضاف مضاف الیہ۔ کھجور کا تنہ۔

= تَسْقِطُ - مضارع واحد مؤنث غائب مجزوم بوجہ جواب امر۔ وہ گرائے گی۔ وہ ڈالیگی
مَسَاقِطَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے جس کے معنی گرانے کے ہیں۔ ضمیر مؤنث فُخِّلَتْ کے لئے ہے

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَاسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ (۱۸۷:۲۶) تو ہم پر ایک ٹکڑا آسمان سے گرا لاؤ۔

= رُطَبًا - تازہ خرما - تازہ کھجوریں - پکی ہوئی کھجوریں - جمع - رُطْبَةٌ واحد - رِطَابٌ وَ اَرُطَابٌ - جمع الجمع۔

= جَحْنِيًّا - تازہ چنا ہوا میوہ - بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے - جَحْنِيٌّ تازہ پھل جو مال ہی میں توڑا گیا ہو - جَحْنِيٌّ مصدر۔

۲۶:۱۹ = كَلَىٰ اِشْرَیْ - قَرَّیْ - (کھا - پی اور ٹھنڈا کر) میں کھانے پینے کا حکم بظاہر اباحت کے لئے ہے - قَرَّیْ قُرَّ سے ہے - جس کے معنی خشکی کے ہیں - قَرَّیْقُرٌ (ضرب) قُرٌّ بمعنی سردی - سردی چونکہ سکون کو چاہتی ہے جیسا کہ اس کے برعکس حَرٌّ (گرمی) حرکت کو چاہتی ہے - اس لئے قَرَّیْ مَكَانِهِ کے معنی کسی جگہ جم کر ٹھہر جانا کے ہیں۔

= فَاَمَّا - پس اگر

= تَرَّیْنِ - مضارع واحد مَوْنٌ حاضر بانون ثقیلہ - رُؤِیَۃٌ مصدر - (پس اگر) تو دیکھے

= نَذَرْتُ - ماضی واحد نَذَرْتُ مصدر (نَذَرْتُ وَ نَذَرْتُ) میں نے نذر مانی میں نے منت مانی۔

= فَقَوْلِیْ - یعنی تو اشارہ سے کہہ دینا - کیونکہ اگلا جملہ فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ النَّسِیَّ (آج میں کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی) اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو روزہ حضرت مریم نے نذر کے طور پر رکھا تھا - اس میں بولنا منع تھا - یا درہے کہ بنی اسرائیل میں چپکے روزہ رکھنے کا طریقہ رائج تھا۔

۲۷:۱۹ = اَتَتْ بِہِمْ - بَ تعذیر کے لئے بھی ہو سکتی ہے بمعنی وہ اُسے لے آئی - یَا بَ صاحبِیت کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ اس کو ساتھ لائی۔

= تَحْمِلُہَا - ضمیر مریم سے حال ہے (درآں حالی کہ وہ اُسے گود میں اٹھائے ہوئے تھی)

= فَرِیًّا - گھڑی ہوئی - بناوٹی - من گھڑت - عظیم (جوہری) عجیب - حیران کن - (راغب)

بہت قبیح فعل (ابن حیان) ہر بڑا کام خواہ وہ بُرا ہو یا اچھا - قول ہو یا فعل (رُوح المعانی)

۲۸:۱۹ = یَاخْتِ هَارُوْنَ - اے ہارون کی بہن - اُخْتُ بوجہ منادی مضاف ہونے کے منصوب ہے - اور هَارُوْنَ کا نصب بوجہ اس کے غیر منصوب ہونے کے ہے۔

یہاں هَارُوْنَ سے مراد حضرت ہارون بناد حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں ہے کیونکہ اُن کا

زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے۔

علماء کے نزدیک یا تو یہ نام حضرت مریم کے بھائی کا تھا۔ یا اسے حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف نسبت دینے کے لئے استعمال ہوا ہے کیونکہ اہل عرب جب قبیلہ کے کسی فرد کو قبیلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو آخر کا لفظ استعمال کرتے ہیں مثلاً **يَا اَخَا مُضَرَ** (اے قبیلہ مضر کے آدمی) **يَا اُخْتَ هَارُونَ** (اے حضرت ہارون کے خاندان کی لڑکی)۔

۱۹: ۲۰ = اِمْرًا سَوِيًّا - بدکار آدمی - سَوِيًّا بُرَا ہونا - سَاءَ يَسُوُّ کا مصدر - عَمَلٌ سَوِيٌّ قبیح فعل - رَجُلٌ سَوِيٌّ - برا آدمی - بد فعل - بدکار -
۱۹: ۲۰ = بَغِيًّا - بدکار - زانی - (ملاحظہ ہو ۱۹: ۲۰)

۱۹: ۲۹ = اَلْمَهْدِ - گہوارہ جو بچے کے لئے تیار کیا جاوے - فِي الْمَهْدِ گہوارہ میں ہونا
 کا مطلب ہے - شیرخوارگی کا زمانہ - جب بچہ ماں کی گود میں ہوتا ہے۔
اَلْمَهْدُ وَالْمِهَادُ - ہموار اور درست کی ہوئی زمین کو بھی کہتے ہیں - قرآن میں ہے -
الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا ۙ (۵۳: ۲۰) وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین
کو فرش بنایا - اور اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَادًا (۷: ۷۸) کیا ہم نے زمین کو بچھونا
نہیں بنایا۔

مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا - جو ابھی ماں کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہے۔
۱۹: ۲۰ = اَتْتَنِي - اس نے مجھ کو دی - اَتَى ماضی واحد مذکر غائب (باب افعال) ن
وقایہ می متکلم کی - ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔
۱۹: ۳۱ = مَا دُمْتُ - فعل ناقص - واحد متکلم - مَا دُمْتُ حَيًّا - جب تک میں زندہ
رہوں - حَيًّا بوجہ خبر کے منصوب ہے۔

۱۹: ۳۲ = بَرًّا بِوَالِدَيْهِ - دیکھیں ۱۹: ۱۴ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ -
جَبَّارًا - ملاحظہ ہو ۱۹: ۱۴ -

۱۹: ۳۳ = شَقِيًّا - صفت مشبہ کا صیغہ ہے بد بخت - محروم - شَقَاوَةٌ سے بد بختی - سَعَادَةٌ
کی ضد ہے - شَقِيَ يَشْقَى (سَمِعَ) شَقْوَةٌ وَشَقَاوَةٌ مصدر - اور جبکہ
قرآن مجید میں ہے غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا (۱۰۶: ۲۳) ہم پر ہماری کم بختی غالب ہو گئی
۱۹: ۳۳ = اَلْبُعْثُ - مضارع مجہول واحد متکلم - بَعَثْتُ مصدر - مجھے اٹھایا جائے گا۔
۱۹: ۳۴ = ذٰلِكَ - اسم اشارہ - جس کا مشارک الیہ وہ ذات ہے جس کی اوصاف جلیلہ

اوپر مذکور ہوئی ہیں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یہ مبتدا ہے اور عیسیٰ خبر اول۔ اور ابنِ مَرْكَبٌ خبر ثانی۔ یا بدل ہے یا عطف بیان۔ یعنی یہ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ان صفات سے متصف ہیں نہ کہ وہ ایسے ہیں جیسے کہ نصاریٰ انہیں بیان کرتے ہیں۔ کہ ان کو ابن اللہ کہتے ہیں۔

= قَوْلَ الْحَقِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ قول سے مراد کلمۃ اور الحق سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔ اسی کَلِمَةُ اللّٰهِ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُن سے بغیر باپ کے وجود میں آئے، قَوْلَ بوجہ عیسیٰ سے حال کے منصوب ہے۔

یا قول مصدر ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے اور یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے اسی واقول قول الحق۔ اس صورت میں ذَلِکَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْکَبٌ جملہ معترضہ ہوگا۔
= یَمْتَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (مُتَرَاءٍ) مصدر۔ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ شک کرتے ہیں۔

۱۹: ۳۵ = مَا كَانَ لِلّٰهِ۔ اللہ کی یہ شان نہیں ہے۔

= قَضٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضَاءٌ مصدر۔ صلات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔ بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم دینا وغیرہ یہاں بمعنی وہ فیصلہ کر لیتا ہے (ماضی بمعنی حال)

۱۹: ۳۴ = الْاَحْزَابُ۔ گروہ، ٹولیاں۔ جماعتیں۔ حِزْبٌ کی جمع۔
= مِنْ اَبْنِهِمْ۔ آپس میں۔

= وَ یُلٰی۔ ہلاکت۔ عذاب۔ دوزخ کی ایک وادی۔ عذاب کی شدت۔ صمعی نے کہا ہے کہ وُلٰی برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ حسرت کے موقع پر وُلٰی۔ تحقیر کے موقع پر وُلٰی اور تَرَحُّمٌ کے موقع پر وِیْح کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً یَوْلِنَا مَنْ بَعَثْنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۵۲: ۳۶) واحسرتا ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا اٹھایا۔ آیہ ہذا میں ہلاکت و عذاب کے معنوں میں آیا ہے۔

= مَشْهَدٌ۔ یہ مصدر مہمی ہے بمعنی شہود۔ حاضر ہونا۔ موجود ہونا۔ (باب کرم، سمع) اسم ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے۔ لوگوں کے حاضر ہونے کی جگہ۔ اور اسم ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے۔ حاضری کا وقت۔

= یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ موصوف صفت ملکہ مضاف الیہ۔ مَشْهَدٌ مضاف۔ یوم عظیم سے مراد یوم قیامت ہے۔ آج بوجہ طوالت کے بھی یوم عظیم ہوگا۔ اور بوجہ شدت و ہول بھی عظیم ہوگا

مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ یعنی (اس) بڑے دن کی حاضری سے۔

۳۸:۱۹ = اَسْمِعْ بِهِمْ وَالْبَصُرَ (بہم) افعال تعجب ہیں یعنی مَا اَسْمَعَهُمْ وَمَا اَبْصَرَهُمْ۔ کیا ہی خوب سننے والے ہوں گے وہ اور کیا ہی خوب دیکھنے والے۔ یعنی اس روز ان کی قوت شنوائی اور قوت بینائی بدرجہ اتم ہوگی۔ جیسا کہ سورۃ ق میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ فَلَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔ (۲۲:۵۰) سو ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔

= يَوْمَ يَأْتُونَنَا۔ جس روز وہ ہمارے پاس آئیں گے۔

= الْيَوْمَ۔ آج کے دن۔ آج (یعنی یہاں اس دنیا میں آج یہ غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لائے)۔

۳۹:۱۹ = يَوْمَ الْحُسْرَى۔ ای یوم القیامت۔ الحسرة مصدر ہے جس کے معنی ہیں غم۔ یا جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس پر پشیمان اور نادام ہونا۔ اَلْحُسْرُ۔ (نصر۔ ضروب) کے معنی کسی چیز کو ننگا کرنے اور اس سے پردہ اٹھانے کے ہیں۔ جیسے حَسَرْتُ عَنْ الدَّرْعِ میں نے آستین چڑھائی۔ اسی سے حَسِيرٌ بمعنی حَاسِرٌ ٹھکل ہوئی۔ در ماندہ۔ اس تصور کے پیش نظر کہ اس نے اپنے قویٰ کو ننگا کر دیا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے يَنْقَلِبُ اِلَيْكَ الْبَصَرُ وَهُوَ حَسِيرٌ۔ (۴:۶۴) نظر (ہر بار) تیری طرف ناکام اور ٹھک کر لوٹ آئے گی۔

= اَنْذَرُهُمْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو ڈرا

= اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ۔ جب ہر بات کا اخیر فیصلہ کر دیا جائیگا۔ یعنی جب جنت اور دوزخ

دونوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اہل جنت اور اہل دوزخ کو خلود کا حکم سن کر موت کو ان کے سامنے فوج کر دیا جائے گا۔

اِذْ يَأْتِيُوْكَ اَبْدُلُہٗ یَا الْحُسْرَۃ سے متعلق ہے۔ اور اس کا ظرف ہے۔

وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ رَّهْمٌ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ یہ دونوں جملے یا تو اَنْذَرُهُمْ کے حال ہیں

یعنی آپ انہیں ڈرائیے جب کہ ان کی حالت یہ ہے کہ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں اور ایمان نہیں

لا ہے۔ یا ان دونوں جہلوں کا عطف فی ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ پر ہے اور اَنْذَرُهُمْ... الْاَمْرُ

جملہ معترضہ ہے۔

۴۱:۱۹ = وَاِذْ کُرُ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اور تو ذکر کر (اپنی قوم سے) یعنی اہل مکہ سے

= فِی الْکِتٰبِ۔ اِی فِی الْقُرْاٰنِ

= اِبْرَاهِيْمَ اى قصہ ابراہیم مع ابيہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ان کے باپ کے ساتھ۔

= صِدِّيقًا۔ بہت سچا۔ جو کبھی جھوٹ نہ بولے۔ صِدُقٌ سے بروزن فَعِيلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ منصوب بوجہ خبر کان۔

۱۹: ۴۲ = يٰۤاَبَتِ۔ یا حرفِ ندا۔ اَبَتِ اصل میں اَبِیُّ تھا۔ تاکو یاء کے عوض لایا گیا۔ اور اَب بوجہ منادی مضاف منصوب ہوا۔

۱۹: ۴۳ = اِهْدِكَ۔ مضارع واحد متکلم هِدَايَةُ مصدر ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر اِهْدِ اصل میں اِهْدِی تھا ماضی کو حذف کیا گیا ہے۔

= صِرَاطًا سَوِيًّا۔ اى صراطًا مُسْتَقِيْمًا۔ سیدھا راستہ۔ (میں تجھے سیدھا راستہ بتاؤں گا۔

۱۹: ۴۵ = يَمْسَكَ۔ مَسَّ يَمَسُّ سے مضارع واحد مذکر غائب (منصوب بوجہ عمل اَنْتَ) ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کہ تجھے لگ جائے۔ یا تجھے پہنچے۔ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا۔ تو تو بن جائے شیطان کا ساتھی۔

۱۹: ۴۶ = اَرَاغِبْ اَنْتَ۔ الف استفہامیہ۔ رَاغِبٌ اسم فاعل رَغِبَ فِيْهِ وَرَغِبَ اِلَيْهِ کے معنی کسی چیز پر رغبت اور حرص کرنے کے ہیں۔ جیسے اِنَّا اِلٰى اللّٰهِ رَاغِبُونَ (۵۹: ۹) ہم تو اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔ ہم تو اللہ سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ اور اِغْرَعْنِ کے ساتھ آئے تو بے رغبتی کے معنی دیتا ہے مثلاً وَمَنْ يَّرْغَبْ

عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ (۱۳۰: ۲) اور کون ہے جو حضرت ابراہیم کے طریقے انحراف کرے اَرَاغِبْ اَنْتَ عَنْ ۱۱ الْهَيْتِ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ۔ اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے۔ یا پھرنے والا ہے۔ برگشتہ ہے۔

= لَمْ تَنْتَهِ۔ مضارع نفی جہد لَمْ۔ تَنْتَهِ اصل میں تَنْتَهِی تھا لَمْ کے آنے سے ماضی حرف علت گر گیا۔ تو باز نہ آیا۔ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ اگر تو باز نہ آیا۔

= لَا رُجْمَ لَكَ۔ لام تاکید اَرْجَمْتُ مضارع واحد متکلم۔ بانون ثقیلہ۔ ك ضمیر مفعول واحد مذکر۔ تو میں تجھے ضرور سنگسار کر دوں گا۔

= اُھْجُرْنِیْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر باب نصر۔ ن وقایہ می ضمیر واحد متکلم۔ تو میرے پاس سے دور ہو جا۔ تو مجھے چھوڑ جا۔

= مَلِيًّا - اسم منصوب - زمانہ دراز - مَلُوْ مَادَه - اَلَا مَلَدٌ کے معنی ڈھیل دینے کے ہیں۔ اسی سے مَلَاوَةٌ مِنَ الدَّهْرِ یا مَلِيٌّ مِنَ الدَّهْرِ کا محاورہ ہے جس کے معنی عرصہ دراز کے ہیں۔ وَ اِهْجُرْنِي مَلِيًّا اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جا اپنی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں آیہ لَشَيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ (۲۵: ۲۵) -

شیطان نے یہ کام ان کو فرما کر دکھایا اور انہیں طول (عمر کا وعدہ) دیا

= سَأَسْتَغْفِرُكَ - میں تیرے لئے مغفرت کی دعا کروں گا - صیغہ واحد متکلم

= حَفِيًّا - حَفِيٌّ - بحث کرنے والا - متلاشی - کسی چیز سے پورے طور پر باخبر - بڑا مہربان

حَفَاوَةٌ مصدر - تلاش کے ساتھ کسی کا حال پوچھنا - مہربان ہونا - صفت مشبہہ کا صیغہ ہے

اور جگہ قرآن میں آیا ہے يَسْأَلُونَكَ كَا تَأْتِيكَ حَفِيٌّ عَنْهَا - (۱۸۴: ۷) وہ تم سے

یوں پوچھتے ہیں گویا تم تاریخ وقوع سے واقف ہو۔ یا تم اس کی خوب تحقیق کر چکے ہو۔ حَفِيٌّ عَنِ الشَّيْءِ - کے معنی ہیں اس نے اس چیز کے متعلق سوال کیا۔ چونکہ بہت سوالات کرنے والا اور

بات کا کھوج لگانے والا علم میں پختہ ہوتا ہے اسی لئے حَفِيٌّ کا لفظ عالم کے معنوں میں بھی استعمال

ہوتا ہے حَفُوٌّ مادہ - حَفِيٌّ بِنِي - میرے ساتھ نہایت مہربان ہے نیز ملاحظہ ہو ۱۷۸: ۷

۱۹: ۴۸ = اَعْتَزَلُكُمْ - مضارع واحد متکلم کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اَعْتَزَلَ

مصدر افتعال - میں تم کو چھوڑتا ہوں - اَعْتَزَلَ - کنارہ کرنا - الگ ہو جانا - ایک طرف ہو جانا

= وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ - مفعول ثانی - اور ان کو (بھی) جن کی تم

عبادت کرتے ہو۔ اللہ کو چھوڑ کر۔ تَدْعُونَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ دَعْوَةٌ سے تم پکارتے

ہو (حاجت روائی کے لئے)

= اَدْعُوا - مضارع واحد متکلم دَعْوَةٌ سے میں پکارتا ہوں۔

= عَسَى - امید ہے - توقع ہے - یقین ہے۔

= أَلَا أَكُونُ - اَنْ لَا أَكُونُ - کہ میں نہیں ہوں گا۔ کہ میں نہیں رہوں گا۔

= بَدْعَاءِ رَبِّي میں اپنے رب سے دعا کر کے - میں اپنے رب کو پکار کر (حاجت روائی

کے لئے)

= شَقِيًّا - شَقَاوَةٌ سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہہ کا صیغہ ہے۔ شَقِيٌّ کی جمع

أَشْقِيَاءُ - بد بخت - محروم

عَسَى أَلَا شَقِيًّا - یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار کو (حاجت روائی کے

لئے، پکار کر محسوس نہیں ہوں گا۔

۹: ۴۹ = كَلَّا - اِیٰ كُلّٰ وَاحِدٌ مِّنْ اِسْحٰقَ وَّلِیْعُقُوْبَ وَاِبْرٰهِيْمَ

۹: ۵۰ = لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا - لِسَانَ صِدْقٍ مضاف مضاف الیه ہے۔
لِسَانَ منصوب بوجہ جَعَلْنَا کے مفعول ہونے کے ہے۔

لِسَانَ سے مراد ذکر ہے صدق کے معنی سچائی۔ قوت۔ خیر۔ خلوص۔ شرف۔ سچی بات
فضیلت کے ہیں۔ یہ صَدَقَ یَصْدُقُ کا مصدر ہے۔

عَلِيًّا لِسَانَ کی صفت ہے۔ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا کا مطلب ہوا سچائی
و صداقت کا وہ ذکر جو ارفع و اعلیٰ ہو۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ (۸۲: ۲۶)
اور میرا ذکر نیک پچھلے (آئیو لے)، لوگوں میں جاری رکھ۔ نیز ملاحظہ ہو (۲: ۱۰)

چنانچہ آج تک ان ہر سہ پیغمبران کا نام یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں میں جس تقدس و
تحریم کے ساتھ لیا جاتا ہے کسی بیان کا محتاج نہیں۔ اس سے زیادہ اس کی تفسیر اور کیا ہوگی
کہ خطارضی پر جہاں کہیں مسلمان موجود ہیں اپنی پنجگانہ نماز میں کما صلیت علیٰ ابراہیم
و علیٰ آلِ ابراہیم کا ذکر کرتے ہیں۔

= مُخْلِصًا - اسم مفعول۔ منصوب بوجہ خبر کان۔ مخلص برگزیدہ، چنا ہوا۔ بے کھوٹ
خالص۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی نوازشات و نبوت کے لئے چُن لیا۔ منتخب کر لیا تھا۔ یا جو کفر
و شرک و دیگر قواضیٰ سے پاک رکھا گیا ہو۔

= دَسُوْلًا نَبِیًّا - (اور وہ) رسول اور نبی تھے۔ رسول کا لغوی معنی فرستادہ یا پیغامبر ہے
اور اصطلاحی لحاظ سے رسول وہ ہے جو صاحبِ شریعت ہو خواہ وہ شریعت اس رسول کے
اعتبار سے جدید ہو یا سابقہ رسول کی شریعت۔ جو دوسرا رسول کسی قوم کی طرف پہلی دفعہ لایا ہو۔
جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام قوم حبشہ کی طرف شریعت ابراہیم کے لئے لائے تھے۔

نبی - یا تو النبوة سے مشتق ہے جس کا معنی بندگی۔ رفعت ہے۔ کیونکہ نبی اپنی شان
اور رتبہ میں دوسرے لوگوں سے ارفع اور اعلیٰ ہوتا ہے۔ یا - یہ نَبَأٌ سے مشتق ہے۔ نَبَأٌ کا
معنی ہے خبر دینا۔ اور نبی دوسرے لوگوں کو خداوند تعالیٰ کے احکام کی خبر دیتا ہے خواہ وہ احکام
اسے بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ سے موصول ہوں خواہ کسی دوسرے رسول کی شریعت کے احکام ہوں جن کے
اجراء کے لئے خداوند تعالیٰ نے اسے نبوت سے سرفراز فرمایا ہو۔

۵۲:۱۹ = نَادَيْتُهُ ماضی جمع متکلم۔ نِدَاؤُ مصدر۔ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

ہم نے اسے پکارا۔

== مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْاَيْمَنِ۔ الطور الایمن۔ موصوف صفت دائیں پہاڑ کی

موصوف صفت مل کر مضاف جانب مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجبور میں حرف جار۔ دائیں پہاڑی کی جانب سے۔ یعنی جو پہاڑی حضرت موسیٰ کے دائیں طرف تھی۔

بِالْاَيْمَنِ۔ الایمن سے ہے جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں۔ اور یہ جانب کی صفت ہے ترجمہ ہوگا: ہم نے اسے پہاڑی کی بابرکت جانب سے پکارا۔ الطور مصر اور مدین کے درمیان ایک پہاڑ ہے۔

== قَرَّبْنَا ماضی جمع متکلم ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو قریب بلایا۔

== نَجَّيَا۔ صفت مشبہ۔ چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے والے۔ چپکے چپکے مشورہ کرنے والے۔

چپکے چپکے راز کی باتیں کرنے والے۔ یہ قرینہ کی ضمیر سے حال ہے۔ اور بدیں وجہ منصوب ہے۔

قَرَّبْنَا نَجَّيَا۔ اس سے راز کی باتیں کرنے کے لئے ہم نے اسے قریب بلایا۔ یا قرب بخشا

نجیاً۔ نجو سے مشتق ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا اسْتَيْسَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا

نَجَّيَا۔ (۸۰:۱۲) جب وہ اس سے ناامید ہو گئے تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے۔

۵۳:۱۹ = اَخَاهُ هَارُونَ بَنِيَا۔ اَخَاهُ۔ اس کا بھائی۔ مضاف مضاف الیہ مل کر

وَهَبْنَا کا مفعول ہے۔ هَارُونَ بدلہ ہے اَخَاهُ کا۔ اور بَنِيَا حال ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا اَخَاهُ هَارُونَ بَنِيَا۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے

بھائی ہارون کو بنی کی حیثیت سے ان کو بخشا۔

۵۵:۱۹ = مَرْضِيًّا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ پسند کیا ہوا۔ پسندیدہ۔

۵۷:۱۹ = مَكَانًا عَلِيًّا۔ بلند مقام۔ یعنی شان و مرتبت میں بلند یعنی مرتبہ نبوت و تقرب

إِلَى اللَّهِ۔

۵۸:۱۹ = اُولَئِكَ۔ یہ اشارہ ہے ان تمام انبیاء کی جانب جن کا ذکر حضرت زکریا سے

لے کر حضرت ادریس علیہم السلام تک اور اس سورت میں آچکا ہے۔

== مُسَجِّدًا اَوْ بُكِيًّا۔ دونوں خُفُوا کی ضمیر فاعل کے حال ہیں۔ اور بدیں وجہ منصوب ہیں

مُسَجِّدًا جمع ہے سَاجِدٌ کی۔ اور بُكِيًّا جمع ہے بَاکِی کی۔ رونے والا۔ غم و اندوہ سے آنسو بہانے والا۔ اصل میں بروزن فَعُولٌ جیسے سَاجِدٌ سے سُجُودٌ رَاكِعٌ سے رُكُوعٌ

اور قاعد سے قعود، بکئی بھی بکوی تھا۔ واؤ اور یاء کے اجتماع کے سبب واؤ کو یاء سے بدلا۔ یاء کو یاء میں مدغم کیا۔ اور یا کی مناسبت سے کاف کو کسرہ کی حرکت دی۔ بکئی ہو گیا اِذَا تَشَلَّى عَلَيْهِمْ سَجَّدَ اَوْ بَكِيًّا۔ جب ان کے سامنے خدائے رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے زمین پر گر پڑتے تھے اُولَئِكَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرٰئِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاِجْتَبَيْنَا اِذَا تَشَلَّى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بَكِيًّا۔

اولئك اسم اشارہ من النبیین میں من بیانہ ہے۔ کیونکہ جملہ انبیاء علیہم السلام منعم علیہم تھے۔ اس لئے من تبعضیہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (۲۹:۲۸) اور اللہ تعالیٰ نے ان سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (یعنی ان سب سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے) اسی طرح من النبیین مراد سائے نبی ہیں۔

مِنْ ذُرِّيَةِ اٰدَمَ میں من تبعضیہ ہے یعنی ذریتہ آدم میں سے بعض۔ ان بعض میں صرف حضرت ادریس علیہ السلام یہاں مذکور ہوتے ہیں۔ حضرت ادریس حضرت نوح کے جد امجد تھے۔ اور ان سے بہت قبل ہوئے ہیں۔

مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ۔ اس میں بھی من تبعض کے لئے ہے اور ان بعض میں سے حضرت اسماعیل حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام یہاں مذکور ہوئے ہیں۔ وَاِسْرٰئِيْلَ۔ اس کا عطف ابراہیم پر ہے۔ ای و من ذریتہ اسرائیل اور اس ذریتہ اسرائیل (یعقوب) میں سے حضرت موسیٰ۔ حضرت ہارون۔ حضرت زکریا۔ حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام (کیونکہ حضرت مریم آل یعقوب میں سے تھیں) مذکور ہوئے ہیں۔

وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاِجْتَبَيْنَا میں بھی من برائے تبعض ہے (ای من جملة من هدينا والى الحق وَاخْتَرْنَا هُمُ لِلنُّبُوَّةِ وَالْكَرَامَةِ) اس کا عطف ذریتہ آدم پر ہے یعنی اہتمام وہ جن کو ہم صراط حق پر گامزن کیا اور جن کو ہم نے نبوت کے لئے منتخب کیا۔ یہ تمام انبیاء علیہم السلام جو اُولَئِكَ کے مشا راہیم ہیں۔

اُولَٰئِكَ مَبْتَدَاً ہے اور (۱) الذین اَجْتَبَيْنَا خبر ہے۔

اس صورت میں اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہُمْ بِکَیِّنَا تک جملہ متانفہ ہے

(۲) الذین اَجْتَبَيْنَا اسم اشارہ کی صفت ہے تو اِذَا تُتْلٰی بِکَیِّنَا اس کی خبر ہے

بعض کے نزدیک پہلا کلام اسوائیل پر ختم ہے۔ اس صورت میں مِمَّنْ ہَدٰیْنَا

وَاجْتَبَيْنَا خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے۔ اور جملہ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہُمْ بِکَیِّنَا تک اس

مبتدا محذوف کی صفت ہے۔ کلام یوں ہے وَ مِمَّنْ ہَدٰیْنَا وَاجْتَبَيْنَا قَوْمٌ اِذَا

تُتْلٰی عَلَیْہُمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُکَیِّنًا۔

۱۹: ۵۹ = خَلَفَ ماضی واحد مذکر غائب خِلَافۃ سے باب نصر جس کے معنی جانشین

ہونے کے ہیں یا پیچھے آنے کے۔ خَلَفَ وہ جانشین ہوا۔ وہ پیچھے آیا۔

= خَلَفَ۔ ناخلف۔ بُرے جانشین۔

= اَضَاعُوْا ماضی جمع مذکر غائب (باب افعال) انہوں نے ضائع کر دیا۔ انہوں نے کھو دیا۔

= الشَّهَوَاتِ۔ شہو سے مشتق ہے الشَّہوۃ کے معنی ہیں نفس کا اس چیز کی طرف کھینچنے

چلے جانا جسے وہ چاہتا ہے۔ خواہشات دنیوی دو قسم پر ہیں صادقہ اور کاذبہ۔ سچی خواہش وہ ہے

جس کے حصول کے بغیر بدن کا نظام مختل ہو جاتا ہے جیسے بھوک کے وقت کھانے کی اشتہار۔

اور جھوٹی خواہش وہ ہے جس کے عدم حصول سے بدن میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ پھر شہوۃ

کا لفظ کبھی اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اور کبھی خود اس قوت شہویہ پر۔

آیت کریمہ زُتِیْ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ (۱۲: ۳) لوگوں کے لئے ان کی خواہش کی

چیزیں (مرغوبات) خوشنما کر دی گئی ہیں۔ اس میں شہوات سے مراد ہر دو قسم کی خواہشات ہیں۔

اور وَاتَّبِعُوا الشَّهَوَاتِ (آیت نداء) اور وہ خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ اس میں جھوٹی

خواہشات مراد ہیں۔ یعنی ان چیزوں کی خواہش جن سے استغناء ہو سکتا ہے۔

= سَوْفَ یَلْقَوْنَ۔ سَوْفَ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ یَلْقَوْنَ مضارع جمع مذکر

غائب۔ وہ پائیں گے۔ وہ (اس سے) دوچار ہوں گے۔

= غَیًّا۔ غوی سے مشتق ہے۔ الغی اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔ جیسے کہ

مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰی (۱۲: ۵۳) تمہارے رفیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم، نہ راستہ

بھولے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔ اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ جیسے وَعَصٰی اٰدَمَ رَبَّہٗ

فَعَوٰی (۲۰: ۱۲۱) اور آدم نے اپنے پروردگار کے خلاف کیا اور جہالت کا ارتکاب کیا۔